اسرارِ تخلیق احمد اور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قرآن و حدیث کے آئینہ میں

حصہ اول

نقشہ موجودات

فضل احمد حبیبی عظیمی

۱۔ مقام حرم ناز ۲۔ دائرہ لاھوۃ

۳۔ دائرہ شیونات ۴۔ دائرہ صفات ذاتی قدیمی

۵۔ دائرہ صفات اضافی ۶۔ دائرہ اسماء

۷۔ دائرہ امر کن جو غیر مخلوق اور مخلوق کے درمیان حد فاصل ہے

۸۔ دائرہ کائنات سے باہر کی فضا جس میں کائنات معلق ہے

۹۔ دائرہ کائنات اور اس کا سب سے نچلا کنارہ کرہ ارض ہے جو مقام حرم نیاز ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	....	اسرارِ تخلیق احمد (ﷺ) و کائنات
نام مصنف	....	فضل احمد حبیبی عظیمی صاحب
اہتمام	....	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
پرنٹرز	....	زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	....	پاکستان کمپیوٹرز اینڈ کمپوزنگ سنٹر گجرات
سن اشاعت	....	فروری 2012ء، ربیع الاول 1433ھ
قیمت	....	-/400 روپے
تعداد	....	500

...... ملنے کے پتے ......

نور علیٰ نور فاؤنڈیشن فضل پلازہ بالمقابل مسجد گلزار مدینہ، گلزار مدینہ روڈ گجرات فون نمبر 0322-6414463	**علم و عرفان پبلشرز** الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور فون: 37352332-37232336
ویلکم بک پورٹ اُردو بازار، کراچی	خزینہ علم و ادب الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور
اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی	کتاب گھر اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی
کلاسیک بکس بوہڑ گیٹ، ملتان	کشمیر بک ڈپو، تلہ گنگ روڈ، چکوال

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل و کرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

Marfat.com

التماس

زیر نظر کتاب اس عاجز بندہ کی اٹھارہ (18) سالہ محنت کا نتیجہ ہے کہ قرآن و حدیث میں مختلف مقامات پر انسان اور کائنات کی تخلیق کے بارے ذکر پایا جاتا ہے۔ اس متفرق مواد کو اس ترتیب سے مرتب کرنے کی کوشش ہے۔ جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے انسان اور کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔ جس طرح انسان اور کائنات کی تخلیق کے تسلسل میں کوئی خلا نہیں ہے کوشش کی گئی ہے کہ اس تھیوری (کتاب) میں بھی کوئی خلا نہ رہے۔ اس کے باوجود ممکن ہے بندہ پوری طرح حق ادا نہ کر سکا ہو تو براہ کرم جملہ کمزوریوں جیسے ادبی، علمی، فنی، فکری غلطیاں پائی جاتی ہوں تو اُن کی نشاندہی کی جائے اور بہتر یہ ہو گا کہ اُن کو دور کر کے میری مدد کی جائے۔ قرآن و حدیث کے خلاف کوئی چیز پائی جائے تو اس کی نشاندہی کی جائے تاکہ اُسے صحیح کیا جا سکے۔

منتظر نوازشات

میاں فضل احمد حبیبی عظیمی

30-01-2012

Marfat.com

فرمان
مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

اے فرزند (محمد معصوم) اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے۔ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کیلئے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا وہ اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کرے گا اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پاسکے گا۔

ایک عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کے کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستہ میں پڑی ہوئی چیز (تنکا وغیرہ) انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام و التسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ نبوت کا منصب ختم ہو چکا ہے لیکن تبعیت اور وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات اور خصائص سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام والتسلیمات و التحیات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔مکتوب (6) دفتر دوم۔ص 958

(نوٹ) مؤلف کے مرشد کریم قبلہ مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ اور میرے خواجہ شمس الدین عظیمی اُسی کارِعظیم کے شعبہ کے افراد ہیں۔

میاں فضل احمد حبیبی عظیمی
28-01-2012

Marfat.com

تسبیح عنوانات

نمبر شمار	ابتداء	صفحہ نمبر
1	جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ	2
2	باب اول	
3	التماس	3
4	فرمانِ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ	4
5	تسبیح عنوانات	5
6	انتساب	19
7	باعثِ تالیف	22
8	عوارف اسرار تخلیق احمد از قلم فیض الامین	25
9	تبصرہ پیر سید محمد فاروق شاہ القادری (ایم۔اے)(خان پور)	26
10	تبصرہ ابوالحامد محمد رازی قادری نقشبندی چشتی (گوجرانوالہ)	29
11	تبصرہ ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی)	36
12	تبصرہ لیفٹیننٹ کرنل (ر) الطاف محمود ہاشمی (راولپنڈی)	37
13	تبصرہ مولانا عبدالقیوم حقانی (نوشہرہ، صوبہ پختونخواہ)	39
14	تبصرہ حکیم محمد سعید ہمدرد فاؤنڈیشن (کراچی)	40
15	تبصرہ مفتی اقتدار احمد خان قادری نعیمی بدایونی (اسلامی جج برطانیہ)	42

Marfat.com

16	اظہار تشکر	44
17	تبصرہ لیفٹیننٹ کرنل (ر) الطاف محمود ہاشمی	48
18	تبصرہ قاضی محمد حمید فضلی نقشبندی مجددی	50
19	باب دوم (موجودات کے تین درجات	
20	تمہید حصہ اول	52
21	تین جہانوں کے نام اور مختصر تعارف	53
22	جدید نظریہ تخلیق	54
23	آیات بلحاظ ترتیب صعودی و نزولی	55
24	آیات کی تشریح، مفہوم و خلاصہ	57
25	کن فیکون کی شرح	62
26	پہلا سوال اور حدیث	66
27	دوسرا سوال اور حدیث	67
28	جواب سوال اول، چاند اور کائنات کی تخلیق میں مماثلت	69
29	خلاصہ	70
30	جواب سوال دوم	71
31	کائنات کے عالمِ اجسام کے دو کنارے	71

Marfat.com

32	عالم اجسام کا نقشہ (نقشہ نمبر 1)	75
33	عالم ارواح کا نقشہ (نقشہ نمبر 2)	78
34	نقشہ نمبر 3	79
35	ثم رددنہ اسفل سافلین پر بحث	80
36	نقشہ نمبر 4	82
37	نقشہ نمبر 5	84
38	اسماء کے جہان، صفات کے جہان، شانوں کے جہان، جہانِ حرم ناز کی	86
39	وضاحت	88
40	جہانِ غیر مخلوق اور مخلوق کے باہمی تعلق کی وضاحت	89
41	تمہید کا حصہ دوم	89
42	روحِ انسانی کی تخلیق	89
43	قالبِ انسانی کی تخلیق	89
44	[redacted]	89
45	کائنات کے دائرہ اول (عالمِ ارواح) کی تخلیق	89
46	عالم اجسام او [redacted]	89
47	[redacted]	90

Marfat.com

48	یوم آخرت	91
49	[redacted]	91
50	[redacted]	92
51	مرشد کریم مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ کا مکتوبات امام ربانی کے مطالعہ کے وقت آداب	93
52	تمہید کا حصہ سوم	95
53	'' [redacted]	95
54	'' [redacted])	97
55	[redacted]	95
56	کن کا سفرِ جہانِ غیر مخلوق میں	97
57	[redacted]	99
58	عجز اور انکار کا فقدان	103
59	[redacted]	104
60	باب سوم	
61	'' [redacted]	105
62	[redacted]	105
63	[redacted] ''	105

Marfat.com

64	[redacted]	107
65	[redacted]	108
66	[redacted]	111
67	ظہور عدم	112
68	وضاحت	114
69	[redacted]	115
70	نتیجہ	118
71	آغازِ تخلیق	119
72	حضور قلندر بابا اولیاء اور "سورۃ قدر کی تشریح"	120
73	[redacted]	121
74	مؤلف کا ذاتی تجربہ	123
75	باب چہارم	
76	علم کائنات امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی روشنی میں	125
77	کائنات کے وجود کی حیثیت وحقیقت	125
78	صفات الہیہ کی درجہ بندی بہ نسبت تقدم وتاخر بالخصوص تکوین پر بحث	126
79	[redacted]	129

Marfat.com

80	اللہ تعالیٰ کی شانیں اور ہر شان کی ایک مملکت	132
81	شیخ بزرگوار ابن عربی علیہ الرحمۃ اور شانِ حیات	132
82	فصل بالخیر	133
83	نبوت کی فراست کا نور	134
84	محبت سب سے پہلے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی	134
85	جوہر محبت	134
86	[redacted]	135
87	نور نبی	136
88	[redacted]	138
89	رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ کی تمام مخلوق سے منفرد اور انوکھی تخلیق	140
90	عالم آفاق و عالم انفس کی سیر	140
91	آفاق و انفس سے باہر کی سیر	142
92	دائرہ انفس سے باہر ٹہلنے کا حال	143
93	عالم ارواح یعنی (عالم انفس)	144
94	خاتمہ حسنہ	145
95	[redacted]	146

Marfat.com

96	مرتبہ وہم اور مرتبہ نفس الامری	147
97	مرتبہ خارج	147
98	ایک تخلیقی شعبدہ	149
99	کائنات کے تین عالم اور اُن کی ترتیب	150
100	کائنات کا خلاصہ کرۂ ارض ہے	153
101	عالمِ مثال کا نمونہ خیال	155
102	وہم اور خیال کی اہمیت	158
103	کب اولیاء اللہ سے برکات حاصل کرتا ہے	160
104	دائرہ کائنات سے باہر کا ایک ذرہ	160
105	دائرہ امکان سے کئی گناہ بڑا ہے	160
106	کائنات ایک ذرہ ناچیز ہے [illegible]	161
107	انسان کے تین مراتب اور تخلیق	162
108	عالمِ اجسام اور انسان کا باہمی تعلق	164
109	جب اللہ کی لہر آجاتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے	165
110	انسان اور کائنات کا باہمی تعلق	165
111	کائنات اور قیوم	167

Marfat.com

112	قیوم کی حقیقت	168
113	عارف کے وجود کی اہمیت اور پہچان اور کمالات	168
114	علماء ظاہر کا جہاں تک علم نہیں پہنچتا وہ بزرگوار خود پہنچ جاتے ہیں	169
115	امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی پیدائش کے مقاصد	170
116	عظیم کام جو ارشاد و تکمیل سے بہت بہتر ہے بلکہ راستہ پر گرے ہوئے تنکہ کے برابر ہے	170
117	مطلوب کی طرف جانے کے دو راستے بتائے جاتے ہیں	171
118	امام ربانی کے خاص الخاص بے مثال علوم	172
119	آپ قدس سرہٗ ابتدائی زندگی کے احوال	173
120	آپ قدس سرہٗ کے زندگی کے آخری ایام کے احوال	174
121	[illegible]	176
122	حواشی	178
123	باب پنجم	
124	عدم اور اُس کی حقیقت	183
125	عدم کے بارے میں سوالات	183
126	اقتباس	184
127	اُ [redacted]	184

Marfat.com

128	[redacted]	187
129	مقامِ "یقول لہ" اور تجزیہ	188
130	حقیقت قرآن، حقیقت عدم اور حقیقت محمودی کی وضاحت	189
131	عدم میں تصرف کر کے اُسے نرم و ملائم کر کے شے کو بنایا جاتا ہے	192
132	عدم اور او ادنیٰ کی تشریح	197
133	امام ربانی قدس سرہٗ بحیثیت عارف کی صفات کیساتھ انوکھی مناسبت	197
134	[redacted]	199
135	[redacted]	201
136	[redacted]	203
137	[redacted]	206
138	شانِ علم کی اہمیت	208
139	خلاصہ	211
140	شیطان کی حقیقت	212
141	عدم جسطرح وجود کا آئینہ ہے اور اُس کے خیر و کمال کا مظہر ہے اُسی طرح وجود کا آئینہ عدم ہے جو شر اور نقص کا مظہر ہے	214
142	باب ششم	
143	عدم امام ربانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی روشنی میں	

Marfat.com

144	عدم کا آغاز	215
145	وجود عدم اور امکان کے درمیان ہے	215
146	عدم وجود کے بائیں طرف ہے	216
147	عدم دو ادوار پر مشتمل ہے	216
148	عدم جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہے	218
149	عدم کے مقابل وجود کی حیثیت	219
150	عدم کی نشاندہی اور عنصر [illegible]	222
151	عدم کے بارے چند سوالات بنام ماہنامہ نفحات	225
152	جواباً عدم کے کئی درجات ہیں	226
153	حضور قلندر بابا اولیاءؒ قدس سرہ کے عدم کے بارے میں ارشاد	227
154	باب ہفتم	
155	نظام تخلیق	228
156	نظام تخلیق کی بنیادیں	228
157	روح سے متعلق اشیاء	231
158	قالب سے متعلق اشیاء	232
159	نقشہ کائنات کی تشکیل کے اغراض و مقاصد	234

Marfat.com

160	حقائق کے اقسام و درجات	235
161	کائناتی حقائق	235
162	حقائق انسانیہ	236
163	حقائق الٰہیہ	238
164	نقشہ کائنات کی ضرورت کیوں؟	240
165	کائنات کے کارخانہ کا مکمل نقشہ	245
166	خط تخلیق کا نقشہ	250
167	عالم ارواح کا نقشہ	252
168	عالم اجسام کا نقشہ	253
169	عالم ارواح اور عالم اجسام کا مشترکہ نقشہ	254
170	عالم دنیا کا نقشہ	255
171	کرۂ ارض کی حیثیتیں درج ذیل ہیں	256
172	عالم ارواح، عالم اجسام اور عالم دنیا کا مجموعی نقشہ	259
173	نقشہ کائنات کی صحت پر دلائل	261
174	عالم ارواح میں انسان اول کی تخلیق کا طریقہ	262
175	عالم اجسام میں انسان دوم کی تخلیق کا طریقہ	264

Marfat.com

267	کائنات کے جامع نقشہ کا متبادل نقشہ	176
268	کائنات کا دوسرا متبادلہ نقشہ	177
270	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت [redacted]	178
	باب ہشتم	179
275	میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیلنڈر کا پس منظر	180
275	پس منظر	181
276	[redacted]	182
276	حضور صلی [redacted]	183
278	کتاب رحمۃ اللعالمین کے صفحہ 387 پ جنتری کا خاکہ	184
281	جنتری پر بحث، حدیث نمبر 1	185
282	جنتری پر بحث، حدیث نمبر 2	186
283	جنتری پر بحث، حدیث نمبر 3	187
289	عالم اجسام [redacted]	188
292	کائنات کی زندگی کا تخمینہ	189
298	آدمیہ کیلنڈر	190
300	63 سالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیلنڈر	191

Marfat.com

192	آغاز تخلیق کائنات سے قیامت تک کائنات کی عمر چودہ لاکھ سال	308
193	سکالرز اور سائنسدانوں کی عدالت میں مقدمہ	310
194	قابل توجہ	311
195	نوٹ	312
196	[redacted]	312
197	نوٹ	312
198	[redacted]	317
199	[redacted]	319
200	[redacted]	320
201	دیگر مسئلہ	320
202	[redacted]	322
203	[redacted]	322
204	خلاصہ کتاب ''اسرار تخلیق احمدو کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	324
205	کیلنڈر 1901-2000	330
206	نقشہ عالم دنیا	331
207	انعقاد قیامت	332

Marfat.com

208	نصاب علم کائنات	335
209	تقریظ مفتی محمد شفیع صاحب	353

Marfat.com

انتساب

بنام

حسن مآب، باب الابواب، اور معطی لاجواب حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی دامت برکاتہ جس کی بے انتہاء عطائیں مجھ پر محیط ومحاصر ہیں۔

مندرجہ بالا انتسابی جملہ میں تین القاب: ا۔ حسن مآب

۲۔ باب الابواب

۳۔ معطی لاجواب

القابات جن خصوصیات کے حامل ہیں ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ا۔ حسن مآب اس سے مراد وہ حسن ہے جس کی گرویدہ ہونے والی صورتیں، حسین ترین سیرتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ایسا کیسے ہو جاتا ہے یہ بات قابل توجہ ہے کہ حسن مآب شخصیت جب کسی کے دل میں اپنی محبت انڈیل دیتی ہے تو وہ اسیر محبت ہو جاتا ہے، اور وہ اسیر محبت سمجھتا ہے کہ مجھے محبت ہے، جب کہ پیش قدمی حسن مآب کی طرف سے ہوتی ہے۔

محبت وہ انعام ہے کہ جوں جوں اس میں اضافہ ہوتا ہے قربت بھی اسی طرح بڑھتی جاتی ہے، محبت جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو عشق میں بدل جاتی ہے، جب عشق کی آگ کا الاؤ اس کے جسم وجان میں عروج پر پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اس کی لاجواب کیفیت ہوتی ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں ہوتا ہے:

من تو شدم تو من شدی
من جان شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوئید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

ترجمہ: میں تجھ میں سماء جاؤں اور تو مجھ میں سما جائے، میں جان بن جاؤں

Marfat.com

اور تو جسم بن کر مجھے اپنے اندر چھپالے کہ دوئی کا نام ونشان نہ رہے تا کہ کوئی نہ پہچان سکے اور نہ کہہ سکے دو وجود جدا جدا ہیں۔

خواجہ صاحب کے عطا کردہ آتش عشق میں جلنے والے پروانوں کو دیکھا ہے جو زبان حال سے اپنا مذکورہ بالا حال بیان کرتے ہیں۔

۲۔ باب الابواب باب الابواب کا مفہوم صدر دروازہ ہے، جب تک کسی عظیم عمارت کا صدر دروازہ نہیں کھولا جاتا، اس عمارت کے اندر دیگر دروازوں تک رسائی ممکن نہیں، جب صدر دروازہ کھل جاتا ہے تو عمارت کے اندر دروازے کھلے ملیں گے، اور عمارت کے اندرونی حصہ کی سیر کے دوران مشاہدہ میں آنے والے مناظر قلم بند ہو جائیں تو وہ دوسروں کے لئے سرمایہ علم ہوں گے، غالباً یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے فرمایا: ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' (میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہے)، جب کسی خوش نصیب کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کامل نسبت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو **ماکان ومایکون** کے تمام علوم سمٹ کر اس کے باطن میں نقش ہو جاتے ہیں۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر علم کا دروازہ ہیں، اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا وجود کائنات کے کارخانہ کی عظیم الشان اور عظیم الوجود عمارت کے صدر دروازہ ہیں، جس خوش بخت شخص کو حضرت آدم علیہ السلام کی کامل نسبت حاصل ہوگی اس پر کائنات کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں گے تو وہ جان لے گا کہ کائنات کی عمارت کتنی وسیع و عریض اور بلند و بالا ہے اور یہ کب سے بنی ہوئی ہے اور اس کی واپسی کب ہوگی، سب کچھ اس عمارت کے اندر درج ہے۔

جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت آدم علیہ السلام صدر دروازہ ہیں

Marfat.com

اسی طرح میرے خواجہ بھی تمام اولیاء وانبیاء کے صدر دروازہ ہیں، اس دروازہ میں داخل ہونا گویا تمام اولیاء اللہ کے دروازوں میں داخل ہونا ہے، نیز تمام انبیاء کے دروازے بھی اسی دروازہ میں پوشیدہ ہیں۔

بندہ اپنے مرشد کریم حضرت قبلہ مولانا سید حبیب اللہ قدس سرہ کی گود صحبت سے ۱۹۶۱ میں ان کے وصال کے بعد جدا ہوا تو عرصہ ۲۷ سال تک اس گود صحبت کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ بالآخر ۱۹۸۸ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی بارگاہ میں پہنچادیا، تو مجھ کو وہ گود مل گئی، جس کی تلاش میں تھا۔

۳۔ معطی لاجواب اس کا مفہوم کچھ یوں ہے: "ہم خطا کرتے رہے وہ عطا کرتے رہے"

اس بارگاہ عظیمیہ میں جو دیکھا اور جو پایا وہ بیان سے باہر ہے، اگر بیان کروں تو کم فہم بول اٹھیں گے، ایسے کمالات وتصرفات جو عقل وفہم سے بالا ہیں ان کو رد کردیا جائے اور یہ بہتان لگایا جائے کہ سب کچھ سچ سے پاک ہے، اس کے باوجود جرات کلام کرتا ہوں، بارگاہ عظیمیہ میں اپنے مرشد کریم کے فیضان کو پایا، اور امام ربانی مجدد الف ثانی کو پایا، حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہ کو پایا رسول اللہ ﷺ کو پایا۔ اس قدر عظیم قرب کے باوجود ظاہر و باطن میں خطائیں سرزد ہوتی رہیں، کبھی گرفت نہ فرمائی بلکہ ہر خطا پر نئی عطا سے نوازا، ان کی بظاہر ناراضگی اور سرزنش درحقیقت ترقی کے راستہ کی سیڑھی ہے بلکہ فضل وکرم، رحمت واحسان کی برسات ہے یا اللہ تعالیٰ میرے خواجہ صاحب تادیر سلامت اور زندہ رہیں اور ہم ان کی صحبت سے شرف یاب ہوتے رہیں۔

حبیبی عظیمی 21.12.2011

Marfat.com

باعث تالیف

غالباً 1993 میں رمضان کی آخری تاریخیں تھیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ تعالیٰ کی مجلس اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے دوران مجلس لفظ (تدلّٰی) کے بارے میں گفتگو بیان فرمائی اور (تدلّٰی) کے مراقبہ کی تلقین فرمائی جو ذہن وقلب میں نقش ہوگئی۔ جس کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں اس لئے دلچسپی کچھ زیادہ بڑھی۔ ماہ رمضان کی ستائسویں رات کو تدلّٰی کا مراقبہ کیا۔ مراقبہ کامیاب رہا۔ جو کچھ مراقبہ میں پیش آیا وہ کچھ یوں ہے۔

مراقب بندہ نے دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ کا قالب اقدس ومبارک مجھ پر محیط ہے۔ پھر اس کے بعد دیکھا کہ رسالت مآب ﷺ کے قالب اقدس پر میرے مرشد کریم حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہٗ کا قالب محیط ہے۔ پھر اس کے بعد دیکھا کہ میرے خواجہ شمس الدین عظیمی دامت برکاتہم کے قالب مبارک نے پہلے سب قالبوں کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ اس کیفیت سے خوب محظوظ ہوا۔ جب آنکھ کھلی تو اس سوچ میں ہمہ وقت مصروف رہتا کہ اس واقعہ کی تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ اس کی تعبیر کو قرآن کریم میں تلاش کیا تو سورۃ نجم میں لفظ تدلّٰی مل گیا اور وہ معانی جو تفاسیر اور لغات میں مطالعہ کے دوران نظر سے گزرے ان کے معانی اور مفاہیم ان معانی اور مفاہیم سے بالکل مختلف تھے جو میرے خواجہ نے بیان فرمائے تھے۔

بندہ کے نزدیک تفسیر مظہری زیادہ پسندیدہ ہے۔ جس کا مطالعہ کیا تو اس میں تدلّٰی کی تشریح بیان کرتے ہوئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی علیہ الرحمۃ جو لکھتے ہیں اس کا مفہوم یوں ہے۔ ''چارپائی پر بیٹھے ہوئے شخص کی ٹانگیں نیچے لٹک یا لپک رہی ہوتی ہیں یعنی ٹانگوں کا لٹکنا یا لپکنا تدلّٰی کہلاتا ہے یا جیسے کنویں سے پانی نکالنے کے لئے پہلے زمانہ میں ڈول ہوتے تھے، جس کو ایک لمبی رسی کے ایک سرا سے باندھ کر کنویں میں ڈالا جاتا تھا اور رسی کا دوسرا سرا لٹکانے والے کے ہاتھ میں ہوتا تھا جب ڈول پانی سے بھر جاتا تو باہر نکال لیا جاتا، تو تدلّٰی سے مراد وہ ڈول ہے جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالا جاتا تھا۔ اس

Marfat.com

کے علاوہ کافی لغات کا مطالعہ بھی کیا مگر معاملہ کچھ سمجھ میں نہ آیا، لیکن مطالعہ و تفکر جاری رہا۔

حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہ نے اپنی کتاب لوح و قلم میں تدلّٰی کے معانی بیان کیے ہیں۔ تدلّٰی کے معانی اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کا جلوہ ہے۔ اور حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ تدلّٰی کائنات کی تخلیق کے کلیات اور فارمولے ہیں۔ اس کے باوجود تدلّٰی کی تعبیر کی تلاش جاری رہی اور یہ سلسلہ اس تحریر کے معرض وجود میں آنے تک جاری رہا کہ ڈول ایک ظرف (برتن) ہے۔ جس میں پانی ڈالا جاتا ہے اور یہ ظرف ہی قالب ہے جس میں پانی موجود ہوتا ہے، جب یہ بات ذہن میں پختہ ہوگئی تو پھر قالب والا واقعہ جو 1993 میں مراقبہ میں پیش آیا تھا اس کی تعبیر کے چہرہ سے پردہ آہستہ آہستہ اٹھنے لگا اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ رسالت مآب کے روح کی تخلیق اور دیگر انبیاء علیہ السلام کی ارواح کی تخلیق تو احادیث میں ثابت لیکن رسالت مآب ﷺ کے اس قالب کی تخلیق کا سراغ کہیں نہیں ملتا کہ وہ کب، کیسے اور کہاں بنایا گیا۔ اور دیگر انبیاء کے قالب کی تخلیق کس طرح ہوئی تھی۔ جن کو عالم ارواح میں میثاق انبیاء کے لئے پابند کیا گیا تھا۔ پس اس پوشیدہ راز کو سامنے لانے۔ کے لئے تدلّٰی کا مراقبہ کام آیا پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے مشائخ کی طفیل انشراح صدر فرمائی تو معاملہ آسان ہوگیا۔ تدلّٰی سے مراد قالب ہے اور اسی قالب کو رسالت مآب ﷺ کی روح نے جنم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے روح کو نجم قرار دیا ہے۔ اور حضور ﷺ نے اپنے قالب کو کوکب قرار دیا ہے اور یہی قالب سب سے پہلا قالب ہے۔ اس طرح روح اور قالب کے اتصال سے جو وجود ظہور میں لایا گیا وہ وجود سیدنا احمد ﷺ ہے۔

عالم دنیا جو عالم اجسام کا ادنیٰ حصہ ہے اس عالم میں قالب بے جان ہے مگر عالم ارواح میں جس طرح روح زندہ ہے اسی طرح رسالت مآب ﷺ کا قالب بھی زندہ تھا اور

Marfat.com

زندہ ہے، جس طرح رسالت مآب ﷺ کی روح سے دیگر انبیاء کی ارواح کو پیدا کیا گیا اسی طرح آپ ﷺ کے قالب کے عکوس کو دیگر انبیاء کے قوالب بنائے گئے۔ جو نفس الامری ہیں۔ تخلیق کے اصول کے مطابق واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے قالب سے دیگر انبیاء کے قوالب جس ترتیب سے پیدا کیے گئے اُس کے مطابق سب سے آخر میں حضرت آدمؑ کا قالب پیدا ہوا۔ اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا ہوئے تو انبیاء علیہم السلام کی نوری فوج قائم ہوگئی۔ جس کے سپرد کارخانہ کائنات کی عمارت کی تعمیر و تخلیق کی ذمہ داری تھی اس فوج کے سپہ سالار سید احمد صلی اللہ علیہ وآلہ تھے اور ہیں۔

عالم اجسام کیونکہ عالم ارواح کا عکس معکوس ہے اس لئے عالم اجسام میں حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے اور آپ ﷺ کو سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا، یعنی عالم ارواح کی ترتیب کے برعکس ترتیب عالم اجسام میں واقع ہوئی، اور چونکہ عالم دنیا و آخرت بھی عالم اجسام کا عکس معکوس ہیں اس لئے عالم آخرت میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائے جائیں گے اور سب سے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام اٹھائے جائیں گے اس تیسری بار تبدیلی کا آغاز عالم دنیا میں اس وقت کیا گیا جب مدینہ منورہ قبلہ تبدیل کیا گیا تھا اس طرح کائنات کی تبدیلی کے تین ادوار مکمل ہو جائیں گے ان ادوار کی تفصیل زیر قلم کتاب کی جلد دوم میں شامل ہوگی اور ان تمام اشکال کا حل بھی درج ہوگا جو مندرجہ بالا عبارت میں سامنے آنے والے سوالات ہیں، پس اس راز کے اظہار کے لئے 1993 سے 2011 تک اٹھارہ سالہ دورانیہ میں یہ راز، راز ہی رہا، لیکن اب اس راز کو نورالعارفین حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی بلند بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ آپ نے جن صلاحیتوں کو منتقل فرمایا تھا ان کے ثمرات ملاحظہ فرمائیں۔

سلسلہ عظیمیہ کا ادنیٰ خادم میاں فضل احمد حبیبی عظیمی **12.12.2011**

Marfat.com

قطعہ سال اشاعت

''عوارفِ اسرار تخلیق احمد''

(۲۰۱۲ء)

ازقلم: صاحبزادہ فیض الامین فاروقی (ایم اے) مونیاں شریف (گجرات)

صاحب ادراک و دانش فضل احمد مرحبا — خوبیاں حق سے ودیعت آپ کو ہیں بے بہا
منکشف ہیں آپ پر اسرار سربستہ کئی — ہے یہ سید حبیب اللہ کی نسبت کی ضیاء
خوب ہے ''اسرارِ تخلیقِ محمدؐ'' آپ کی — عظمت و شانِ نبیؐ کا باغ ہے مہکا ہوا
اس کی خوشبو سے مشام جاں معطر ہوگئی — موجزن دل میں ہوا عشقِ نبیؐ کا ولولہ
اول و آخر ہی ہیں ظاہر و باطن وہی — اُن کا ہے سب اُن ہی سے سب شک نہیں اس میں اے خدا
قاسمِ رزقِ جہاں ہیں مالکِ ہر دوسرا — جزو ہے لوح و قلم بھی آپ ہی کے علم کا
ہر کمال و حسن و خوبی کا وہی ہیں منتہا — بس خدا کے بعد وہ ہیں کیا کہیں اس کے سوا
جس کو حاصل ہوگئی ان کی غلامی کی سند — بھیجتا ہے اس پر رحمت خود خدائے ذی علیٰ
ہے بلاشک نسخہ یہ تعویذ جاں گنجِ گراں — معرفت کا ہے خزینہ بحر ہے اسرار کا
لفظ ہے ہر ایک اس کا مثل ضوفشاں — فیض یاب اس سے یقیناً ہوگا ہر شیخ و فتا
عقل والوں کیلئے تو ہے یہ اک حیرت کدہ — عشق والوں کیلئے ایک جام جاں فزا
ذاتِ باری سے ملے گا اجر اس کا آپ کو — ہوگی یہ تالیف وجہِ مغفرت روزِ جزا

تھی مجھے فیض الامین سالِ اس کی جستجو
دی صدا دل نے ''کتاب پُر ضیاء شیریں ادا''

12-01-2012

Marfat.com

پیر سید محمد فاروق شاہ القادری (ایم۔اے)

سجادہ نشین خانقاہ قادری ☆ گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خان

01-06-2012

تبصرہ

صاحبِ علم و فضیلت گرامی قدر جناب حبیبی صاحب زید شرفکم

سلام مسنون، مزاج گرامی

آپ نے معارف نوازی کرتے ہوئے وقتاً فوقتاً اپنا سارا لٹریچر مجھے بھجوایا ہے میں بے حد شکر گزار ہوں۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے کتنی دفعہ قلم اٹھایا کہ آپ کی خدمت میں اپنی حقیر رائے لکھوں مگر ہر دفعہ ہمت جواب دے گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ جو علوم و معارف آپ کے قلم سے نکل رہے ہیں وہ سراسر وہبی، لدنی او لقائے الٰہی ہیں، میرا کام شروع سے پڑھنا لکھنا ہے اور بچپن ہی سے میں ہر قسم کی چیزیں پڑھنے کا ازحد شوقین رہا ہوں۔ بحمداللہ تعزیز! تاریخ، عربی زبان و ادب، تفسیر، حدیث، منطق، مختلف زبانوں کے علوم و فنون، شعر و ادب، ابن عربی، ابن الفارض، تصوف کو بیشتر علمی ذخیرہ، حضرت مجدد الف ثانی ؒ، عبدالکریم جیلی، منصور، رومی، جامی، غالب، اقبال، بیدل، نظیری، الغرض یہ ساری چیزیں سرسری نہیں بلکہ اخاذ ذہن کیساتھ پڑھ چکا ہوں اور الحمدللہ میرا علم حاضر ہے غائب نہیں ہے۔ اس وقت تیس کے قریب میری کتابیں (تصانیف، تراجم، تالیفات) پاکستان، ہندوستان اور مصر سے چھپ چکی ہین اور کئی کتابیں بار بار چھپ رہی ہیں۔

یہ ساری بات میں نے ستائش ذات کیلئے نہیں بلکہ اس اعتراف کیلئے عرض کی ہیں کہ ان وھبی علوم کو سمجھنے کیلئے وہبی خصوصی فہم کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ذٰلِکَ فضلا للہ یوتیهه من یشا اور یہ مجھے پوری طرح حاصل نہیں ہے۔ تقریباً سات سو سال گزرنے کے باوجود ابھی تک ابن عربی کی تہہ کو کوئی نہیں پہنچ سکا تمام مفکرین اور دانشور اپنی بساط کے مطابق ان کے سمندر سے موتی جواہرات نکال رہے ہیں مگر ان کے جواہرات کا دریا اُسی طرح موجزن

Marfat.com

ہے۔ ماضی قریب کے مولانا عبدالعزیز پر ہاروی کو صرف ۳۴ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے وھبی طور پر چونسٹھ علوم عطا کئے تھے۔ انہوں نے خود اس کا ذکر کیا ہے۔ ان کی بعض علوم پر لکھی جانیوالی کتابوں کو اس وقت پاکستان بھر میں سمجھنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے۔ میں اس کا ذاتی گواہ ہوں ان کی ایک کتاب پورے پاکستان میں تمام یونیورسٹیوں مکاتب، مدارس اور سکالروں سے پھر پھرا کر دو سال سے میرے پاس پڑی ہے مگر میرے ہاتھ بھی کھڑے ہیں اسی طرح فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان کے جفر، ہیئت، نجوم اور دیگر علوم پر حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ نے سارے اداروں کو بھجوائے مگر سب نے ان کی تشریح، ترجمے، اور تعارف سے معذرت کرلی۔

آپ نے عدم پر بہت خوبصورت بات کی ہے یوں تو متکلمین اور فلاسفہ کے ہاں طے شدہ اصول کہ العدمَ لا یُجَدُ یعنی عدم کچھ نہیں مگر ابن عربی نے وہی بات کہی جو آپ نے فرمائی ہے کہ عدم سرے سے نہیں ہے۔ نہیں اس کا مقصد آخرت وغیرہ کا انکار نہیں بلکہ دنیا کا تسلسل اور درمیان میں صرف ایک خفیف پردے کا اظہار ہے ہمارے علماء میں سے بھی تو بعض اس طرف گئے ہیں کہ ''من مات فقد ماتت قیامتہٗ'' آپ غور فرمائیں کہ فتوحات مکیہ کا آغاز اس جملے سے ہورہا ہے الحمد للہِ الذی خلق الشیا عدم و عدمِہٖ دوسرے عدم کی ضمیر پہلے عدم کی طرف راجع ہے یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے چیزوں کو عدم کے عدم یعنی وجود سے پیدا کیا۔ اب چونکہ اُن کے نزدیک عدم کچھ ہے نہیں اور اشیاء کا صدور اشیاء سے ہوتا ہے لہذا ماننا پڑیگا کہ تمام چیزیں وجود (وجود حقیقی کے ظل، انوار تجلی یا جو بھی نام دیں) سے پیدا ہوئی ہیں۔ غالب نے کہا ہے

''ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے — تو پھر کیا ہے اے! نہیں ہے''

یا

''ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد — عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے''

اس کے بعد آپ نے کائنات کا جو نقشہ ترتیب دیا ہے اور کائناتی حقائق، انسانی حقائق اور

Marfat.com

حقائق الھیہ میں اسے تقسیم کر کے یہ بتایا اور مثالوں سے اسے واضح کیا ہے کہ ہر اصل اپنا ظل ،سایہ،عکس رکھتی ہے۔ بہت ہی جامع اور خوبصورت تلمیح ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی نے تفصیل کیساتھ اپنے مکتوبات میں جو چیزیں بیان فرمائی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اُن کے جن پہلوؤں کی طرف آپکا ذہن گیا ہے وہ کم از کم ہم لوگوں کی سوچ میں نہیں تھیں ۔حقائق الھیہ میں حقیقت کعبہ، حقیت قرآن اور حقیقت صلوٰۃ ایک ایسا دائرہ ہے جس میں تکوینی اور تشریعی ساری چیزیں آ گئی ہیں انسان اول، انسان دوم اور انسان سوم پھر ان کے ظل کے فلسفے میں عقل اول، قلم الاعلیٰ اور النفس الکائنہ کی ساری جامع طور پر آ گئی ہے۔ میرے ناقص خیال میں کائنات کے نقشے اور اس کی تشکیل کے اغراض و مقاصد میں جو تفصیل ہے آپ نے اس میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ اگرچہ سمجھنے والوں کیلئے کافی ہے تاہم اس کی مزید تشریح ضروری ہے۔ کائنات کا یہ نقشہ انسان اول سے ''انسان کامل تک'' اور امر کن سے لیکر فیکون سے ترجعون تک کے سارے مراحل کا تفصیلی چارٹ ہے اور اس میں وہ سارے حقائق انتہائی مہارت سے اپنی اپنی جگہوں میں قائم ہو گئے ہیں جو بکھرے ہوئے ہونے کی وجہ سے عام آدمی کے فہم و ادراک سے باہر رہتے ہیں۔ مجدد ہزار سالہ اور سو سالہ کی تعبیر و تفصیل بہت ہی قیمتی، نادر اور علم میں اضافے کا باعث ہے۔ مجھے کیلنڈر نے بہت متاثر کیا ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری منصف ''رحمتہ اللعالمین'' بہت فاضل آدمی تھے انہوں نے بہت محنت کی ہے مگر آپ کا کیلنڈر زیادہ مفصل اور جامع ہے ۔میری ایک گزارش ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسائل کی بجائے دو، چار اہم عنوانات کے تحت چند کتابیں ترتیب دی جائیں۔ جن میں یہ ساری چیزیں آ جائیں یہ علوم و معارف اس لائق ہیں کہ انہیں زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے اور آگے پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جائے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور قلم میں برکت فرمائے۔ آمین

این دُعا از من واز جملہ آمین آباد آپ کا مخلص سید محمد فاروق القادری رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوالحامد محمد اسلم رازی، قادری، نقشبندی، چشتی مہتمم جامع چشتیہ مریم العلوم للبنات

محلّہ عیدگاہ قلعہ دیدار (سنگھ) مصطفیٰ ضلع گوجرانوالہ

حوالہ نمبر ________ تاریخ 20-11-2011

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمد و نصلی و نسلم علی رسولہ النبیِ الاُمیّ الذی روحہ نسخۃ فی لا الحدیث قلبۃ خزانۃ الحی الذی لا یموت اِن مولد محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم سِرُفی سِرِمستورِ بسر لسِرِلایعلمہ عالم ولایدرکہ مدرک ولا یعقلہ العاقلون و علےٰ الہ و اصحابہ اجمعین امابعد

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں ہم اُس کی حمد کرتے ہیں اور درود وسلام اُس کے رسول پر جو نبی واُمی ہیں جن کی روح مقدس عالم لاحوت میں احدیت کا نسخہ ہے جن کا قلب اُس ذات کا خزانہ ہے جو "حیّ" زندہ ہے اور اُسے موت نہیں بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واصحابہٖ وسلم کی پیدائش ایک راز ہے جو راز میں ہے جو علم (بسر) علم الٰہی میں پوشیدہ ہے راز کیلئے جسے کوئی عالم نہیں جانتا اور نہ کوئی ادراک کرنے والا اُس کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی صاحب عقل کی عقل میں وہ راز آسکتا ہے۔ آپ پر اور آپ کی آل اطہار اور اصحاب کبار سب پر سلام ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد چند قرآنی آیات جو قرآن کریم کے بارے میں دعوتِ تفکر دیتی ہیں اُن کو پیش کیا جاتا ہے۔

آیات قرآن

1: "و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی " قرآن کریم وہ باعظمت کتاب ہے جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹)

Marfat.com

2: ما فرطنا في الكتاب عن شيءٍ اِس کتاب میں ہم نے کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی

(سورہ انعام آیت نمبر ۳۸)

3: تفصيل الكتاب تنزيل من رب العالمين جس میں ہر چیز کی تفصیل ہے۔

(سورۃ یونس آیت نمبر ۳۷)

4: افلا تدبرون في القرآن. افلا تتفكرون في القرآن قدم قدم پر دعوتِ غور و فکر ہے۔

5: الاماشاء الله ولا يحيطون بشيء من علمه الا بماشآء (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۵) ترجمہ: اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا چاہے

یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے لیکن عقول انسان اس کی کما حقہ معرفت سے قاصر ہے۔ گنتی کے چند افراد اس کے عارف کامل کہلانے کے مستحق ہیں ثلة الاولين وقليل من الاخرين (سورہ واقعہ آیت نمبر ۱۳،۱۴)

انہیں میں سے ایک شخصیت ہے جو اہل دانش میں مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے حضرت کا وجود مسعود (ایة من ایات اللہ) (جوہر مجددیہ) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اہل جہاں کے لئے بالعموم اور اہل ہند کے لئے بالخصوص ایک نعمت غیر مترقبہ ہے پھر آپ کے آثار و تبرکات میں آپ کے مکتوبات شریف علم و عرفان کا ایک عظیم سرمایہ جو اہل تصوف کے لئے سربمہر خزانہ ہیں اگر انہیں قرآن حکیم کی عدیم المثال توضیح و تشریح اور بے نظیر تفسیر کہا جائے تو بلا مبالغہ درست ہے جو پکار کر کہہ رہے ہیں

(نہ سمجھا اس جہاں میں کوئی زبان میری)

یہ حقیقت دوپہر کے سورج سے بھی زیادہ روشن ہے کہ لوگ خدا تک رسائی چاہتے ہیں حالانکہ وہ ایک مردِ حق آگاہ کے مقام سے بھی ناواقف ہیں اور بقول اقبال:

عجب نہیں کہ خدا تک ہو تیری رسائی   تیری نظر سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

Marfat.com

یہ سربستہ راز اس وقت افشاء ہوا جب عارف مکتوبات امام ربانی محترم المقام جناب فضل احمد حبیبی عظیمی صاحب نے مکتوبات شریف کی روشنی میں اسرار تخلیق رسالت مآب احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) و کائنات کو مرتب کیا۔ حسب حکم میں نے کتاب مذکورہ کو لفظ بہ لفظ پڑھا جن اسرار کائنات سے موصوف نے پردہ اٹھایا بلا خوف تردید اور بغیر کسی خوشامد کے یہ کہنا بجا ہے کہ وہ انہیں کا حصہ ہے کائنات کی ابتداء، عدم وجود کی بحث پھر کان وحدت سے کن کا کلمہ اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور۔ کائنات کو تین دائروں کی شکل میں جیومیٹریکل انداز میں صفحہ قرطاس پر لانا: این کار از تو آید و مردان چنیں کنند (یہ کام آپ کو ہی جچتا ہے اور مرد ایسا ہی کرتے ہیں)

حبیبی صاحب نے فون پر حکم کیا کہ صرف پڑھنا ہی نہیں اس پر کچھ کہنا بھی ہے سو بحکم موصوف کچھ تو کرنے سے قبل میں کتاب حق (قرآن) سے بطور استخارہ (مشورہ) طلب کیا تو یہ مقام کتاب میں سامنے آیا۔ "جنت عدن التی وعد الرحمن عبارة بالغیب انه کا وعده ماتیا لا یسمعون فیها لغو الا سلما الا یه" یہ سدا بہار باغ ہیں جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے بے شک اس کا وعدہ آنے والا ہے وہ اس میں کوئی بیکار بات نہیں سنیں گے مگر سلام (سورہ مریم آیت نمبر ۶۲۔۶۱) جب یہ خدائی فیصلہ ہے کہ یہ سدا بہار باغ ہیں اللہ کی عطا ہے اس میں کوئی لغو بات نہیں یہ سلام اور سلامتی ہے تو تنقید کیسی ویسے بھی تنقید آورد پر ہوتی ہے تصنع پر ہوتی ہے آمد پر نہیں کیوں کہ آورد میں تکلف ہوتا ہے اور آمد کا مدار فضل الٰہی پر ہے حضرت مصنف نے سورہ قدر کے ایک لفظ (ھ) پر بحث کی اور سورۃ نجم کی ابتدائی آیات کو برائے بحث منتخب کیا ہے ساتھ ہی ساتھ انما امرہٗ اذا اراد شیاء ان یقول له کن فیکون (سورۃ یٰسین آیت نمبر ۸۲) کے نقاط اٹھائے ہیں کہ یعنی (انما) نیت کا مقام ہے پھر ارادہ کا مقام قلب ہے یہ دونوں باتیں پوشیدہ ہیں تیسری امر کن جس کا نتیجہ فیکون قول ہے جو ظاہر ہے۔ صاحب تحقیق العارفین تفسیر روح البیان کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔ اعلم انه لما تعلقت ارادة الحق بایجاد الخلق ابرز الحقیقة الاحدیة من کمون الحضرة الاحمدیة فمیزه بمیم

Marfat.com

الامکان (تحقیق العارفین ج1 (ص394)

ترجمہ: "جان لے کہ جب ارادہ الٰہی ایجاد خلق سے متعلق ہوا تو اس نے احدیت کی کان سے دو چیزیں نکالیں ایک کلمہ کن اور دوسری حقیقتِ احمدیہ یعنی نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جسے امکان کی میم کا قالب یعنی برقعہ پہنا دیا" اور بقول علامہ ابن جوزی اس نور سے فرمایا کونی محمداً۔: (میلادِ ابن جوزی صفحہ ۴) ترجمہ: "تو میرا محمد بن جا"

سیدالاولیاء سید محمد کالپوری علیہ الرحمتہ اپنے رسالہ "علم حقیقت" میں فرماتے ہیں

قال علیہ الصلوٰۃ السلام انما نسمی علی الارض بمحمد وفی السمآء باحمدؐ وفی الثریٰ بمحمود و علی العرش باحد (تحقیق العارفین ج ۲ص ۵۴۸)۔

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا زمین پر میرا نام "محمد" ہے آسمان میں "احمد" تحت الثریٰ میں "محمود" اور عرش پر "احد" ہے۔ تاج دار اجمیر خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز خواجہ محمد معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوب بنام خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں عمر پر سید پس ذات خاص حضرت چہ باشد پیغمبر فرمود انا احمد بلامیم

ترجمہ "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا" خاص ذات حضرت کی کیا ہے آپ نے فرمایا میں احمد بلا میم ہوں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ قصیدہ شریف میں رقم فرماتے ہیں

گفت انا احمد بلامیم — از زبان پاک احمد مختار

قل ھو اللہ احد وصف احمد دان — وز میانش ولیک میم برآر

یعنی اللہ تعالیٰ نے احمد مختار ﷺ کی زبان پاک سے خود فرمایا "میں احمد بلامیم ہوں یعنی میں احد ہوں اور قل ھو اللہ احد۔ احمد ﷺ کا وصف جان لیکن اس کے درمیان سے میم کا حرف نکال دے (تحقیق العارفین ج ۲ص ۵۶۸)

حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمتہ مواہب لدنیہ کے (صفحہ ۱۸۲) پر اسماء مقدسہ میں فرماتے

Marfat.com

ہیں من اسماء صلی اللہ وسلم الا حد و الجبا و الغفور و المختار. حضور علیہ السلام کے مبارک اسماء میں احد، جبار، غفور اور مختار ہیں حدیث مشہورہ میں ہے۔ کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (میلاد ابن جوزی ص ۴) ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے اپنی پہچان کے لئے مخلوق کی تخلیق کو پسند کیا جبکہ دوسری حدیث پاک میں ہے کان اللہ ولم یکن معه شیاء یعنی وہ ذات تھی اور اس کے ساتھ دوسری کوئی چیز نہ تھی۔ ذات تھی

بقول سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

جدوں احد اک اکلا سی نہ رب رسول نہ اللہ سی (اسرار معرفت الٰہی)

یعنی ذات احد تھی صفات و اسماء اور افعال ذات میں پوشیدہ تھے۔ ارشادی باری تعالیٰ ہے

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیاً مذکورا (سورۃ الدھر آیت نمبر 1)

ترجمہ: انسان پر وہ وقت بھی تھا جب یہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا (الانسان فی القرآن از نور الحسن شاہ کیلیانوالہ)

اب ذرا غور فرمائیں زمان بنا چاند اور سورج کی تخلیق کے بعد اس سے پہلے دھر، اور دھر سے پہلے سرمد اس سے پہلے ازل۔ ازل سے پہلے قدم اور قدم سے پہلے ہے ذات، ذات ہویت میں تھی یعنی ھو تھا۔ احدیت تھی پھر ظہور صفات ہوا واحدت کا ظہور ہوا اس کی تعبیر حقیقت محمدیہ سے کی گئی اسکے بعد (واحدیت) پھر عالم ارواح پھر عالم امثال اور پھر عالم اجسام پھر انسان۔ ھویت نے جب ظہور فرمایا تو حقیقتِ محمدیہ کا جلوہ ہوا۔ پھر واحدیت عالم صفات اور عالم اسماء وغیرہ وغیرہ ظہور پذیر ہوئے۔ افق مبین پر روح احمدیت اور قالب کا ملاپ ہوا جو نتیجہ ہے محبت کا اور انسان اول بن گیا جسے الانسان کہا گیا انسان اور الانسان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کتاب اور الکتاب میں ہے۔ کتاب وہ ہے جسے کوئی انسان لکھے اور الکتاب وہ ہے جو ذات حق کے علم لدن سے نازل ہو اسی طرح انسان وہ ہے جو زمین پر بنے اور الانسان وہ ہے جو افق مبین پر ظاہر ہو۔ ''الانسان

Marfat.com

''اس کائنات کی اصل یعنی بیج ہے (اسرار القدم ص ۱۲۹) انامن نور اللہ والخلق من نوری 'میں اللہ کے نور میں سے ہوں اور مخلوق میرے نور سے ہے حدیث کنت کنزا کے ضمن میں گزرا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے محبت سے اپنی پہچان چاہی تو مخلوق کو پیدا کیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ہی تھا اور کچھ نہ تھا تو کہاں چھپا تھا؟ کس سے چھپا تھا؟ کس میں چھپا تھا؟ کس کے لئے چھپا تھا؟ امام جلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تعلیم توحید و دقیق علوم" (ص ۷۲) میں فرماتے ہیں صحابی رسول ﷺ نے سوال کیا آقا این کان ربنا قبل ان یخلق الخلق تخلیق کائنات سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا فرمایا قال فی عما حضور ﷺ نے فرمایا ''عماء (گہرے بادلوں) میں تھا'' (مرقاۃ شرح مشکواۃ) نور وظلمت کے ستر ہزار حجاب تھے پہلے وہ ظاہر تھا یہ پوشیدہ تھا پھر اسے ظاہر کر کے خود چھپ گیا۔ پہلے کثرت چھپی تھی وحدت کے پردے میں پھر وحدت چھپ گئی کثرت میں پہلے درخت پوشیدہ تھا بیج میں پھر بیج چھپ گیا درخت میں فی انفسکم افلاتتفکرون 'وہ تمہاری جان میں ہے کیا تم غور نہیں کرتے۔

مرأت العارفین جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس میں ہے فالروح المحمدیة خلاصة الاکوان واول الکائنات واصلها روح محمدی خلاصہ اکوان۔ اول کائنات اور اس کی اصل ہے۔ سر الاسرار میں شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ کے مرید خاص سید علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا۔ آقا آپ کا نانا محمد رسول ﷺ اصل میں ہیں کیا؟ فرمایا (درۃ التوحید الذی ان ضاعنہ) ترجمہ: صدف توحید سے جو موتی نکلا وہ ہے میرا نانا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں صاحب تفسیر روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لما اراد اللہ ان یخلق العالم خلق درة (روح البیان پارہ ۱۸) جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق عالم کا ارادہ فرمایا تو ایک موتی (محمد ﷺ) پیدا کیا جو نور تھا فمکث ذلک النور بین یدیه مائة الف عام فکان یلظه فی کل یوم ولیلة سبعین الف لحظة ونظرة۔ ترجمہ: پھر وہ نور ایک لاکھ سال اس کے سامنے رہا جسے وہ خالق ایک دن رات میں ستر ہزار مرتبہ ہر لحظہ نئی نظر سے ملاحظہ فرماتا اور نوازتا تھا۔ یہی بات

Marfat.com

تھی جو امام عبدالرزاق ابوبکر ابن ہمام علیہ الرحمۃ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان فرمائی ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ الحدیث (مصنف عبدالرزاق۔ نسیم الریاض شرح شفاء) اُسی موتی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا والنجم اذا ھوی۔ یہی وہ نجم ہے جو باعث تخلیق کائنات ہے (تفسیر مظہری جلد ۹) یہی مراۃ الرحمٰن (رحمان کا آئینہ) ہے اس کے متعلق (مکتوبات ج ۲ مکتوب نمبر ۷ اسکے علاوہ تاریخ الخمیس دیار بکری ج ۱) میں ہے اللہ نے فرمایا یا محمد انا وانت و ما سواک خلقت الاجلک اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب محمد ﷺ میں ہوں اور آپ ہیں اور جو کچھ تمہارے سواء ہے وہ میں نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ نور عرض گزار ہوا۔ اللھم انت و انا و ما سواک ترکت لاجلک ترجمہ: اے میرے اللہ تو ہی ہے میں نہیں ہوں اور جو کچھ تیری ذات سے ماسوائے ہے میں نے تیری ذات کیلئے ترک کر دیا یعنی چھوڑ دیا یہ خلقت الاجلک اور ترکت لا جلک یہی وہ راز ہے جو کتاب اسرار تخلیق رسالت مآب احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و کائنات میں افشاء کیا گیا ہے۔ جو کرہ ارض (زمین) پر پیدا ہو وہ انسان ہے جو وحدت کی کان سے امر کن کے ساتھ ہی برآمد ہو وہ الانسان ہے۔ روح نے جب قالب کا برقعہ پہن لیا تو حقیقت احمد کا ظہور ہو گیا ورنہ اس کی حقیقت کو کوئی کیا جانے جب آقا ہر دو عالم ﷺ نے اپنے رفیق خاص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما دیا یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقتاً غیر ربی اے ابوبکر! میری حقیقت کو میرے پروردگار کے بغیر کوئی نہیں جانتا (نور الابصار ص ۴۴)

قابل صد مبارک ہیں وہ مرشد کریم علیہ الرحمتہ جنہوں نے تعلیم و تربیت کر کے ایک ایسا گوہر زمانے کو دے دیا جس نے وہ کام کر دکھایا جو پچھلی صدیوں میں نہیں ہوا اور وہ فضل احمد بھی ہے اور حبیبی عظیمی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو عمر خضر عطا فرمائے اور مکتوبات کے سربستہ رازوں سے مزید پردہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم جیسے ناآشناؤں اور ناواقفوں کو ان کے فیوض و برکات سے مستفیض اور مستفید فرمائے این دعا از من و از جملہ جھاں امین باد (میری طرف سے یہ دعا ہے اور تمام جہان کی طرف سے آمین ہو)

طالب دعا۔ خیر اندیش
ابوالحامد پیر محمد اسلم رازی قادری چشتی نقشبندی
26-12-2011

Marfat.com

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد

17/2 - سی ----پی، ای، سی ایچ سوسائٹی
(کراچی سندھ کوڈ نمبر 75400، فون نمبر 4552468)

مکرمی وزید عنایت!

السلام علیکم! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے۔ آپ کے چار کرم نامے تشریف لائے، علمی مصروفیات کی وجہ سے بغور مطالعہ کی نوبت نہیں آئی۔ آپ کا فون آیا، کرم بالائے کرم کا ممنون ہوں......ایڈیٹر کے نام خط پڑھا حلول، والی بات سمجھ میں نہ آئی، مجبور ہو کر ایسی بات لکھنا حیران کن ہے......فقیر کو گوشہ ہی میں رہنے دیں تو اچھا ہے......آپ کے مخلصانہ جذبات وخیالات کا ممنون ہوں۔

تنزلات کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی کوئی تفصیلی تحریر نظر سے نہیں گزری......ابن عربی کی اس کتاب جس میں یہ مسئلہ حل ہو فقیر کے علم میں نہیں......مفتی اقتدار خاں صاحب کا تبصرہ جاندار اہم ہے اس لئے بھی کہ وہ ناقد ہیں، ان کی تنقید سے اقبال بھی نہیں بچے۔ آپ اس کارخانہ عظیم میں داخل ہونا چاہتے ہیں، یہ ہمت بلند مبارک ہو فقیر یکم مئی تک لاہور پہنچے گا۔ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کرنی ہے مندرجہ بالا فون نمبر پر لیاقت علی صاحب سے رابطہ کر سکتے ہیں

دعاؤں میں یاد رکھیں۔ احباب واہل خانہ کو سلام کہہ دیں

یامین الدین حقی جمیل الدین حقی

Marfat.com

لیفٹیننٹ کرنل (ر) الطاف محمود ہاشمی میکینکل انجینئر ایم بی اے (آئی ٹی)

i-48 عسکری 7 اڈیالہ روڈ راولپنڈی ii- خانقاہ محبوبیہ سید اشرف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

تبصرہ

انٹرفیس (Interface) انجینئرنگ کی ایک اصطلاح ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو دو مختلف چیزوں کو آپس میں ملا کر ایک کی کسی خصوصیت کو دوسری میں منتقل کرتی ہے۔ مثلاً جنریٹر کی پیدا شدہ بجلی کو انٹرفیس کے ذریعہ برقی آلات کو منتقل کی جاتی ہے۔ انٹرفیس کی دو سائیڈیں ہوتی ہیں، ایک جنریٹر کی طرف اور دوسری آلات کی جانب۔ آلات کی جانب والی طرف کی سمت کا آلات سے اور دوسری جانب کا جنریٹر سے ملتا جلتا ہونا ضروری ہے ورنہ انٹرفیس کام نہیں کرے گا۔

نبی، امتی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان انٹرفیس کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی دو جہتیں ہیں، ایک خالق کی طرف اور دوسری مخلوق کی جانب۔ جو جہت مخلوق کی جانب ہے اس سے ہم سب واقف ہیں، ہاتھ پاؤں ایک جیسے، کھانا پینا جاگنا سونا ہماری ایک طرح کا۔ لیکن جو جہت اللہ کی طرف ہے اسے کئی لوگوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ قرآنِ پاک نے اسے واضح انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ رؤف، رحیم، کریم، عزیز، غالب، سمیع، بصیر ہے تو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی قرآنِ پاک میں رؤف، رحیم، کریم، عزیز، غالب، سمیع، بصیر قرار دیا اسی لیے یہ انٹرفیس ہر لحاظ سے مکمل ثابت ہوا اور انوارِ الٰہی کے انتقال میں سالک کے لیے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ عارفین اسی جہت کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، اور جب انہیں اس کی کوئی جھلک نظر پڑ جاتی ہے تو اقبالؒ کی طرح پکار اٹھتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

Marfat.com

مجددی سلوک میں لطائف اس انٹرفیس کی بنیاد ہیں جبکہ حقائق اسی انٹرفیس کا ایڈوانس تعلق ہیں۔ انہی کے ذریعہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پردوں سے ورے جھانکنے کا موقعہ میسر ہوا تو پکار اٹھے

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک
سزد گر بگذارنم سر زافلاک

(جب شاہ نے مجھے مٹی سے بلند کر دیا تو میرے لیے بجا ہے کہ اپنا سر آسمان سے بھی اوپر لے جاؤں۔ مکتوبات شریف، دفتر 1، مکتوب 2)

جب مجھے حبیبی صاحب کی کتاب ''اسرار تخلیقِ آدم'' پر لکھنے کا اتفاق ہوا تو مجھے گمان گذرا کہ اُن کی دسترس لطیفۂ قلب تک ہی محدود ہے کیونکہ اکثر سالکین کو تمام لطائف کی تکمیل کے باوجود فنا صرف ایک لطیفہ میں ہی ملتی ہے۔ لیکن آج زیرِ نظر کتاب پڑھ کر اپنے اندازہ کے غلط ہونے کا ادراک ہوا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے یقیناً لطیفۂ اخفیٰ پر بھی اتنی دسترس عطا فرمائی ہے جتنی کہ قلب پر۔ اللھم زد فزد انہوں نے اس مقام پر لطیفۂ اخفیٰ کی ایسی مشاہداتی تفصیل بیان کی ہے جو یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حبیبی صاحب پر محمدی اور احمدی ﷺ انٹرفیس کی جہتِ الٰہی وا کر دی ہے۔ یاد رہے یہ حقائق غیروں پر نہیں اپنوں پر ہی کھولے جاتے ہیں۔

عربی کا مقولہ ہے کلام الملوک ملوک الکلام ''بادشاہوں کی بات باتوں کی بادشاہ ہوتی ہے'' ضروری ٹھہرا کہ اسے سمجھنے کے لیے دماغ بھی بادشاہوں کا سا ہو۔ یہ کرم اللہ تعالیٰ نے حبیبی صاحب پر کر دیا ہے۔ حبیبی صاحب پر جو بھی راز منکشف ہوئے انہوں نے پوری دیانتداری کے ساتھ اہل افراد کے لیے تحریر کر دیے ہیں تاکہ سالک رہنمائی حاصل کر سکیں اور شاہد اپنے احوال سے موازنہ کر کے راہ کا کو ایڈجسٹ کر سکیں۔ میں نے اس تحریر سے حقیقتاً وہ کچھ حاصل کیا ہے جس کا تذکرہ اس مختصر تعارف میں ممکن نہیں۔

Marfat.com

مولانا عبد القیوم حقانی

بانی القاسم اکیڈمی

نوشہرہ صوبہ سرحد

مخدوم مکرم و معظم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ! مزاج شریف گراں قدر، وقیع، شاندار جامع، اور ہر لحاظ سے اپنے موضوع کے حوالے سے ایک عمدہ ترین کتاب برائے مطالعہ واستفسار بھیجنے کا شکر گزار ہوں سفر میں ساتھ رہتی، حضر میں ساتھ رہتی، پڑھتا رہا اور بھرپر استفادہ کرتا رہا، نورعلم، استدلال، استنباط، دلائل اور مسائل، لائق صد تحسین ہیں۔ اللہ کریم نے آپ کو بیماری، علالت، اعذار وامراض کے باوصف علم، کتاب، قلم، مطالعہ اور افادہ امت کیلئے چن لیا ہے۔ پھر خدا کی شان، موضوع بھی قرآنیات، قرآن جس طرح کل معجزہ تھا آج بھی معجزہ ہے، نظم ومعنی اعجاز ہے۔ پیشنگوئیاں اعجاز ہیں۔ لفظ لفظ اور حرف حرف اعجاز ہیں۔ آپ مبارک ہیں آپ چنے ہوئے ہیں۔ باری تعالیٰ آپ سے قرآنی اعجاز، قرآنی علوم ومعارف اور قرآنی پیغام واحکام کی ترتیب، تدوین، اشاعت اور فروغ وترویج کا کام لے رہا ہے۔ میں نے تو آپ کو بیماری میں دیکھا ضعف وعلالت میں دیکھا اعذار وامراض میں دیکھا ان حالات میں علم واستدلال کا یہ عالم ہے اگر صحت ہوتی تو خدا جانے تحریر واشاعت کا کیا عالم ہوتا۔ میری طرف سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ قرآن کے ایک لفظ سے بھی نسبت ہو جائے گویا خدا کا دامن ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آپ تو قرآن کی ترتیبِ نزولی پر کام کر رہے ہیں۔ آپ کے کام اور فائلیں اور موضوعات ومسودات دیکھ کر مجھے قرونِ اولیٰ کی علم دوستی کے واقعات و حکایات یاد آجاتے ہیں۔ مسودات معیارہ واپس بھیج رہا ہوں ان میں عنوانات بھی درست ہیں بغلی سرخیاں بھی، گفتگو آسان عام فہم، سلیس اور شستہ ہے۔ جہاں سے کھولا پڑھتا ہی چلا گیا۔ دوبارہ مبارکباد میری دلی دعا ہے اللہ پاک عمدہ ترین اشاعت اور جامع وخوبصورت طباعت کے وسائل عطاء فرمائے۔ (آمین) عبد القیوم حقانی والسلام ۲۰۱۱/۱۱/۲۵

Marfat.com

حکیم محمد سعید

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

ناظم آباد کراچی پاکستان 74600

12-07-1998

تبصرہ

جناب محترم صاحب السلام علیکم!

علم کی اشاعت، فکر کی وسعت اور دانش کی حفاظت کسی قوم کیلئے بنیادی اہمیت رکھتی ہے اس لئے وہ اصحاب جو اس خدمت میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے علم و فکر کی ملک و ملت کیلئے عام کرتے ہیں ہمارے لئے نہایت قابل احترام اور لائق ستائش ہیں۔

میں نے برصغیر کے ان اہل فکر و نظر اور صاحبان تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین و اطمینان ہے کہ انہوں نے برصغیر میں انقلاب فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر و تہذیب اذہان میں ناقابل فراموش اور موثر و مثبت مصدر ہیں اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ ازراہ لطف و کرم اپنے گراں قدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ہدیۃً بھجواتے رہے ہیں۔ بلا شبہ یہ میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ برصغیر میں اہل فکر و قلم کی تحریرات کو محفوظ کرنے کا تخیل صرف اس حد تک ہے کہ قومی اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں اس قسم کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سیاسی رہنما سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ شخصیات ہیں کہ جو افکار کو جنم دیتی ہیں اور علم و عمل کی راہوں کو ہموار کرتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایسی تمام تحریرات کو جمع کر کے ان کو محفوظ کر دینے کا انتظام کر دوں۔ بلا شبہ یہ تحریرات آج بھی قیمتی ہوں اور آج سے پچاس اور سو سال بعد ان کی قیمت و قدر کئی گنا زیادہ ہوگی کہ ان کو ایک اثاثہ ملی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ پچاس اور سو سال بعد شائد ہم تو اس دنیا میں موجود نہیں ہوں مگر میں فکر و نظر کیلئے آنے والی ملت کے لئے یہ تاریخی سرمایہ محفوظ کر جاؤں گا کہ جو متعدد اعتبارات سے موضوع فکر بن سکتا ہے۔

Marfat.com

میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کم سے کم اپنی کسی ایک تصنیف کا مکمل مسودہ اصل حالت میں (یعنی جس حال میں کہ کتابت یا طباعت کیلئے دیا گیا تھا) مجھے عطا فرما دیجئے کہ میں اسے مجلد کرا کے بیت الحکمہ کے شعبہ مسودات مصنفین میں محفوظ کر دوں۔ آپ کے اس تعاون وعطا سے مجھے ملی خدمت کا موقع مل جائے گا اور ہدیہ تشکر وتعاون بھی آپ کو پیش کر کے مطمئن ہوں گا۔

میری ایک اور درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے حالات (بایوڈیٹا، حیات نامہ) سے بھی مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تا کہ میں اس مسودہ کے ساتھ اسے بھی محفوظ کر سکوں۔

احترامات فائقہ کے ساتھ آپ کا مخلص
حکیم محمد سعید

Marfat.com

مفتی اقتدار احمد خان قادری نعیمی بدایونی

(نعیمی کتب خانہ، مہتمم مدرسہ) (غوثیہ نعیمیہ مفتی احمد یار خان) محلہ مسلم آباد گجرات، پنجاب (پاکستان)

1997

تبصرہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ورؤ ف الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ حضرت والی محترم جناب میاں فضل احمد حبیبی کی کتاب بے مثال ''استفسارات دراسرار حبیب'' خود میاں صاحب نے مجھے پیش کی میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے چند دن اس کتاب کو بالکل ہی نہ دیکھ سکا اور اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اپنے غیر مصروف وقت میں قسط وار اس کتاب کا مطالعہ کروں گا۔ یہ میرا ذہنی اور قلبی ارادہ تھا۔ مگر جب ایک فرصت کے دن اس کتاب کو مطالعہ کی غرض سے اٹھایا اور کھولا اور چند سطریں ہی مطالعہ کیا تو اس کتاب کے الفاظ کی چمک میرے ذہن و دماغ سے ہوتی ہوئی دل تک پہنچی اور میں سمجھ گیا کہ یہ کتاب نہیں بلکہ کسی عظیم شخصیت کی کرامت ہے۔ ایسی کتاب میری نظر سے اس سے پہلے کبھی نہیں گزری اور شائد نہ اس کے بعد۔ جو تسلسل روانگی، بداہت اس میں پائی۔ وہ دلچسپی اور کشش کے لئے لاجواب تحفہ ہے۔ میں اپنی عادت کے مطابق ہر چیز کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور پڑھتا ہوں اسی وجہ سے میں نے کبھی کسی چیز کو یا کسی مضمون کو اچٹتی نظر سے نہیں پڑھا۔ میں نے بہت سے کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن جس کتاب پر میری تنقید ہوئی وہ آخری دم تک تنقید ہی رہی۔ مگر اس کتاب کی میں نے یہ شان دیکھی کہ جس سطر پر یا جس بات پر میرا تنقیدی سوال واقع ہوا۔ تو فوراً اگلی ہی عبارت میں اس کتاب نے مجھے شافی او وافی جواب عطا فرما دیا اور میری تسلی ہوگئی۔ اس کے علاوہ ابھی تک میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ اس کو شریعت کی کتاب کہوں یا طریقت کی، حقیقت کے موتی کہوں یا معرفت کے جواہر۔ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب بحر بیکراں ان چاروں بنیادی علوم کا ذخیرہ کثیر ہے اور ہر علم کا ماہر اس کتاب سے کثیر فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ میرے تاثرات کے مطابق ہر قسم کا مزاج رکھنے والا اس سے مستفیض و مستفید ہوگا۔ اس عظیم کتاب میں عظیم مصنف کا علمی

Marfat.com

نقشہ بھرپور انداز میں موجود ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہنے میں بھی غالباً حق بجانب ہوں کہ مضامین کتاب القائے ربانی کی منت ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کے کئی مقامات پر مصنف کی نظر ثانی میں آ کر خود مصنف ہی کو متحیر کر دے کیونکہ اس کتاب کے مطالعہ سے خاص طور پر جو ایک بات دل میں اترتی چلی جاتی ہے وہ وہی ہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ مولا تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب کا شرعی اور روحانی فیض حاصل کرنے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے۔ قارئین حضرات تو اس کتاب کو شائد ایک کتاب ہی کا نام دیں۔ مگر میرا دل اور ذہن و عقل اس بات پر اصرار کر رہا ہے کہ یہ صرف کتاب ہی نہیں بلکہ ثنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم گلدستہ روح پرور ہے۔

اس کتاب کی یہ خصوصی شان ہے کہ ہر پڑھنے والے کو اس انداز میں بھی نظر آئے گی کہ اس کے مصنف کو رب تعالیٰ نے سمندر قرآن مجید سے نعت مصطفیٰ کے موتی نکالنے کیلئے منتخب کیا ہے اور اس انداز میں ثناء خوانی کی گئی ہے کہ اگر کوئی منکر اس نعت کا انکار کرنے کی کوشش بھی کرے تو نہیں کرسکتا اور اس منکر کا دل پکار کر کہے گا کہ تیرا انکار بالکل غلط ہے۔

نوٹ: نیز اس کتاب کا نام تصوف اور کائنات قرآن کی روشنی میں یعنی نعت قرآنی کی روشنی میں ہونا چاہیے۔

بندہ فقیر اقتدار احمد خان نعیمی بدایونی

Marfat.com

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت ہے کہ اس نے بندہ کو عاجز پیدا کیا تا کہ وہ اپنی ضروریات حیات کو پورا کرنے کیلئے دوسرے بندوں کے زیر دست ہونے پر مجبور رہے۔

اس کی ضروریات ظاہری یا باطنی ہوں دوسروں سے معاونت کے حصول کے لئے اپنی فطرت کے مطابق ان سے وہ نہ تو فرار اور نہ ہی انکار کرسکتا ہے۔ یہ اس کی بے بسی اور عاجزی ہے۔ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزی کا اقرار اور دل سے تسلیم نہیں کر لیتا وہ اسفل ہے بندہ نہیں، گندہ ہے۔ تسلیم کرنے والا ہی بندہ ہے۔

کتاب (اسرار تخلیق احمد و کائنات ﷺ) کی تالیف کے دوران میری توانیاں کمزور پڑ جاتیں تو ان کی کمی کو پورا کرنے کیلئے جن کرم فرما دوستوں نے اپنی توانائیوں کا ایثار کیا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے وہ اس لئے کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کیلئے بندہ اپنے اندر بے چینی پاتا ہے۔ اور اپنے گرد جن کے کئی حلقے ہیں اہل خانہ کا حلقہ، عزیز و اقارب کا، دوستوں کا حلقہ اور کرم فرماؤں کا حلقہ۔ الحمد للہ تمام حلقوں نے میری معاونت میں کوئی کمی نہیں رکھی اور پانچواں حلقہ بھی وجود آ جاتا ہے جو مخالفت کی راہیں تلاش کرتا ہے اور یہ قانون قدرت ہے جس میں بہت سے راز پوشیدہ ہیں۔

کتاب کے مسودہ کی تیاری کے دوران بھی بیمار تھا لیکن بیماری مغلوب تھی جب اصل موضوع کا مسودہ تیار ہو گیا تو بیماری غالب آ گئی۔ مجبوراً جنرل ہسپتال لاہور

Marfat.com

آپریشن کیلئے داخل ہونا پڑا اور تین بار آپریشن سے جسمانی کمزوری اتنی غالب آگئی کہ حواس ظاہری ساتھ چھوڑنے لگے لیکن مجھے یقین تھا کہ بزرگوں کی طفیل اللہ تعالیٰ صحت کی نعمت سے نوازے گا۔

ایسے حالات میں اہل خانہ، عزیز و اقارب فطرتاً ساتھ ساتھ لیکن دوستوں اور کرم فرما حضرت نے بھی کمال کر دکھایا۔ اہل خانہ میں سے عبدالسلام مفتی اور بزرگوں میں سے جناب صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری اور مفتی محمد شفیع قلعہ دیدار (گکھڑ) مصطفیٰ ہیں اور چوہدری لیاقت صاحب مقبول بارگاہ رسالت مآب از ملتان۔

تعارف:

۱) مفتی عبدالسلام میرے داماد کلاں ہیں جو ڈائریکٹر ڈرگ ٹیسٹنگ لیبارٹری پنجاب لاہور ہیں۔ انہوں نے علاج کیلئے اپنی ذمہ داری کو بہت احسن طریقہ سے انجام دیا۔ جس کا نتیجہ جنرل ہسپتال میں عمدہ انتظام میسر آیا۔ ہسپتال کے ڈاکٹر فرشتے رحمت اور نرسیں جنت کی حوروں کی طرح نظر آئیں۔ ان سب کے اخلاق سے بڑا متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو دنیا و آخرت میں خوشحال رکھے۔ آمین

۲) میاں جمیل احمد شرقپوری: آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ان کا فیض روحانی اور ظاہری جاری ہے۔ انہیں جب میری علالت اور جنرل ہسپتال میں داخل ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے کمال مہربانی فرمائی، جنرل ہسپتال کے پڑوس میں رہائشی اپنے عقیدت مند خاندان کو ہدایات جاری فرمائی کہ مریض کی تمام ضروریات، خواہ مالی ہوں یا بدنی ہوں ان کو پورا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنے پیر و مرشد کی عطا کردہ ذمہ داری کو

Marfat.com

راحتِ جان جان کر پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی دائمی خوشیاں نصیب فرمائے۔ آمین

۳) مفتی محمد شفیع صاحب جو قلعہ دیدار (سنگھ) مصطفےٰ کے رہائشی ہیں انہوں نے کتاب ''اسرار تخلیق آدم و کائنات'' پر جو تحقیقی اور تخلیقی تبصرہ ایک سال کی محنت شاقہ اور پورے شوق سے لکھا نیز سورہ والتین میں جن اشکال کا حل علماء امت کی نظروں سے اوجھل تھا انہوں نے وہ قرآن و حدیث اور اولیاء اللہ کے تصانیف کی روشنی میں حل کر کے اہل علم و فضل کے لئے تفکر کی نئی راہیں وا کر دیں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ایک ایسا معمہ تھا اگر وہ حل نہ ہوتا تو حضور ﷺ کے وجود احمد ﷺ کی تخلیق کا راز نہ کھلتا۔ وجود احمد ﷺ وہ وجود ہے۔ جس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کرنے کیلئے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی معرفت حاصل ہونا لازم تھا جو سیدنا احمد ﷺ کی تخلیق کو ثابت کرنے کیلئے بنیاد ہے۔

اس بنیاد پر عمارت اسلم رازی صاحب نے تبصرہ لکھ کر قائم کر دی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب اور ان سے قبل ان تمام کرم فرماؤں کو جنہوں نے میری پہلی تالیفات اور زیر نظر تالیف پر جانفشانی سے تبصرہ جات رقم فرمائے اس ضمن میں گرامی قدر صاحبزادہ الطاف محمود ہاشمی کرنل (ر) نے بھی جو تبصرہ قلمبند کیا ہے اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے تبصرہ کو میرے مرشد کریم قبلہ حضرت سید محمد حبیب اللہ صاحب قدس سرہ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر پیش کیا تو اس کی تفصیل مرشد کریم سے حاصل کی۔ جس کی وجہ سے وہ میرے لئے دنیا و آخرت میں بڑی نعمت ہے۔ موصوف کرنل صاحب میرے مرشد کریم کے مرشد کریم خواجہ محبوب عالم قدس سرہ کے پوتے ہیں جو ظاہری اور باطنی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں۔

یکم ربیع الاول ۱۴۳۳ھ **25-01-2012**

Marfat.com

۵) مقصودہ فضل: میری اہلیہ کی B.A تک تعلیم ہے۔ میر محمد شفیع صاحب کی درمیانی بیٹی ہے۔ میر صاحب حضر میاں شیر محمد شرقپوری علیہ رحمۃ کے اخص الخواص میں سے تھے۔ وہ کامل ولی اللہ تھے۔ ان کی اولاد پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ چنانچہ پوری اولاد صالح اور باوقار ہے۔ میری اہلیہ کی تربیت کے اثرات اپنی اولاد پر مرتب ہیں اس لئے وہ بھی نہایت صاف گوہ، عمدہ اخلاق اور خدمت کے جذبہ سے معمور ہیں۔ دوران علاج ہسپتال میں پانچوں بیٹے اپنا اپنا کاروبار روک کر ایک ایک ہفتہ میرے پاس رہے۔ دو بیٹے اور ایک پوتا کراچی سے بار بار آئے اور تین بیٹے اور ایک نواسہ باری باری ایک ہفتہ ہسپتال میں اپنی ڈیوٹی ادا کرتے رہے۔ عزیزم ڈاکٹر نثار مرزا صاحب نثار ہسپتال گجرات نے بھی اپنی پوری توجہ سے علاج کیا اور اب بھی ان کی زیر نگرانی علاج جاری ہے۔

۶) سب سے آخر میں گرامی قدر چوہدری لیاقت ملتان کتاب کی تکمیل کے آخری لمحوں میں تشریف لائے اور زیر نظر کتاب کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ ان کی آمد کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ مؤلف ہذا کے وسائل کی کمی کو پورا کرنے سے عاجز تھا۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کی وہ قبول ہوئی تو اس کی کو پورا کرنے کیلئے تشریف لے آئے۔ جو تحقیقی کام ہو رہا ہے اور اس کام میں گہری دلچسپی لی۔ اس ضمن میں دو عزیز گوجرنوالہ سے تعلق رکھتے ہیں جو اس مشن کیلئے خلوص سے کام کر رہے۔ جن کے نام گلشاد احمد اور شاہد اقبال ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو احسن اجر عطا فرمائیں۔

دعا جو و دعا گو

حبیبی عظمی

مورخہ 22-01-2012

Marfat.com

لیفٹیننٹ کرنل (ر) الطاف محمود ہاشمی میکینکل انجینئر ایم بی اے (آئی ٹی)

i-48 عسکری 7 اڈیالہ روڈ راولپنڈی ii- خانقاہ محبوبیہ سید اشرف تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

تبصرہ

جناب فضل احمد حبیبی صاحب نے اپنی تصنیف ''اسرار تخلیق آدم'' مطالعہ کیلئے عنایت فرمائی حبیبی صاحب سے میرے علمی تعارف کی عمر کچھ زیادہ نہیں لہٰذا اسی طرح پڑھتا گیا جیسے بالکل نئے ادیب کو پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اس کے متعلق پہلے سے کوئی رائے قائم نہیں کی ہوتی۔ محسوس ہوا کہ کتاب کا مواد مشاہداتی ہے اور مشاہدے کو علمی دلائل سے مزین کیا گیا دنیا میں مشاہدہ عوامی میدان نہیں ہے۔ اور مشاہدہ الٰہی تو نہایت ہی کمیاب، اس کا بیان نایاب اور اس پر تحریر ناں پید ہے جیسے جیسے کتاب میں گزرتا گیا مجھے مشاہدے کو مطالعے کی نظر سے سمجھنے کی مشکلات کا احساس ہوتا گیا لہٰذا ایک بار مطالعہ ناکافی محسوس ہوا۔ دوبارہ پڑھنے سے قبل اپنے مرشد ابوالوفا حضرت صدیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے نسخے پر عمل کیا یعنی حضرت سید حبیب اللہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جو فضل احمد حبیبی صاحب کے مرشد اور مربی ہیں اور جن کی صحبت میں انہوں نے نو برس گزارے) اور حبیب اللہ شاہ صاحب کو مرشد کامل (اور میرے جد امجد) حضرت خواجہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ کیلئے ایصال ثواب کر کے ان کی روحانی توجہ حاصل کی۔ اس روحانی توجہ کا اثر ہوا کہ کچھ گتھی کھلی۔ مکمل سمجھنے کے دعویٰ تو نہیں کر سکتا البتہ ایک بات منکشف ہوئی کہ حبیبی صاحب لطیفہ قلب میں کمال رکھتے ہیں۔ جس کا ایک اثر حضرت آدم علیہ السلام کی ذات اقدس کی طرف اتنا میلان ہے کہ اس نے انہیں مشاہدہ کی روشنی میں مطالعہ کرنے پر مجبور کر دیا یہی نہیں بلکہ اپنے مشاہدہ کو تحریر میں منتقل کرنے کیلئے پر خطر میدان میں کود پڑنے پر آمادہ کر دیا۔ عاشقوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ کوئی کیا کہے گا ورنہ عشق ناتمام ہوتا ہے مجھے اس تحریر کے مطالعہ نے حبیبی صاحب سے ملاقات پر مجبور کر دیا اور میں دیوانہ وار ان پر حاضر ہوتا رہا لیکن حبیبی صاحب نے اس کا

Marfat.com

تذکرہ نہ کیا کہیں سے حبیبی صاحب کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مجھے فون کر کے اس کیفیت کا پوچھا تو مجھے یک گونہ خوشی بھی ہوئی اور حضرت حبیب اللہ شاہ صاحب کے لگائے ہوئے ایک اور پھل دار پیڑ کا معترف بھی۔

میرا گمان ہے کہ اس کتاب سے وہ لوگ زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہیں لطیفہ قلب کا مشاہدہ اور علمی ادراک میسر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حبیبی صاحب کے مشاہدہ میں اضافہ فرما کر اسے تحریر سے ہم آہنگ کرنے کے فن میں مزید تقویت عطاء فرما کر ہم جیسے متلاشیوں پر مہربانی فرمانے کی توفیق عطاء فرمائے رکھے آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الطاف محمود ہاشمی

23-03-2010

Marfat.com

قاضی محمد حمید فضلی نقشبندی مجددی

(ادارہ فیوضات مجددیہ خانقاہ فضلیہ)
(گجرات ضلع ناصرہ پاکستان)

تبصرہ

کچھ عرصہ پہلے کتاب ''استفسارات در اسرار حبیب'' کے مطالعہ نے کتاب کے مصنف سے ملاقات کی آرزو سے روشناس کرایا بالآخر مطلوب موصوف سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوگیا یہ حسن اتفاق ہے کہ چند دن شہر گجرات میں مجھے قیام کرنا پڑا اسی قیام کے دوران موصوف کی طویل ملاقاتوں میں ان کی زیر تالیف کتاب ''سفر تخلیق'' کے مسودہ کے اقتباسات کو سننے کا موقعہ ملا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح انور کی تخلیق سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی ولادت تک کے تمام مراحل کا حال بیان کیا گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک نیا پہلو ہے۔ جس میں قرآن کریم کے معارف اور کائنات کے حقائق آپس میں اس طرح منطبق پائے جاتے ہیں جس سے قلبی اطمینان از خود حاصل ہو جاتا ہے نیز انسان اپنی حقیقت سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے کہ وہ کس طرح کائنات اور قرآن کا خلاصہ اور مظہر ہے۔

سیرت کے اس پہلو میں گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر نزول کا حال بیان کیا گیا ہے جس میں تخلیق کائنات کے رموز و اسرار کا ایک جہان سامنے آجاتا ہے جن کے سننے کے بعد میرا قلم اس بات کو لکھنے پر مجبور ہے کہ ''حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبھا الف الف تحیۃ کا ادراک اپنی مختلف کیفیات کے تحت خیار امت پر ہوتا ہے جس کا اظہار کبھی ابن عربی فرما رہے ہوتے ہیں اور کبھی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی علیہم الرحمۃ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے متعلق کسی بھی تعریف و توصیف کرنیوالے کے بارے میں ہے کہ وہ

لا یدرک الواصف المطری خصائصہ
وان لک سابقاً فی کل ما وصفا

ترجمہ:
تیری تعریف میں مبالغے والا سب سے
سبقت میں بھی تیری ادراک خصوصیت سے ہے عاری

کا مصداق ہوتے ہیں۔ یہ عاجز اپنی جملہ ناتوانیوں کے باوصف اس بات کے کہنے میں کچھ باک نہیں محسوس کرتا ہے کہ حضرت میاں فضل احمد حبیبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ایک عظیم گوشہ کی نقاب کشائی فرما رہے ہیں۔ جو شاہد ہے کہ صاحب ذوق وحال ان کے اس کیف کو اپنے مشاہدہ کی آنکھ سے ایک بلند ترین اور عظیم ترین تحقیق پائیں گے کہ خود اس کا عاجز کا حال و کیف یہ ہے کہ

لا یمکن الثناء کما کان حق
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ: ثنا کا حق نہ ادا ہو سکا ہے تیرا کبھی
خدا کے بعد بڑائی تجھے ہیں کہتے سبھی

Marfat.com

ماشاء اللہ

Marfat.com

اسرارِ تخلیق احمد ﷺ و کائنات

''قرآن اور کائناتی حقائق کے آئینہ میں''

تمہید کا حصہ اول

Marfat.com

اسرار تخلیق

''قرآن اور کائناتی حقائق کے آئینہ میں''

سفر تخلیق کے بارے میں کچھ بیان کرنے سے پہلے ایک طویل تمہید لکھی جاتی ہے۔ جو تین حصوں پر مشتمل ہوگی۔ اور تمہید کی طوالت کا باعث تین موجودات کے درجات ہیں۔ پھر ان کے نام پھر ان کا تعارف اس کے بعد ان کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

تفصیل کے بعد ان جہانوں کا آپس میں جو تعلق ہے۔ اس تعلق کو اجاگر کیا جائے گا۔ اس کے بعد انسان اور انسان کی تخلیق کے بارے میں مختصر بیان ہوگا۔ وہ اس لئے کہ کارخانہ کائنات کی تخلیق کے سفر کا مقصود و ماحصل انسان کی پیداوار ہے اور ایک دن میں جس قدر انسانی بچے پیدا ہوتے ہیں وہ کارخانہ کائنات کی ایک شب و روز کی پیداوار (production) ہوتی ہے۔ اور انسان کی تخلیق کا مقصود عبادت باری تعالیٰ ہے اور عبادت جس کا مفہوم ذات باری تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہونا ہے اور ہم کلام ہونے کے لئے معرفت ذات (پہچان) کا ہونا لازم ہے تاکہ آداب کلام ملحوظ رہیں۔ اس کے بعد مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں علم کائنات پر بات ہوگی۔ تاکہ کائناتی حقائق کی معرفت (پہچان) حاصل ہو جائے :۔ حقیقت الحقائق کی معرفت کا باعث ہے۔

تمہید کا حصہ اول:

جن تین جہانوں کا اوپر ذکر کیا گیا اور ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1- جہان مخلوق 2- جہان غیر مخلوق 3- جہان حرم ناز

مختصر تعارف

1- جہاں مخلوق

جہان مخلوق سے مراد وہ جہاں ہے جو امر کن سے ظہور میں لایا گیا اور اسی بناء پر اس کو کائنات کہا جاتا ہے۔ اور وہ کن کی تفصیل ہے جو بتدریج کئی مرحلوں اور کئی زمانوں کا

Marfat.com

طویل سفر طے کر کے تکمیل پانے والا وجود ہے۔ یہ جہان مخلوق اول سے آخر تک فنا کو قبول کرنے والا ہے۔ خواہ ارواح ہوں یا اجسام سب فنا ہونے والے ہیں ہاں کچھ اشیاء فنا سے مستثنیٰ ہیں جن کی تعداد سات ہے اوران کے نام یہ ہیں۔

(۱)قلم (۲)لوح (۳)عرش (۴)کرسی

(۵)جنت (۶)دوزخ (۷)عالم ارواح

جہان مخلوق سے اوپر جہان غیر مخلوق واقع ہے ان دونوں کے درمیان کن کے ظہور کا محل ہے جو ان دونوں کو الگ الگ کرنے والا ہے اور بطور حد فاصل ہے۔

2- جہان غیر مخلوق:

جہان غیر مخلوق سے مراد وہ جہان ہے جو کن کے محل ظہور سے اوپر اس طرح واقع ہے۔ کہ پہلے نچلی طرف اسماء الٰہی کا جہان ہے پھر اس کے اوپر صفات الٰہی کا جہان ہے۔ پھر اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کے شانوں (شیون) کا جہان ہے۔ ان پر فنا نہیں یہ تمام کے تمام جہان غیر مخلوق ہیں۔

3- جہان حرم ناز

جہان حرم ناز سے مراد وہ جہان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شیون سے بالاتر ہے۔ یہ ایسا جہان ہے جس کا ہم تصور ہی کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ چیدہ چیدہ افراد امت اس کے مشاہدہ اور معرفت کے حامل ہوں۔

جدید نظریہ تخلیق

4- عالم مخلوق کی تفصیل:

کائنات وہ عالم مخلوق ہے۔ جسے کن سے پیدا کیا گیا۔ لوگوں میں یہ نظریہ راسخ ہے۔ کہ جونہی امر کن صادر ہوا اسی لحہ آن واحد میں پوری کائنات کا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن قرآن وحدیث اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات فیصلہ طلب ہے۔

کیا کائنات کی عمارت کو آن واحد میں آناً فاناً بنادیا گیا تھا؟ یا یہ کئی مرحلوں میں

Marfat.com

طویل عرصہ میں بنائی گئی تھی؟ اس فیصلہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں امر کن کے معنی اور مفہوم کا تعین کرنا ہوگا نیز معنی اور مفہوم کے تعین کے بعد بات واضح ہو جائے گی۔ کہ کائنات کس انداز میں بنائی گئی۔ اس فیصلہ کے حصول کے لیے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو لفظ کن گیارہ بار قرآن میں وارد ہوا ہے جس کی ترتیب درج ذیل ہے۔

1	سورۃ بقرہ	2	آیت 117
2	سورہ آل عمران	3	آیت 47
3	سورہ آل عمران	=	آیت 59
4	سورہ انعام	6	آیت 73
5	سورہ اعراف	7	آیت 144
6	سورہ حجر	10	آیت 98
7	سورہ نحل	16	آیت 40
8	سورہ مریم	19	آیت 35
9	سورہ یٰسین	36	آیت 82-83
10	سورہ زمر	39	آیت 66
11	سورہ مومن	40	آیت 68

مندرجہ بالا آیات کی ترتیب قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے مطابق ہے۔ لیکن ہمیں یہ جاننا ہے کہ لفظ کن پہلی بار کب اور کس سورہ میں نازل کیا گیا پھر اس طرح علی الترتیب باری باری سب کے بارے میں جاننا ہے۔ تا کہ ہمیں لفظ کن یعنی تخلیق کے پس منظر سے آگاہی ہو سکے۔ لہٰذا مندرجہ بالا سورتوں کو قرآن کی ترتیب نزولی کے مطابق لکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

ترتیب نزولی کے مطابق شمار درج ذیل ہے۔

1	سورہ یٰسین	41	آیت 82 83	کائنات کی تخلیق کے لئے
2	سورہ مریم	44	آیت 35	انسان کی تخلیق کے لئے
3	سورہ حجر	54	آیت 98	غیر متعلق
4	سورہ انعام	55	آیت 73	کائنات کی تخلیق کے لئے
5	سورہ زمر	59	آیت 66	غیر متعلق
6	سورہ مومن	60	آیت 68	انسان کی تخلیق کے لئے
7	سورہ نحل	70	آیت 40	انسان کی تخلیق کے لئے
8	سورہ بقرہ	87	آیت 117	کائنات کی تخلیق کے لئے
9	سورہ عمران	89	آیت 47	انسان کی تخلیق کے لئے
10	سورہ عمران	89	آیت 59	انسان کی تخلیق کے لئے
11	سورہ اعراف	90	آیت 144	غیر متعلق

مندرجہ بالا گیارہ آیات تین قسموں پر ہیں

الف: پہلی قسم میں تین آیات ہیں جن کا تعلق تخلیق سے نہیں ہے اس لئے ان کو زیر بحث نہیں لایا جاتا۔ان کے نام یہ ہیں

(۱) سورہ حجر کی آیت نمبر 98

(۲) سورہ زمر کی آیت نمبر 66

(۳) سورہ اعراف کی آیت نمبر 144

(ب) دوسری قسم میں پانچ آیات ہیں جن کا تعلق انسان کی تخلیق سے ہے لیکن وہ بھی کن

Marfat.com

کے معنی اور مفہوم کے لئے بڑی اہم ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

ا۔سورہ مریم 44	آیت نمبر 35
۲۔سورہ مومن 60	آیت نمبر 68
۳۔سورہ نحل 70	آیت نمبر 40
۴۔سورہ عمران 89	آیت نمبر 47
۵۔سورہ عمران 89	آیت نمبر 59

(ج) تیسری قسم میں تین آیات ہیں جن کا تعلق کائنات کی تخلیق سے ہے۔

ا۔سورہ یٰسین 41	آیت نمبر 82
۲۔سورہ انعام 55	آیت نمبر 73
۳۔سورہ بقرہ 87	آیت نمبر 117

مندرجہ بالا پانچ آیات جن کا تعلق انسان کی تخلیق سے ہے ان کے معنی اور مفہوم سے لفظ کن کے تعین کی تلاش کی جاتی ہے۔

ا۔سورہ مریم 44 آیت 35 (ترتیب صعودی 19)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر سورہ مریم کی آیات نمبر 34 اور 35 میں مذکور ہے۔

آیت نمبر 34 کا ترجمہ:

یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہیں (اور یہ) وہ حق بات ہے (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ) جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

آیت نمبر 35:

ماكان الله ان يتخذ من ولد سبحنه اذا قضى امرآ فانما يقول له كن فيكون

Marfat.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ تو (اس سے) پاک ہے۔ (وہ تو الحی القیوم ہے خالق کائنات ہے وہ اپنا نبی اور رسول بھیجتا ہے۔ اولاد نہیں بناتا۔ اور ان کو جہاں اور جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا اور جس طرح چاہتا ہے اٹھاتا ہے۔ اس کے لئے کیا مشکل ہے۔) جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ پس اس کو یہی کہتا ہے کن (ہو جا) تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے اس طرح پیدا کیا کہ وہ والدہ کے بطن میں بتدریج (9) نو ماہ پرورش پانے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ یعنی اگر کن سے یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے ساتھ ہی پورے وجود کے ساتھ پیدا ہو جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''کن'' جب ''یکون'' کی صورت میں آتا ہے تو اس وقت تخلیق کے عمل کی رفتار بتدریج سفر طے کرتی ہے۔

(فیوض القرآن)

نتیجہ: ''کن'' جب ''یکون'' کی صورت میں آتا ہے تو تخلیق کا عمل مرحلہ وار تکمیل پاتا ہے۔

(ii) سورہ مومن 40/60 آیات نمبر 67,68

ترجمہ: (67) وہی ہے جس نے بنایا تم کو (۱) خاک سے (۲) پھر پانی سے (۳) پھر پانی کی بوند سے (۴) پھر خون جمے ہوئے سے (۵) پھر تم کو نکالتا ہے بچہ (۶) پھر نہ جب تک کہ پہنچو اپنے پورے زور کو (۷) پھر جب تک ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مر جاتا ہے پہلے اس سے اور نہ جب تک کہ پہنچو لکھے وعدہ کو (موت) تا کہ تم سوچو۔

آیت نمبر 68:

هو الذی یحیی و یمیت فاذا قضی امراً فا نما یقول له کن فیکون

Marfat.com

ترجمہ: وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر جب حکم کرے کسی کام کا تو یہی کہے اس کو کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی)

مندرجہ بالا سورہ مومن کی دو آیات 67 اور 68 میں پہلے انسان کی تخلیق کے سات مراحل بیان کئے ہیں اس کے بعد اس کی موت کا تذکرہ۔ اسکے بعد لفظ ''کن'' لایا گیا ہے۔ گویا تخلیق یعنی یکون کا عمل پایہ تکمیل پانے کے بعد کن لانے سے جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہی ہے۔ جو سورہ مریم آیت نمبر 35 میں اخذ ہو چکا ہے۔ یعنی انسان ولادت سے موت تک کے تمام مراحل ''کن'' میں شامل ہیں۔ جو ''یکون'' کی رفتار ہے۔

(۳) سورہ نحل 40/60:

آیت 40: انما قو لنا لشی ءِ اِذا ارد نہ شئًی ان یقول لہ کن فیکون

ترجمہ: ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جا تو وہ ہو جائے۔ (ترجمہ مولانا اشرف تھانوی)

مفہوم: مندرجہ بالا آیت کے مفہوم سے بھی وہی معلوم ہوتا ہے جو پہلی دو آیات کا ہے وہ اس طرح کہ کائنات کی تخلیق کا عمل اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ کہ وہ کتنے عرصہ سے جاری ہے اور کب تک جاری رہے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت ''کن'' کا عمل مکمل ہو جائے گا اور قیامت کا دور شروع ہو جائے گا۔ احادیث کے مطابق پہلے نفخ صور کا دور چالیس سال ہوگا۔ لہٰذا ''کن'' کا عمل جب ''یکون'' کی صورت میں نافذ ہوگا۔ وہ بھی چالیس سال میں مکمل ہوگا۔ ''کن'' کو دوسرے لفظوں میں نفخ صور کہا گیا ہے لہٰذا نتیجہ وہی سامنے آتا ہے کہ یکون کی اپنی رفتار ہے۔

(۴) سورہ آل عمران کی آیات 59 اور 47

آیت 47: قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسنی بشر قال کذالك الله یخلق مایشاء و اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون

Marfat.com

ترجمہ: (مریم) بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے۔ فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے۔ جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کا مفہوم بھی سورہ مریم کے مطابق ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے

آیت 59: ان مثل عیسیٰ عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون

ترجمہ: بیشک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر اس کو کہا ہو جاؤ وہ ہو گیا۔

مندرجہ بالا آیت 59 میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی مثال قرار دیا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے بیان کیا ہے کہ پہلے اسے مٹی سے بنایا گیا اور مٹی سے بنانے اور کن کے نفاذ کے درمیان جو مراحل پیش آئے ہیں ان کا ذکر اتنا طویل ہے کہ ایک الگ کتاب درکار ہے۔ پھر یہ کہ آدم کے قالب میں روح کو عرش پر پھونکا گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قالب کا قد 60 ہاتھ لمبا تھا۔ جس میں روح پھونکا گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے براہ راست کائنات سے پیدا کیا گیا۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا لیکن والدہ کے بطن میں پرورش پانے کے بعد ایک بچے کی صورت میں پیدا کیا گیا۔ ان دونوں پیغمبروں کی تخلیق سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کن کا عمل جب یکون کی صورت میں آتا ہے تو پھر تخلیق کا سفر کئی مرحلوں میں گزر کر مکمل ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بات کہنے میں مجھے کچھ باک نہیں کہ کن کا معنی اور مفہوم وہ نہیں ہے جو لوگوں نے بطور عقیدہ راسخ کر رکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہا تو اسی لمحہ بلا تاخیر آناً فاناً کائنات کا پورا ڈھانچہ کھڑا کر دیا گیا تھا۔ انسان کی تخلیق کا سفر کائنات کی تخلیق کے سفر پر ایک محکم دلیل ہے۔

Marfat.com

تیسری قسم وہ آیات جن میں کائنات کی تخلیق کا ذکر ہے۔

(ا) سورہ یٰسین:

یہ سورت ترتیب نزولی کے مطابق پہلی سورت ہے جس میں لفظ ''کن'' وارد ہے۔ سورہ یٰسین کے نزول کا زمانہ اندازاً نبوت کا ساتواں سال معلوم ہوتا ہے۔ گویا اعلان نبوت کے ساتویں سال کے قریب کائنات کی تخلیق کے اصول سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس کی آخری تین آیات اور ان ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

آیت نمبر 81: اولیس الذی خلق السموت والارض بقدر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلق العلیم

ترجمہ: کیا جس نے بنائے زمین اور آسمان نہیں بنا سکتا ان جیسے کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا۔

آیت 82: انما امرہ اذا اراد شیاً ان یقول لہ کن فیکون

ترجمہ: اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہیے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

آیت 83: فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیءٍ والیہ ترجعون

ترجمہ: سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور پھر اسی کی طرف واپس چلے جاؤ گے۔

مندرجہ بالا تین آیات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو آگاہ کرتا ہے کہ جس طرح اس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی کی مدد سے بنایا جن کی مثال پہلے نہ تھی تو ان کو بنا ڈالا ہے۔ وہ خالق ان جیسے آسمان اور زمین بار بار بنانے پر بھی قادر ہے۔

لیکن ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ذکر موجود ہے کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا گیا۔ جس کا ذکر آنے والے صفحات میں شامل ہوگا۔

Marfat.com

جب اس تناظر میں آیت نمبر 82 کے متن اور ترجمہ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ ''امر کن'' کے نفاذ کی صورت جب ''یکون'' میں تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر تخلیق کا عمل بتدریج مرحلہ وار پایہ تکمیل تک پہنچنے والا ہے۔

سورہ یٰسین کی آیات 83 کے آخر میں ''الیہ ترجعون'' کا معنی ہے واپس لوٹ جانا جب ان دونوں الفاظ کو آیات کے مفہوم کے سیاق و سباق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو عمل ''کن'' کے دو رخ واضح ہوتے ہیں۔ جس کی مثال گھڑی کی سوئی کی حرکت سے ملتی ہے۔ جس طرح گھڑی کی سوئی ایک دائرہ میں گھومتی ہے۔ پہلے وہ سوئی نصف دائرہ کو اوپر سے نیچے کی طرف طے کرتی ہے۔ پھر باقی کے نصف دائرہ کو نیچے سے اوپر کی طرف چل کر دائرہ کو مکمل کر لیتی ہے اس طرح عمل ''کن'' کے درج ذیل دو رخ ہیں۔

(۱) پہلا رخ ''یکون'' (۲) دوسرا رخ ''ترجعون''

وضاحت:

2) دوسرا رخ ترجعون: 'عمل ''کن'' کا وہ رخ ہے جو پستی سے بلندی کی جانب اور وجود سے عدم کی جانب جاری ہے۔

1) پہلا رخ یکون: ''عمل ''کن'' کا وہ رخ ہے جو بلندی سے پستی کی جانب اور عدم سے وجود کی جانب جاری ہے۔

مفہوم:

جس رفتار سے ''یکون'' کا عمل سفر طے کرتا ہے، اسی رفتار سے ترجعون کا عمل سفر طے کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کائنات کا نظام ہی نہیں رہ سکتا جیسا کہ گھڑی کی سوئی کی رفتار کی مثال سے واضح ہے۔

Marfat.com

اس اصول کے تحت کائنات کی تخلیق اور تحلیل ہونے کی رفتار برابر ہونے کے باعث کائنات کی عمر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کائنات کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی تھی۔ اور کائنات کی عمر آخری حصہ میں بیان کی جائے گی۔

(i) سورہ انعام (6/55 آیت 73)

آیت73: **وھو الذی خلق السموت الارض بالحق و یوم یقول له کن فیکون**

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر اور جس دن کہے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا آیت میں یوم حشر کے لئے ''کن'' کا لفظ استعمال میں لایا گیا ہے۔ ''کن'' کا اس لحہ آغاز ہو جائے گا چالیس سال کے بعد دوسری بار نفخ صور کے بعد حشر کا دن قائم ہو گا۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ''کن'' جب ''یکون'' کی صورت میں آجاتا ہے تو وہ اپنی ایک رفتار کے تحت سفر تخلیق کو مکمل کرتا ہے۔

(iii) سورہ بقرہ (2/87 آیت نمبر 117)

آیت: **بدیع السموت والارض و اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون**

ترجمہ: نیا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کا تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں بھی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر کن کے نفاذ سے مذکور ہے جبکہ آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا گیا تھا۔ جس سے یہ اصول واضح ہو جاتا ہے کہ کن سے کام کا آغاز ہو جاتا ہے۔ اور اس کام کی تکمیل مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ہوتی ہے۔ یعنی کن جب یکون کی صورت میں آجاتا ہے تو وہ اپنی ایک رفتار کے تحت سفر کرتا

Marfat.com

ہے۔ ایسا بھی نہیں وہ کام اسی لحہ کامل مکمل ہو کر کائنات کے ڈھانچہ کی صورت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ سورۃ بقرہ میں جو لفظ کن وارد ہوا ہے وہ کائنات کی تخلیق کیلئے آخری بار کا ہے۔

خلاصہ کلام :

مندرجہ بالا گیارہ سورتوں کی مخصوص آیات کے مطالعہ سے ہم جس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں وہ یوں ہے کہ ''کن'' کے نفاذ سے آن واحد میں پوری کی پوری کائنات کا قالب کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ کائنات کئی مرحلوں اور مدت دراز میں بتدریج بنائی گئی ہے۔ نیز یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جتنی بار لفظ ''کن'' وارد ہوا ہے وہ روایتاً استعمال ہوا ہے۔ یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ پہلی بار ''کن'' کب کہا گیا تھا؟ اس امر کی طرف توجہ دینا ہمارا اولین فرض ہے کہ قرآن پاک میں تلاش کریں کہ کن پہلی بار کب کہا گیا؟

مندرجہ بالا آیات اور خلاصہء کلام کے بعد قرآن کریم کی صریح اور واضح آیات سے نیز احادیث نبوی ﷺ سے بھی بات ثابت ہوتی ہے کہ کائنات بتدریج کئی مرحلوں میں بنائی گئی۔ جس سے اس نظریہ اور عقیدہ کی نفی ہو جاتی ہے کہ کائنات کو آنِ واحد میں بنا دیا گیا تھا۔

جہاں مخلوق :

اب ''جہاں مخلوق'' کے بارے میں لکھا جاتا ہے جس میں کائنات شامل ہے پہلے کائنات کے خدوخال کو سامنے لایا جاتا ہے جو تین دائروں (عالموں) پر مشتمل ہے۔

الله الذی خلق السموت والارض وما بینھما فی ستة ایام

ترجمہ: (سورۃ اعراف آیت 54) اللہ ہی تو ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا۔

(یعنی آسمان اور زمین کو بتدریج چھ ادوار میں پیدا کیا) پھر اپنے عرش (تخت حکومت) پر (یوں) قیام فرمایا۔ جو (اس کی شان ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی (بھی خواہ، حمایتی) اور سفارش کرنے والا نہیں (نصیحت حاصل نہیں کرتے) وہی آسمانوں سے زمین تک ہر

Marfat.com

کام کی تدبیر کرتا ہے۔(اس کے امر تابع ہے) پھر کیا ہے؟ امر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہوگا۔

(سورۃ سجدہ 32 آیت نمبر 5/4 ترجمہ فیوض القرآن)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر پر حدیث نبوی ﷺ محکم دلیل ہے جس کے ترجمہ و مفہوم کو نیچے لکھا گیا ہے۔

حدیث :

حضرت حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی آپ کے پاس آئے اور زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اتوار اور سوموار کے دن زمین کو پیدا کیا۔ ۲ دن میں

☆ منگل کے روز پہاڑوں کو پیدا کیا۔ ۱ دن میں

☆ بدھ کے روز درخت، پانی، سبزہ اور ویرانے پیدا کئے۔ نیز ان چار دنوں میں روزیاں متعین کیں۔ ۱ دن میں

☆ جمعرات کے دن آسمان پیدا کئے۔ ۱ دن میں

☆ جمعہ کے دن ستارے، سورج اور چاند پیدا کئے۔ابھی تین ساعت باقی تھیں کہ ان تین ساعتوں میں سے

(i) پہلی ساعت میں آجال (اموات) پیدا کیں۔

(ii) دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈالی جس سے انسان نفع حاصل کرتا ہے۔

(iii) تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اس کو جنت میں سکونت دی۔ شیطان کو سجدے کا حکم دیا آخری ساعت میں اس کو نکال دیا۔ (بحوالہ رسالہ نشر والطیب ص ۶) ۱ دن میں

مندرجہ بالا آیات اور حدیث نبوی کے ترجمہ اور مفہوم میں یہ بات اچھی طرح

Marfat.com

واضح ہو چکی ہے کہ کائنات کو آن واحد میں پیدا نہیں کیا گیا بلکہ کائنات کا وہ حصہ جو عرش اور جنت سے نچلی طرف واقع ہے اس کو پانچ مرحلوں اور چھ دنوں میں پیدا کیا گیا۔

مندرجہ بالا عبارت پر غور کیا جائے تو درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا سوال:

ہفتہ کے دنوں کی تعداد 7 شمار ہوتی ہے۔ لیکن کائنات کی تخلیق میں صرف چھ دنوں کا ذکر ہے پھر خاص بات یہ ہے کہ تخلیق کا آغاز اتوار کے دن سے کیا گیا تھا اور جمعہ کے دن کائنات کو مکمل کر دیا گیا۔ لیکن کائنات اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک اس میں ساتواں دن بھی شامل نہ ہو۔ اس کے بغیر کائنات کی تکمیل ادھوری رہ جاتی ہے۔

پس یہی سوال ہے کہ ہفتہ کے روز کیا چیز پیدا کی گئی تھی جس سے کائنات کے دن سات شمار ہو سکیں اور نہ کائنات کی اشیاء پوری ہوتی ہیں اور نہ ہی کائنات کے سات ایام پورے ہوتے ہیں لہٰذا کائنات کے وجود کو کامل اور مکمل کس طرح ثابت کیا جائے؟

اس کا حل حضور ﷺ کی ایک دیگر حدیث پیش کرتی ہے۔ جس میں کائنات کی سب سے پہلی شے اور باقی تمام اشیاء کا ذکر موجود ہے۔ جس سے کائنات کی تکمیل ہو جاتی ہیں۔

حدیث:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا) وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ

Marfat.com

فرشتے تھے۔ نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔

۱: نور کے پہلے حصہ سے قلم ۲: دوسرے حصے سے لوح

۳: تیسرے حصہ سے عرش پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔

(i) پہلے حصہ سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے

(ii) دوسرے حصے سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے

(iii) تیسرے حصے سے کرسی پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔

۱۔ پہلے حصہ سے آسمان ۲۔ دوسرے حصہ سے زمین

۳۔ تیسرے حصہ سے جنت و دوزخ پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔

یہ طویل حدیث ہے اس سے پہلے اوپر درج حدیث اس حدیث کا حصہ واضح ہوتا ہے۔

(بحوالہ رسالہ نشر الطیب ص ۴ مولانا اشرف علی تھانوی)

مندرجہ بالا حدیث میں کائنات کی اشیاء کی تخلیق کا آغاز قلم سے کیا گیا۔ پھر لوح اور عرش سے کرسی اور جنت و دوزخ کو پیدا کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اور یہ تمام اشیاء آن واحد میں پیدا نہیں کی گئیں بلکہ کئی مرحلوں میں ان کو بنایا گیا۔ اور اس حدیث سے پہلے اوپر درج حدیث میں کائنات کی اشیاء میں سب سے آخری چیز حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہے۔ جس سے کائنات کا وجود کامل ہو گیا تھا۔ لیکن مندرجہ بالا دوسری حدیث میں کائنات کی اشیاء کی تخلیق کے ایام کا ذکر نہیں کہ کتنے دنوں میں تمام اشیاء کو بنایا گیا۔

دوسرا سوال :

اس لئے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام اشیاء کو کل کتنے دنوں یا عرصہ میں بنایا گیا؟

اس سوال کا جواب حضور ﷺ کی ایک اور حدیث میں مل جاتا ہے۔

Marfat.com

حدیث:

احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے بیان کی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ''حضرت علی ابن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے والد حضرت امام حسین اور وہ ان کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''

حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے میں اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نہیں۔

(بحوالہ رسالہ نشر الطیب ص 7)

مذکورہ بالا حدیث جو ابن مرزوق سے روایت ہے اس میں حضور ﷺ کے اس ارشاد سے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال سے کچھ عرصہ زائد سے پہلے میں ایک نور تھا۔ تو معلوم ہوا اس عرصہ کے بعد حضور ﷺ بصورت نور کی بجائے کسی دوسری صورت میں بدل گئے تھے۔ حدیث کے اس مفہوم سے درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نور سے کس دیگر صورت میں بدل گئے؟

۲۔ کائنات کی کامل تخلیق چودہ ہزار سال سے کچھ زائد عرصہ میں تشکیل پاگئی مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی چیز پر کتنے سال یا دن خرچ ہوئے۔

مندرجہ بالا دونوں سوالات کے جواب ترتیب وار نیچے لکھے جاتے ہیں۔

پہلا سوال:

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے حضور بصورت نور تھے تو اس کے بعد کس صورت کو قبول فرمایا تھا۔

Marfat.com

پہلا جواب:

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت آدم ابھی پانی اور مٹی کے بین بین تھے۔

وضاحت:

لفظ نبی کا اطلاق روح اور قالب کے جامع وجود پر ہوتا ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ کیلئے جب دیگر انبیاء علیہ السلام سے عہد لیا گیا تھا وہ سب انبیاء اس وقت روح اور قالب کے جامع تھے۔ لیکن وہ قالب اور روح ان موجودہ ارواح اور قوالب سے بڑے مختلف تھے جن سے عہد لیا گیا تھا۔ جو عہد میثاق انبیاء ہے اور وہ عالم ارواح کا ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس عالم اجسام میں کی گئی اور مؤلف کی کتاب "حضور ﷺ بحیثیت وزیر اعظم کائنات" میں پوری تفصیل سے اس کا بیان ہو چکا ہے

دوسرا سوال:

کائنات اول سے آخر تک کتنے عرصہ میں پیدا کی گئی

جواب:

چاند اور کائنات کی تخلیق میں مماثلت

ایسا واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے روح اور قالب کے اتصال سے آپ بصورت احمد ﷺ ہو گئے۔ تو اس کے بعد کائنات کی دیگر اشیاء کی تخلیق کا آغاز ہو گیا تو سب سے پہلے عالم ارواح اس کے بعد عالم اجسام کو پیدا کیا گیا عالم اجسام میں سب سے پہلے قلم اور سب سے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا لہٰذا ان سب کی تخلیق میں چودہ ہزار سال کا عرصہ لگا۔ اوپر درج سورہ سجدہ کی آیت میں ہے کہ کائنات کی تخلیق کا ایک ایسا [illegible] ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے لہٰذا اگر چودہ ہزار سالوں کو دنوں میں

Marfat.com

تبدیل کیا جائے تو چودہ دن بنتے ہیں اس لئے کائنات کی تخلیق چودہ دنوں میں مکمل ہوگئی تھی اور کچھ عرصہ زائد بھی ہے۔ جیسے ہی ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ کائنات کا عالم اجسام چودہ دنوں میں بنایا گیا تھا پھر کائنات کا وہ حصہ جو چھ دنوں میں بنایا گیا تھا وہ چودہ دنوں میں سے آخری چھ دن تھے۔ پہلے آٹھ دن میں قلم لوح عرش فرشتے حاملان عرش، کرسی، جنت اور دوزخ بنائے گئے تھے۔

جب تخلیق کی ترتیب کو مندرجہ بالا تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو پھر یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ قلم کی تخلیق کا آغاز ہفتہ کے دن کیا گیا پھر لوح عرش اور کرسی جنت اور دوزخ وغیرہ بھی اگلے ہفتہ کے دن کی تکمیل پر پیدا کئے گئے۔ اس طرح آٹھ دن میں کائنات کا اوپر والا حصہ پیدا کیا گیا تھا۔ اور نچلے حصہ کو اتوار کے روز سے پیدا کرنا شروع کیا۔ جس سے کائنات کے 14 دن پورے ہو جاتے ہیں اور کائنات کا وجود بھی کامل ہو جاتا ہے کائنات کے چودہ دنوں میں تشکیل پانے اور چودہ دنوں میں تحلیل ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے چودہ دنوں میں چاند کامل ہو جاتا ہے پھر چودہ دنوں میں تحلیل ہو جاتا ہے کائنات کی تخلیق پر ایسی دلیل ہے۔ جو کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے کارخانہ کائنات کے ایک فرد کی دلیل ہے۔

خلاصہ

(i) کائنات بتدریج کئی مرحلوں اور کئی زمانوں پر محیط عرصہ میں تشکیل پانے والی ہے ''کن'' اظہار آغاز یا اظہار تکمیل کے لئے استعمال میں لایا گیا ہے۔

(ii) ''کن'' کا عمل دو رخوں کا جامع ہے۔ پہلا رخ ''یکون اور دوسرا رخ ''ترجعون'' ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔

(iii) کائنات کا وہ دائرہ یا جہاں جس کی تخلیق کا آغاز قلم کی تخلیق سے کیا گیا اور اس کی تخلیق کی تکمیل حضرت آدم کے وجود کی تکمیل سے کر دی گئی وہ پورے کا پورا جہان عالم اشیاء ہے جسے آفاق کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جس میں لوح، قلم، عرش

Marfat.com

کرسی، جنت، دوزخ، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب فانی ہیں فنا کو قبول کرنے والے ہیں اگر چہ بعض اشیاء کو فنا سے مستثنے قرار دیا گیا ہے

(iv) چونکہ عالم اشیاء کا مرکزی مقام عرش ہے۔ عرش اور عرش سے اوپر والے حصہ کو عالم امر اور عرش سے نچلے حصہ کو عالم خلق کہا جاتا ہے۔ اگر اس عالم کو اس بنیاد پر عالم امر کہا جاتا ہے کہ وہ ''کن'' سے آناً فاناً پیدا کیا گیا تھا تو حدیث نبوی ﷺ اس نظریہ کی تردید اور نفی کرتی ہے۔ یہ پورے کا پورا جہاں بتدریج کئی مرحلوں میں چودہ ہزار سال میں پیدا کیا گیا۔

ہاں! اس کو اگر اس بنیاد پر عالم امر کہا جائے کہ ''صاحب امر'' عرش پر استواء فرما ہے۔ تو اس نقطہ نظر کے تحت عالم امر تسلیم کرنے اور کہنے میں حق پر بھی ہیں۔

(v) چونکہ جنت اور دوزخ کا تعلق عالم آخرت سے ہے لہٰذا یہ معلوم ہو گیا کہ عالم آخرت بھی عالم خلق اور عالم اجسام میں شامل ہے۔ عالم اسماء حضرت آدم علیہ السلام کا جہان ہے۔ عالم اجسام سے اوپر عالم ارواح ہے جس میں حضور ﷺ کے وجود احمد ﷺ کی تخلیق واقع ہوئی تھی۔ اور وہ عالم صفات ہے۔

عالم اشیاء میں بھی ہر چیز روح اور قالب کا مجموعہ ہے جو ظل ہیں نیز جنت اور دوزخ اور موت و حیات و آفات بھی مخلوق ہیں عالم اجسام میں شامل ہیں۔

مندرجہ بالا خلاصہ کی عبارت پر غور کیا جائے تو ایک اہم سوال سامنے آتا ہے۔

سوال: عالم اجسام کی حدود کیا ہیں؟

جواب: عالم اشیاء (کائنات کا حصہ ہے) کی حدود کے بارے میں قرآن کریم میں دو کناروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ سب سے نچلا کنارہ ۲۔ سب سے اوپر والا کنارہ

Marfat.com

وضاحت:

کائنات کا سب سے نچلا کنارہ:

القرآن: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنہ اسفل سافلین
(آیت نمبر 48 سورۃ والتین)

ترجمہ: البتہ ہم نے ایک خاص انسان (آدم) کو سب سے حسین سانچہ میں بنایا۔ پھر ہم نے اسے اسی جگہ لوٹا دیا جس جگہ سے اسے اٹھایا تھا اور وہ جگہ اسفل سافلین ہے۔ جس سے مراد کرہ ارض ہے۔ (مولف جیبی)

مفہوم:

گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے یہاں آسانی کی خاطر دوبارہ لکھا جاتا ہے کہ خاص انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا وجود ہے۔ جس کو سب سے خوبصورت سانچہ میں بنایا گیا تھا۔

اور جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو قرآن اور احادیث کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے تو انکی تخلیق کے بارے میں جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(i) حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کے عنصر خاک کو کرہ ارض سے اٹھایا گیا۔

(ii) پھر قالب کو بنایا گیا۔

(iii) ان کے قالب کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔

(iv) اس قالب میں روح کو عرش پر پھونکا گیا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق وجود میں آگئی۔

(v) پھر ان کو اسماء کا علم سکھایا گیا

(vi) تاج خلافت سے سرفراز کیا گیا۔

(vii) ملائکہ سے سجدہ کرایا گیا۔

Marfat.com

(viii) اس کے بعد ان کو عرش سے اتار کر جنت میں پورے اعزاز کے ساتھ داخل کیا گیا۔ عرش جنت کا چھت (سقف) ہے گویا حضرت آدم کی تخلیق جنت کی چھت پر کی گئی تھی، پھر چھت سے اتار کر جنت کے اندر داخل کر دیا گیا۔

(ix) کچھ عرصہ جنت میں رہنے کے بعد ان کو کرہ ارض پر بھیج دیا گیا تاکہ جس مشن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔

مندرجہ بالا تخلیق کی داستان ''ثم رددنہ'' میں پوشیدہ ہے۔ جب اس نقطہ نظر سے اسفل سافلین کے معنی اور مفہوم کو دیکھا جاتا ہے تو پھر اسفل سافلین سے مراد کرۂ ارض ہے بعض اہل علم حضرات کا موقف ہے کہ اسفل سافلین سے مراد دوزخ ہے۔ لیکن جب حضرت آدم کے اٹھائے جانے اور واپس کرنے کے لئے کرہ ارض کے نام قرعہ نکلتا ہے تو اہل علم حضرات کے موقف کی تردید ہو جاتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ''ردد'' کا معنی ہے لوٹانا۔ واپس کرنا۔ جس کا معنی ہے جس جگہ سے یا جس شخص سے کوئی چیز لی گئی ہو اسی جگہ یا اسی شخص کو جب تک شے واپس نہ کی جائے تو لوٹانے کا معنی اور مفہوم ہرگز ادا نہیں ہوتا لہٰذا جب آدم کو کرہ ارض کے مقام پر واپس کیا گیا۔ تو معنی درست ہو گیا۔ اگر ان کے وجود کو دوزخ سے اٹھایا جاتا تو پھر ان کو پہلے دوزخ میں پہنچایا جاتا مگر ایسا نہیں ہوا وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے لئے دوزخ حرام ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے لہٰذا اسفل سافلین سے پہلی مراد کرہ ارض ہے۔ اور جب عالم آخرت قائم ہوگا۔ تو اس وقت اسفل سافلین سے مراد دوزخ ہوگا۔ جب تک پہلے کوئی کرہ ارض پر نہیں آتا اور عمل کی زندگی میں داخل ہو کر وہ کفر نہیں کرتا وہ دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ لہٰذا پہلے کرہ ارض پر آنا لازم ٹھہرا۔

نتیجہ: اسفل سافلین سے پہلی مراد کرہ ارض ہے اور دوسری مراد دوزخ ہے

Marfat.com

2- کائنات کا سب سے اوپر والا کنارہ

القرآن: وھو بالا فق الا علی:

اور وہ کائنات کے سب سے اوپر والے کنارہ پر تھا۔ (سورہ نجم آیت 7)

مفہوم:

بعض اہل علم نے افق اعلی سے مراد وہ افق لیا ہے۔ جس افق سے سورج نکلتا ہے اور ''وھو'' (وہ) سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام لیا ہے۔ لیکن مولانا ثناء اللہ پانی پتی مجددی نے ''وھو'' سے مراد حضور ﷺ ہیں اور افق اعلیٰ سے کائنات کا سب سے اوپر والا آخری کنارہ مراد لیا ہے۔ چنانچہ کائنات کی تخلیق کے اصول اور رفتار کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ تو مولانا ثناء اللہ کا موقف درست ہے جو انہوں نے تفسیر مظہری میں بیان کیا ہے۔

نتیجہ: کائنات کا سب سے اوپر والا کنارہ افق اعلیٰ ہے۔

جب کائنات کے مندرجہ بالا دو کناروں کا علم ہو جاتا ہے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کی صورت (ہیئت) کیسی ہے؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے دو طرح پر دیا ہے

(i) کانھا کوکب دری (سورہ نور آیت 36)

(ii) قاب قوسین (سورہ نجم آیت 9)

وضاحت:

(i) کانھا کوکب دری (سورہ نور آیت 36)

ترجمہ: (ارض وسماء کا وجود جو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہے) وہ ایک روشن چمکتے ہوئے ستارہ کی مانند ہے۔

مفہوم: ستارہ کو جب ہم باہر سے دیکھیں تو وہ چھوٹا سا گول موتی چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کائنات موتی یا ستارہ کی طرح گول ہے۔

Marfat.com

2- قاب قوسین:

قوسین کے لفظی معنی ہے دو قوسیں۔ جیسے بارش کے بعد اکثر آسمان پر قوس قزح بن جاتی ہے۔ اگر ایسی دو قوسوں کو آمنے سامنے ملا دیا جائے تو وہ ایک دائرہ کی شکل بنالیں گی۔ پس جس طرح وہ دو قوسین ایک دائرہ بنالیتی ہیں اسی طرح کائنات کی تخلیق کے لئے دو قوسوں کو ظہور میں لایا گیا تھا۔ جب وہ باہم مل گئیں تو جو دائرہ وجود میں آیا وہ کائنات کا پہلا دائرہ ہے اور دائرہ بھی ستارہ کی مانند گول ہوتا ہے۔

نتیجہ: پس مندرجہ بالا دونوں آیات کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ کائنات دائرہ کی صورت میں گول ہے۔

جب کائنات کے گول ہونے کا علم ہو چکا تو اب اسے نقشہ کی صورت میں لایا جاتا ہے۔

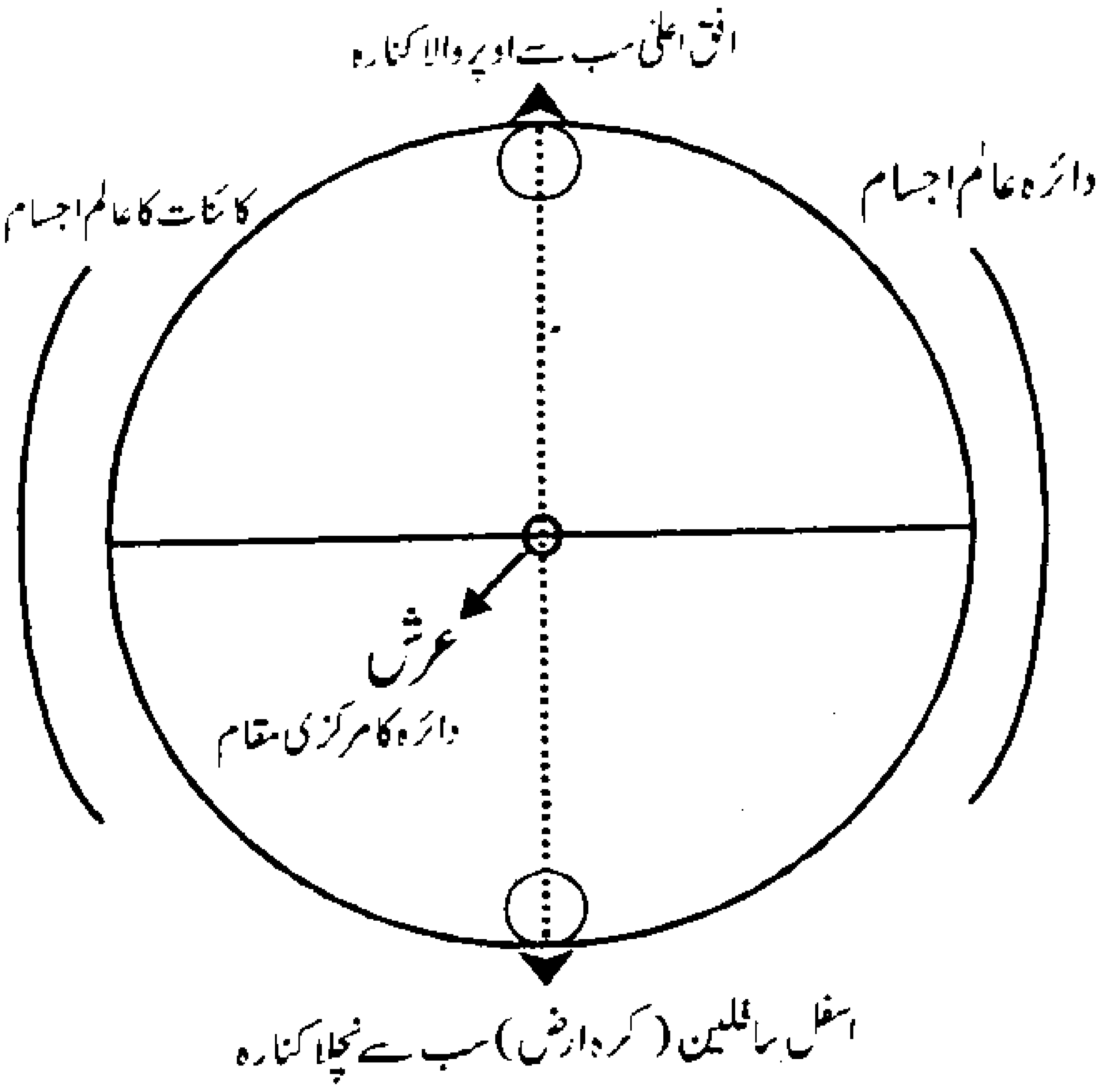

نقشہ نمبر1

تاکہ اس کی شکل اور حدود ذہن میں آسانی سے احاطہ ہو سکیں۔

1- عرش وہ مقام ہے جو دائرہ کا مرکز ہے۔ جس پر رحمٰن نے استوا فرمایا۔ اسی مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ظہور میں لائی گئی۔ کائنات کا نصف عرش سے نیچے ہے جس کو "عالم خلق" اور نصف جو عرش سے اوپر اسے "عالم امر" کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

2-افق اعلیٰ: کائنات کے عالم اجسام کا سب سے اوپر والا کنارہ

3-اسفل سافلین: کائنات کے عالم اجسام کا سب سے نیچے والا کنارہ

نوٹ:

حدیث مبارکہ کے مطابق پورا دائرہ عالم خلق ہے کیا بالائے عرش اور کیا زیر عرش تمام کا تمام دائرہ عالم خلق ہے۔ جو بتدریج کئی مرحلوں میں چودہ ہزار سال سے کچھ عرصہ زائد میں بنایا گیا تھا۔

مندرجہ بالا عبارت اور نقشہ نمبر 1 میں عالم اشیاء کی حدود اور مرکزی مقام واضح ہو چکا ہے۔ اس عالم کو عالم اجسام بھی کہا جاتا ہے اس عالم کے اوپر کی جانب کائنات کا ایک اور دائرہ ہے اہل تصوف نے اس کی نشان دہی کرتے ہوئے اس کو 'عالم ارواح' کا نام دیا ہے۔ اہل تصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے کشف سے لکھا ہے لیکن یہ کمال کی بات ہے کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر بیان کر گئے ہیں۔ جو آج ہمیں قرآن کے اوراق کی ورق گردانی سے یہ راز کئی سو سال بعد ملا ہے۔ قرآن کریم اوپر والے دائرہ کی نشاندہی کرتا ہے جس کا اشارہ سورہ نجم کی آیت میں پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ آیت 7 کی جو تفسیر مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں بیان کی اس کے مطابق "ھو" سے مراد حضور ﷺ اور افق اعلیٰ سے مراد عالم اجسام کا سب سے اوپر والا کنارہ ہے جس کا مفہوم یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ عالم اشیاء کے سب سے اوپر والے کنارہ پر جلوہ افروز تھے۔ اور اگلی آیت 8 میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ پھر اسی طرف عروج کر گئے جس طرف سے پہلے نیچے مقام افق اعلیٰ پر جلوہ گر ہوئے تھے پھر وہیں سے اوپر کی جانب عروج فرمایا تھا

Marfat.com

وہ اس طرح کہ ''ثم دنیٰ'' کے بعد ''تدلیٰ'' ہے جس کے معنی ہے کسی اعلیٰ کا ادنیٰ کی طرف نزول کرنا اور ادنیٰ کا معنی ہے کسی ادنیٰ کا اعلیٰ کی طرف عروج کرنا۔ چنانچہ نیچے سے حضور ﷺ اوپر کی جانب صعود کرنے اور اوپر کی طرف سے کسی اعلیٰ کا نیچے کی طرف نزول کرنے سے دونوں کا ملاپ جس مقام پر ہوتا ہے اس مقام کا نام افق مبین ہے یہ بات قابل توجہ ہے کہ:

۱۔ افق اعلیٰ پر حضور ﷺ بصورت روح موجود تھے اور بصورت روح ہی عروج فرمایا تھا۔

۲۔ فتدلیٰ سے مراد حضور ﷺ کا قالب ہے جس کا مقام ظہور تدلی ہے جس سے نیچے نزول کرنے سے افق مبین پر روح سے ملاپ ہو گیا۔ تو روح اور قالب کے ملاپ سے احمد ﷺ کا وجود مقام افق مبین پر قائم ہو گیا اب مسئلہ یہ ہے کہ احمد ﷺ تو وجود میں آ گئے تھے۔ کائنات کا دائرہ کیسے بن گیا۔ چنانچہ اگلی آیت فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ میں دو قوسوں کے ملاپ کا ذکر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ دو قوسیں عالم اجسام کے اوپر کی طرف کہاں سے آ گئیں تھیں جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو جاتا ہے وہ اس طرح کہ روح ایک نوری وجود ہے جو اپنے گرد روشنی کا حلقہ رکھتا ہے۔ جس طرح روح نوری وجود ہے اسی طرح وہ قالب بھی نوری وجود ہی تدلی ہے جس کا معنی اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کے جلوہ کا نوری وجود ہے جو ایک ہیولا کی صورت میں تھا۔ چونکہ وہ بھی نوری وجود تھا اس لئے وہ بھی اپنے گرد روشنی کا حلقہ رکھتا ہے جیسے جیسے روح افق اعلیٰ سے اوپر کی جانب عروج کرتا گیا اس کے گرد روشنی کا حلقہ قوس کی صورت میں پھیلتا گیا۔ اوپر کی طرف سے مقام ظہور تدلیٰ سے قالب نیچے کی طرف اترتا چلا آیا اس کی روشنی کا حلقہ قوس کی صورت میں پھیلتا چلا آیا ۔ جونہی روح اور قالب آپس میں مل گئے تو وجود احمد ﷺ قائم ہو گیا اور اسی لمحے دو قوسیں قوس دنیٰ اور قوس تدلیٰ آپس میں مل گئیں۔ جس سے دائرہ بن گیا پس وہ روشن دائرہ ہی کائنات کا دائرہ اول ہے۔ جسے عالم ارواح کہا جاتا ہے۔ (مکتوب ۱۱۱، دفتر سوم) کا مفہوم

Marfat.com

مندرجہ بالا دائرہ کائنات جو عالم ارواح ہے۔ جس طرح عالم اجسام عالم اسماء الٰہی کا عکس و مظہر ہے اسی طرح عالم ارواح عالم صفات الٰہی کا عکس و مظہر ہے۔ عالمِ اسماء بھی اور عالم صفات الٰہی کی وضاحت اگلے صفحات پر دیکھیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ دائرہ عالم اجسام کو بھی دو قوسوں کے اتصال سے قائم ہونے والا بتایا گیا اور دائرہ عالم ارواح کو بھی دو قوسوں کے ملاپ کا نتیجہ بنایا گیا ہے جب دونوں ایک ہی طرح قائم ہوئے ہیں تو پھر دونوں کو عالم ارواح یا عالمِ اجسام ہی کہنا چاہیے دونوں کے الگ الگ نام کس بنیاد پر رکھے گئے ہیں۔

جواب: دائرہ عالم اجسام میں دو قوسوں کے ملاپ سے دائرہ بنانے میں صرف کائنات کے دائرہ کی صورت (ہیت) کا تعین درکار تھا کہ کائنات کا دائرہ کس صورت کا ہے۔ لیکن دائرہ عالم ارواح میں قوسوں کو بنتے ہوئے اور ان کے ملاپ کو دکھایا گیا۔ یہ دائرہ عالم ارواح کا حقیقی اور اصلی دائرہ ہے جبکہ عالم اجسام اس کا عکس معکوس ہے۔ لہذا دونوں میں فرق بیان کرنے کے لیے نقشہ نمبر 2 بنا کر عالمِ ارواح کی حدود اور شکل و صورت کا تعین کیا جاتا ہے۔ پھر دونوں دائروں کو اوپر نیچے رکھ کر فرق بیان کیا جائے گا۔

دائرہ عالم ارواح کا نقشہ نمبر 2

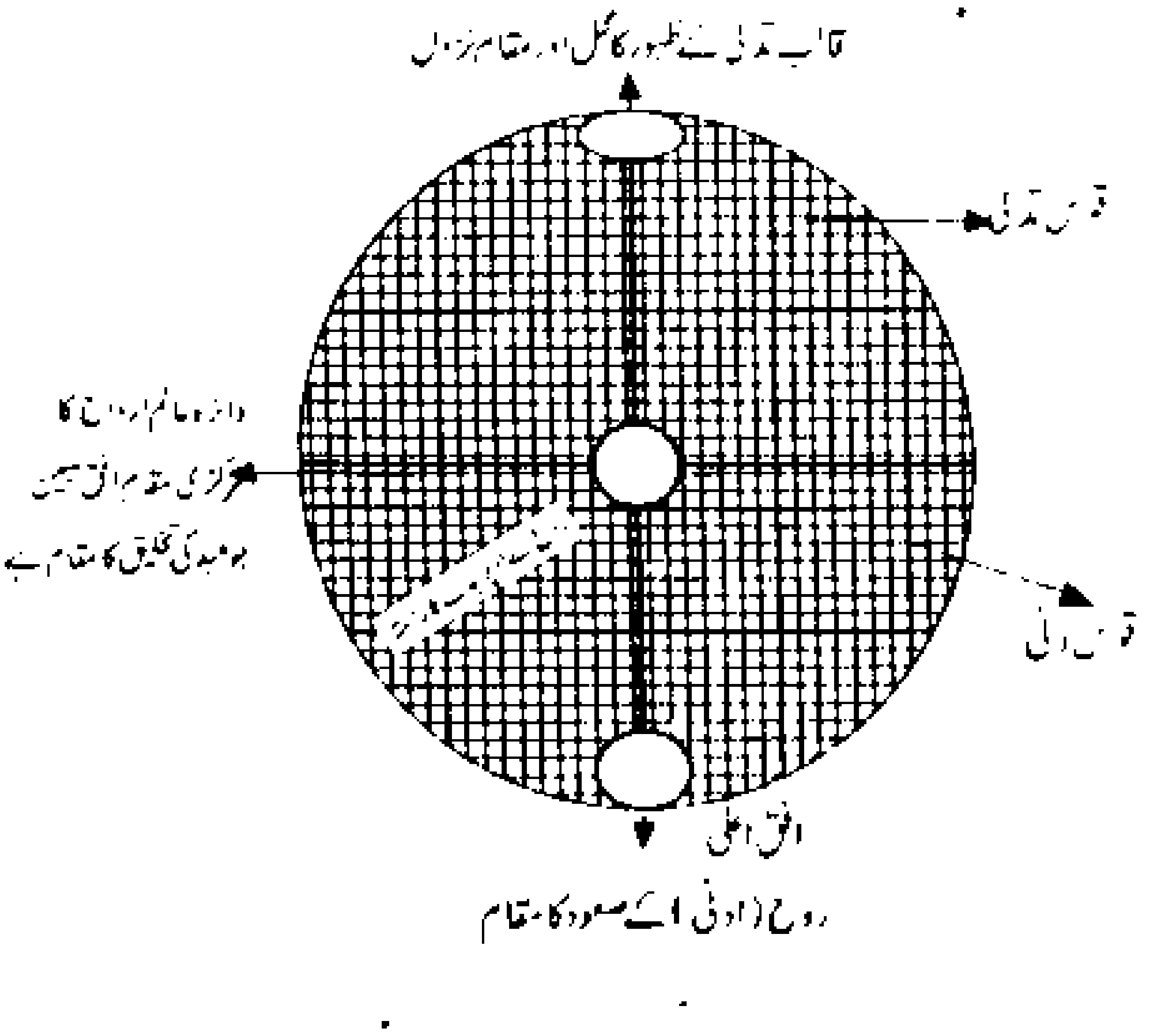

Marfat.com

مقام افق اعلیٰ جہاں پر روح رسالت مآب ﷺ قیام فرما تھا جب کائنات کی تخلیق کا آغاز کرنا منظور ہوا تو روح (دنا) نے اوپر کی طرف افق مبین پر جانے کے لئے عروج فرمایا۔ اور قالب تدلی نے اوپر سے نیچے افق اعلیٰ پر آنے کے لئے نزول فرمایا اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عالم اجسام درحقیقت عالم ارواح کا عکس معکوس ہے۔ یہ بات بڑی توجہ طلب ہے کہ جس جہان کو دیکھا نہ ہوا اور اسے بنتے نہ دیکھا ہو اس کے بارے اتنے وثوق سے یہ کہہ دینا کہ جو کہا جا رہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ یہ اعتماد اس لئے ہے کہ قرآن نے عطا کیا ہے کائنات کے دائرہ عالم اجسام کا نقشہ دوبارہ بنایا جاتا ہے۔ تا کہ یہ بات علمی طور پر ثابت ہو سکے کہ عالم اجسام درحقیقت عالم ارواح کا عکس معکوس ہے۔

جو علمی شہادتیں عکس معکوس ثابت کرتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ جو کہ نقشہ نمبر 3 کی مدد سے لکھا جاتا ہے۔

دائرہ عالم اجسام کا نقشہ نمبر 3

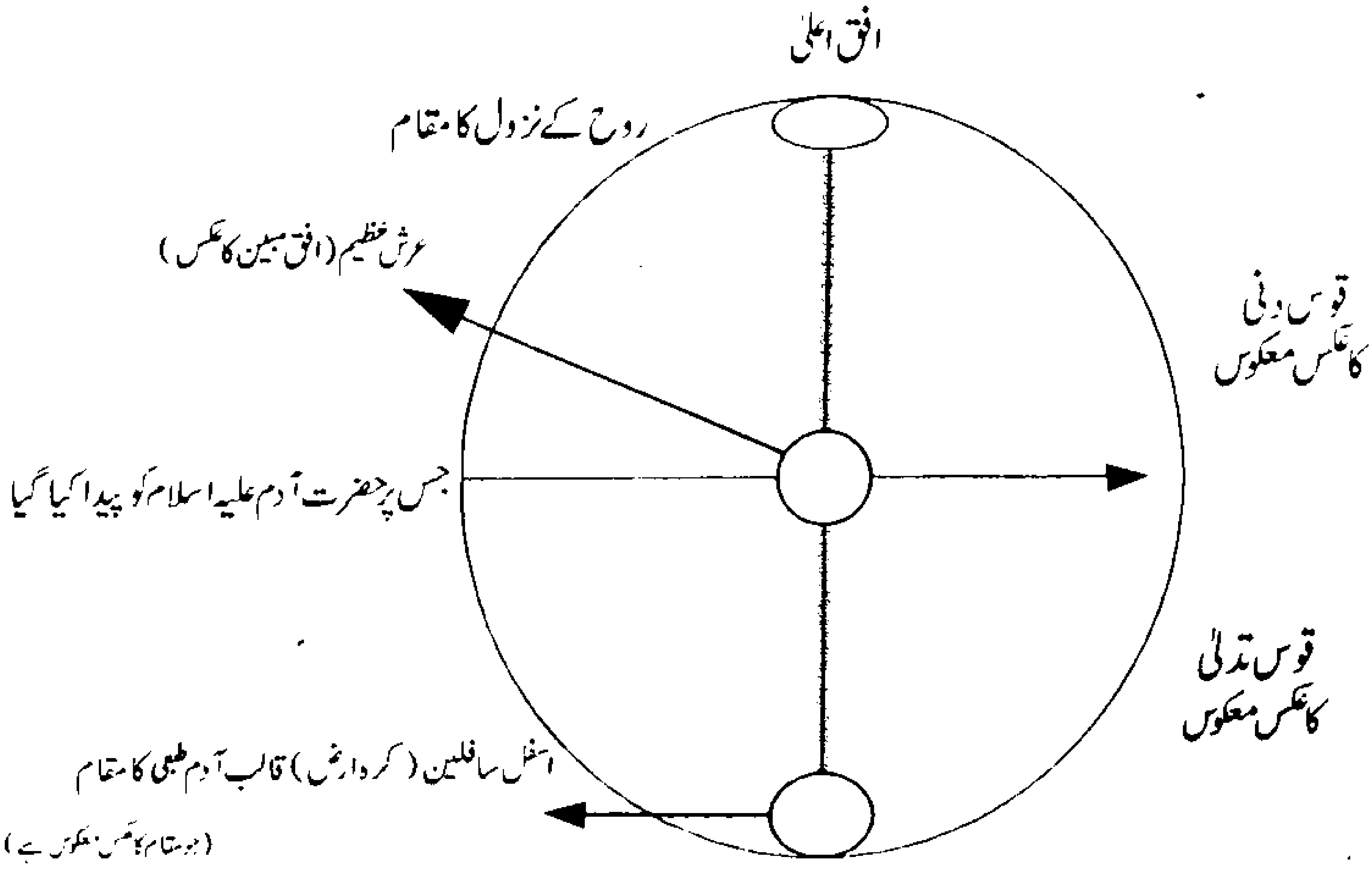

Marfat.com

چونکہ عالم اجسام عکس معکوس ہے اس لئے اس میں جتنے امور واقع ہوں گے وہ عالم ارواح کے الٹ ہونگے۔

اور عالم اجسام ایسا ہی ہے جس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پانی کی سطح کے اوپر کھڑا ہو تو اس کا عکس پانی میں الٹا نظر آتا ہے۔ سر نیچے اور پاؤں اوپر کی طرف۔ اسی طرح عالم اجسام بھی الٹا عکس ہے۔ جس کی ترجمانی یہ آیت کرتی ہے (سورۃ والتین)

ثم رددنه اسفل سافلین

اس آیت کا معنی و مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے کہ

۱۔ آدم کے قالب کے اجزاء کو ارض سے اٹھا کر اوپر لے جایا گیا

۲۔ عرش پر قالب میں روح پھونکی گئی۔

۳۔ روح کو عالم ارواح سے نیچے لایا گیا۔ دونوں کا وہاں ملاپ ہو گیا۔ تو آدم علیہ السلام پیدا ہو گئے

۴۔ عرش پر آدم علیہ السلام کے وجود کو پیدا کیا گیا۔ جو دائرہ عالم اجسام کا مرکزی مقام ہے۔

مندرجہ بالا ایسے حقائق ہیں جن کا ثبوت قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ ایسے حقائق ہیں جو عالم ارواح کے حقائق سے الٹ ہیں یہی وجہ ہے کہ عالم ارواح میں روح نیچے افق اعلیٰ سے اوپر خود گیا تھا۔ مگر عالم اجسام میں روح کو مقام افق اعلیٰ سے نیچے عرش پر لایا گیا۔

عالم اجسام میں قالب کو نیچے کرہ ارض سے اٹھا کر عرش پر لے جایا گیا تھا۔

۵۔ عالم ارواح میں پہلے احمد ﷺ کی تخلیق ظہور میں آئی تھی پھر اس کے وجود سے مشتق ہو کر اس سے کائنات کا دائرہ قائم ہوا تھا۔ لیکن عالم اجسام میں اس کے الٹ ہوا جب پوری کائنات بن گئی تو سب سے آخر میں آدم کو کائنات کے بطن سے پیدا کیا گیا۔

مندرجہ بالا پانچ شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ عالم اجسام حقیقت میں عالم ارواح کا

Marfat.com

عکس معکوس یعنی الٹا عکس ہے۔

لہٰذا قوس ادنیٰ کا عکس اوپر ہوگا اور قوس تدلیٰ کا عکس نیچے ہوگا۔ اور یہاں قوسین نہیں بلکہ ان کا عکس معکوس ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت اور نقشہ کی مدد سے ثابت ہو چکا ہے کائنات کا دائرہ عالم اجسام حقیقت میں دائرہ عالم ارواح کا عکس معکوس ہے۔ اب ان دونوں کے نقشوں کو اکٹھا بنایا جاتا ہے تاکہ فرق اچھی طرح پہچانا جاسکے۔

مندرجہ بالا دونوں دائرہ میں جو نمبر دیئے گئے ہیں۔ دائرہ اول کے نمبر مقام اصل ہے دائرہ دوم کے نمبر کا مقام عکس معکوس ہے۔ جیسے

۱۔ تدلی کا عکس معکوس حضرت آدم علیہ السلام کا قالب نمبر 1 ہے۔

۲۔ مقام افق اعلیٰ کا عکس معکوس افق اعلیٰ نمبر 2 ہے۔

۳۔ افق مبین (عرش اعظم) کا عکس عرش عظیم نمبر 3 ہے۔

۴۔ قوس تدلیٰ کا عکس معکوس تدلیٰ نمبر 4 ہے۔

۵۔ علی الترتیب 5 کا 5 اور 6 کا 6 عکس معکوس ہے۔

مندرجہ بالا نقشوں سے دونوں دائروں میں جو فرق پایا جاتا ہے بغور مطالعہ کرنے سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ اطمینان بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ دائرہ دوم واقعی دائرہ اول کا عکس معکوس ہے۔

Marfat.com

کائنات کے دائرہ عالم ارواح کا
نقشہ نمبر 4

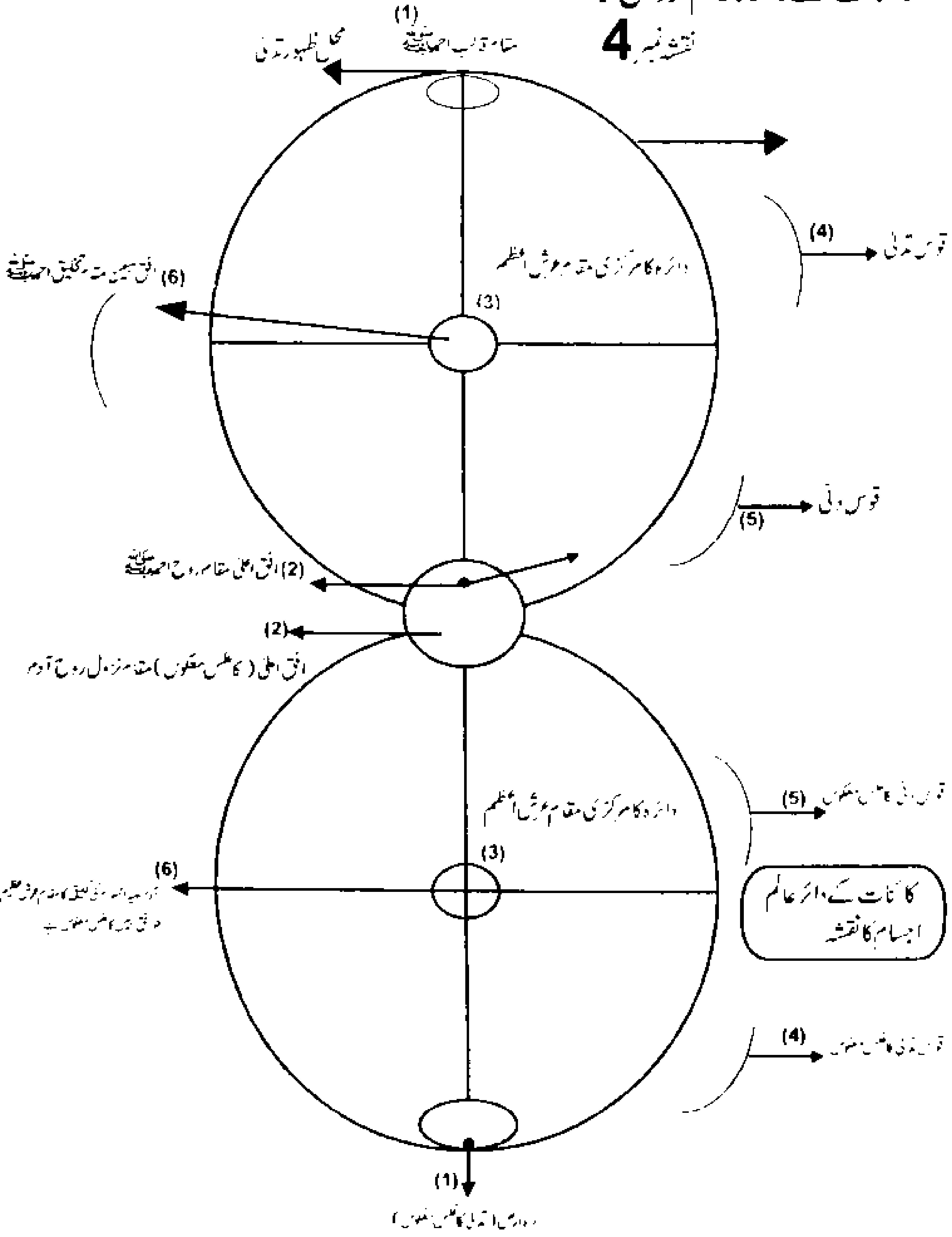

مقام قالب آدم علیہ السلام جو مقام ھبوط آدم ہے۔

نقشہ 4 کی تفصیلات صفحہ نمبر 31 پر دیکھیں

Marfat.com

نوٹ: دائرہ اول سے مراد عالم ارواح اور دائرہ دوم سے مراد دائرہ عالم اجسام ہے۔ دائرہ اول کی حدود درج ذیل ہیں۔

(i) مرکزی مقام افق مبین (عرش اعظم)

(ii) سب سے اوپر والا کنارہ محل ظہور تدلیٰ

(iii) سب سے نچلا کنارہ مقام افق اعلیٰ

دائرہ دوم کی حدود درج ذیل ہیں

(i) مرکزی مقام عرش عظیم ہے جو عرش اعظم کا عکس معکوس ہے۔

(ii) سب سے اوپر والا کنارہ افق اعلیٰ کا عکس معکوس ہے۔ جو دائرہ اول میں سب نیچے ہے

(iii) سب سے نچلا مقام کرۂ ارض ہے جو مقام ظہور تدلی کا عکس معکوس ہے۔ اور علم دنیا کا مرکزی مقام ہے

Marfat.com

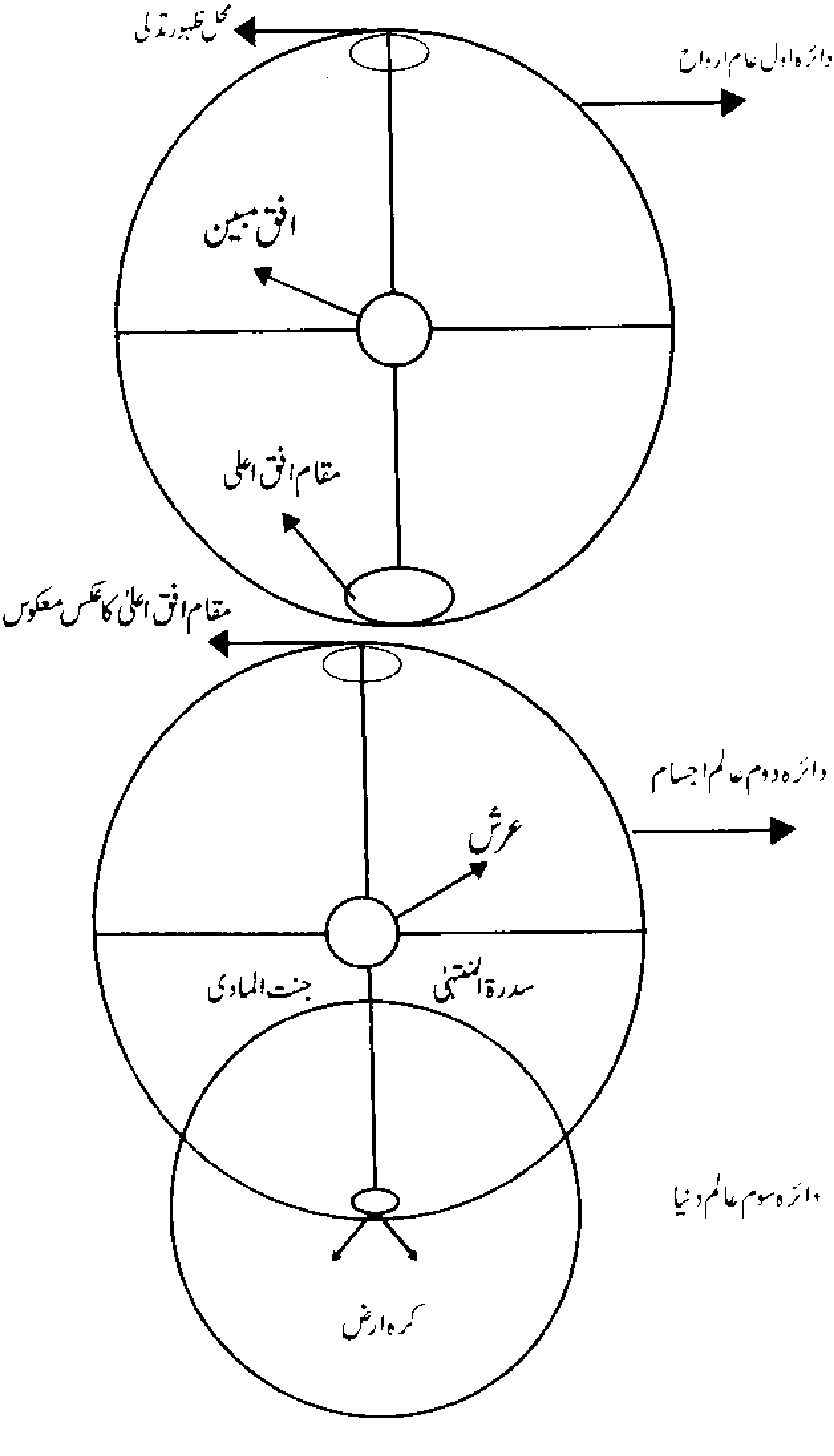

نقشہ نمبر 4 میں عالم دنیا کا نقشہ شامل کرنے سے نقشہ نمبر 5 بن جاتا ہے جو پوری کائنات کا نقشہ ہے۔ عالم دنیا کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے۔ آج یہ چھوٹا ہے کل قیامت کے روز

Marfat.com

یہ کرہ ارض اتنا بڑا بنا دیا جائے گا کہ عقل و فکر اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ آج جنت کا علاقہ زمین آسمانوں کی وسعت کے برابر ہے۔ ممکن ہے روز حشر کو اس کی حدود میں بھی وسعت پیدا کر دی جائے۔ جنت اور دوزخ اسی کرہ ارض پر رکھے ہوں گے۔ نیز عرش عظیم بھی اس کرہ ارض کے مقام کعبہ کے قرب و جوار میں فرشتے لا کر رکھ دیں گے۔ حشر کا میدان مکہ معظمہ کا علاقہ ہوگا۔ وہ اتنا وسیع ہوگا کہ پوری بنی نوع انسان او بنی نوع اجنہ اس جگہ اکٹھے ہوں گے۔ غالبا مدینہ منورہ کا علاقہ جنت کا مرکزی مقام ہوگا۔ اور غالبا حضور ﷺ نے اس بنیاد پر فرمایا ہے کہ مکہ معظمہ میں موت سے مدینہ منورہ میں موت افضل ہے۔

(نوٹ ii) کائنات کے دائروں کے اندر وہ راستہ جس راستہ سے روح اور قالب کے جامع وجود عروج و نزول کرتے ہیں وہ راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ جو دائروں کو دائیں بائیں برابر برابر دو حصوں پر تقسیم کرنے والا ہے۔ جس کی ابتداء مقام ظہور تدلی سے ہوتی ہے اور انتہا کرہ ارض پر ہوتی ہے۔ یہی راستہ دوزخ میں جاتا ہے اس لئے دوزخ کے راستہ کو الٹا کہا جاتا ہے اور جنت کے راستہ کو سیدھا راستہ کہا جاتا ہے۔ چونکہ انسان خلاصہ کائنات ہے اس لئے اس کے عین وسط میں صراط مستقیم ہے۔ جو سینہ کے اندر ہے جس کے ذریعہ روح انسان عروج و نزول کرتا ہے۔ حشر کے روز یعنی عالم آخرت کا نقشہ تیار کرنے کے لئے خصوصی توجہ اور وقت درکار ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں سورہ یوسف کو احسن القصص قرار دیا گیا جو قالب کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر احسن القصص کی اصل اور روح کی حیثیت سورہ نجم ہے اور سورہ یوسف میں بیان کئے گئے واقعات اور حالات سورہ نجم میں پیش آنے والے حالات و واقعات حضور ﷺ کے عکوس و پرتو واضح ہوتے ہیں

جس طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور قرآن مجید نے اسے فی احسن تقویم قرار دیا ہے۔ در حقیقت احسن

Marfat.com

تقویم وہ سانچہ ہے جو حضور ﷺ کے وجود سے بصورت کائنات بنایا گیا تھا۔ چنانچہ کائنات کا وجود ہی وہ سانچہ ہے جس میں آدم کو بنایا گیا اس لیے حضرت آدم فی احسن تقویم ہیں اور حضور ﷺ احسن تقویم ہیں۔ اصل میں حضور ﷺ ہی ذات حق کی صورت پر بنائے گئے ہیں حضور ﷺ نے تواضع کی خاطر اس کے اظہار کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کو اظہار کا باعث بنایا۔ جس طرح حضرت آدم کو باعث اظہار بنایا گیا اسی طرح احسن القصص یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو حضور ﷺ کی زندگی کی داستان کے اظہار کا باعث بنا کر احسن القصص قرار دے دیا (سورۃ یوسف بحیثیت قالب اور سورۃ نجم بحیثیت روح ہے)۔ آج سے پہلے کائنات کی حدود اور ھیئت کے بارے میں عام شخص تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مگر آج ایک عام قاری بھی اسے اپنے ذہن کے ایک گوشے میں سمیٹ سکتا ہے۔

کائنات سے باہر کی فضا:

کائنات سے باہر ایک ایسی وسیع و عریض فضا موجود ہے جس میں کائنات اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ایک چھوٹے سے ستارہ کی مانند ہے جس طرح عالم دنیا میں آسمان کی بلندیوں میں بے شمار ستارے محو گردش ہیں لیکن فضا کی وسعت ان سے کہیں زیادہ ہے۔ اس فضا اور کائنات دونوں کے مجموعہ کا نام ''جہان مخلوق'' ہے۔

2- جہان غیر مخلوق کی وضاحت: (ماخذ از مکتوبات امام ربانی)

جس طرح کائنات تین دائروں یعنی تین جہانوں پر مشتمل ہے اسی طرح ''جہان غیر مخلوق'' بھی تین جہانوں پر مشتمل ہے۔ جہان مخلوق اور جہان غیر مخلوق کے درمیان حد فاصل وہ مقام واقع ہے۔ جہاں سے ''کن'' کا نزول ہوا تھا۔ مقام ظہور کن سے نچلی طرف جہان مخلوق ہے اور اوپر کی طرف جہان غیر مخلوق واقع ہے۔ کن سے اوپر کی جانب سیر کے دوران پہلے جہان اسماء۔ پھر جہان صفات پھر جہان شیون۔ جن کا مختصر تعارف کرایا جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۔اسماء الٰہی کا جہان:

اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اپنے لئے ایک الگ ریاست رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے بے شمار اسماء ہیں اس لئے۔اسماء الٰہی کا جہان بے شمار ریاستوں پر مشتمل ہے۔

۲۔صفات الٰہی کا جہان:

اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات ذاتی قدیمی ہیں اور بے شمار اضافی صفات ہیں۔جس طرح اسماء میں ہر اسم اپنے لیے الگ ریاست رکھتا ہے۔اس طرح ہر صفت اپنے لئے ایک الگ ریاست رکھتی ہے لہٰذا صفات کا جہان بھی بے شمار ریاستوں کا مجموعہ ہے۔

ذاتی قدیمی صفات:

حیات،علم،سمع،بصر — ارادہ،قدرت،کلام،تکوین

۳۔شیون الٰہی کا جہان:

صفات کے جہان سے اوپر اللہ تعالیٰ کی شیون؛ کا جہان ہے اہل تصوف نے ان کی تعداد بھی آٹھ ہی بیان کی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہر شان کی الگ ہی شان ہے۔امام ربانی مجدد الف ثانی جب شانوں میں کسی شان کی سیر کا ذکر فرماتے ہیں تو مطالعہ کے دوران عجیب لطف وکیف حاصل ہوتا ہے۔شانوں کی ترتیب ذاتی قدیمی صفات کی ترتیب کے مطابق ہے۔

3-جہاں حرم ناز کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ شیون کے جہان سے اوپر اور کیا گیا ہے۔جس کے بارے میں امام ربانی قدس سرہ مکتوبات میں جہان حرم ناز کے بارے میں فرماتے ہیں

ھرچہ دیدہ شد ، شنیدہ شد ھیچ است
ذات او سبحانہ تعالیٰ و رالو راء ثم ورالو راست

امام ربانی قدس سرہ جب شیون ذات میں سیر کرنے والے ہیں تو معلوم ہوا

Marfat.com

شیون بھی دیدہ شدہ کے زمرہ میں آتی ہیں۔لہٰذا شنیدہ شدہ کے جہاں کیا ہوں گے پھر ان شنیدہ جہانوں سے اوپر ذات باری تعالیٰ کی ذات سبحانہ تعالیٰ ہے۔

وہ خوش نصیب جو جہان حرم ناز کی حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں ان میں سے امام ربانی قدس سرہ بھی ایک ہیں۔وہ اس جہاں کے بارے جو فرماتے ہیں اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔ حرم ناز میں جانے والا اپنی نگاہوں سے بھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔۔اس پوشیدگی کا نام فنا ہے اور اس جہاں سے جب واپس لوٹ کر ہوش میں لایا جاتا ہے۔تو اس واپسی کے ظہور کو بقا کا نام دیا جاتا ہے۔ غائب ہونے والا فنافی اللہ اور واپس آنے والا ابقاء باللہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اسی بقاء کا نام خودی ہے۔

4- جہان مخلوق اور جہان غیر مخلوق میں باہمی تعلق کی وضاحت:

اہل تصوف کے نزدیک جہان مخلوق پورے کا پورا جہان غیر مخلوق کا ظل / عکس ہے۔جس کی ترتیب اس طرح ہے۔

(i) کائنات کا دائرہ اول یعنی عالم ارواح اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کے ظلال کا مجموعہ ہے۔

(ii) کائنات کا دائرہ دوم یعنی عالم اشیاء (عالم اجسام) اسماء کے ظلال کا مجموعہ ہے۔

(iii) کائنات کا دائرہ سوم یعنی عالم دنیا افعال کا مظہر وظل ہے۔

(iv) کائنات کا وہ دائرہ جو کل قیامت کے بعد ظہور میں لایا جائے گا۔اس کے بارے میں قانون تخلیق اور اصول تخلیق کے مطابق ایسا واضح ہوتا ہے کہ وہ دائرہ شیونات کے ظلال کا مجموعہ ہوگا۔

(نوٹ:) عالم اشیاء میں وہ اشیاء جو جنت سے نچلی جانب واقع ہیں۔اہل تصوف نے ان کو عالم خلق میں شمار کیا ہے۔ان پر فنا ہوگی یعنی قیامت قائم ہوگی۔باقی تمام اشیاء فنا سے مستثنےٰ ہوں گی جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہے۔

قلم - لوح - عرش - کرسی - جنت - دوزخ - روح (عالم ارواح)

Marfat.com

تمہید کا حصہ دوم:

5- انسان کی تخلیق کے مختلف مرحلوں کے بارے میں وضاحت:

(i) روحِ انسان کی تخلیق:

سب سے پہلے روح انسان کو "کن" سے پیدا کیا گیا

(ii) قالبِ انسان کی تخلیق:

پھر روح انسان کو جب اللہ نے قالب کی پوشاک پہنانا چاہا تو قالب کو اتارا جسے تدلی کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ قالب اپنے روح کا عکس ہے۔ قالب کو کس طرح تخلیق کیا گیا؟ کی تفصیل کتاب کے اندرونی صفحات میں سورہ نجم کی تشریح "آیت ذومرۃ فاستوا" کے دوران بیان ہوگی۔

(iii [redacted] .... انسانِ اول جو اصل ہے اُس کے قالب کے نزول سے روح کو قالب کی پوشاک مل گئی روح نے قالب کو پہن لیا اور قالب نے روح کو اپنے اندر چھپا لیا ہے۔ اس کی مثال ایسی جیسے جسم پر لباس کو اس طرح سوئی سے سی دیا جائے کہ جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آنے پائے۔ اس طرح سب سے پہلے انسان کا وجود ظہور میں لایا گیا یعنی انسان اول (احمد ﷺ) کو پیدا کیا گیا۔

(iv) کائنات کے دائرہ اول (عالم ارواح) کی تخلیق:

آدم علیہ السلام انسان دوم ہے جو انسان اول کا عکس معکوس (ظل) کی صورت میں پیدا کیا گیا۔

(v) عالم اجسام کی تخلیق .... عالم اجسام ہی عالم ارواح کا عکس معکوس (ظل) ہے۔

(vi) آدم کی تخلیق:

جو انسانِ کا اول ظل و عکس معکوس ہے چونکہ آدم علیہ السلام انسان اول کا عکس معکوس ہے۔ اسلیئے نبی آدم جو انسان سوم ہے وہ انسان دوم کا ظل ہے۔

Marfat.com

(vii) ابن آدم کی تخلیق:

جب آدم علیہ السلام کو عرش (جو جنت کی چھت ہے) سے اتار کر جنت میں داخل کیا گیا۔ تو کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد زمین پر اتارا گیا۔ تو آپ کے ہاں جو اولاد پیدا ہوئی وہ حضرت آدم علیہ السلام کا ظل کہلائی چنانچہ بنی آدم حضرت آدم کا ظل ہے۔

(viii) انسان اول کی تخلیق کے ساتھ ہی کائنات کے دائرہ اول کی تخلیق ظہور میں لائی گئی۔ انسان اول کا قد کامل تھا۔ بچہ سے بتدریج بڑا نہ ہوا تھا۔ بلکہ جس قدر قالب تھا روح نے اسی نسبت سے اس کے اندر خود کو موزوں کر لیا تھا۔

(9) حضرت آدم یعنی انسان دوم کی تخلیق اس وقت ظہور میں لائی گئی جب کائنات کے دائرہ دوم کی تخلیق مکمل ہوا چاہتی تھی حضرت آدم کا وجود ہی کائنات کی عمارت کی آخری خشت ہے۔ حضرت آدم کا قد بھی کامل تھا بچہ سے بڑا نہ ہوا تھا۔ ایسا اس لئے ہے کہ قد آدم درحقیقت احمد ﷺ کے قد کا عکس معکوس ہے۔

(۱۰) بنی آدم یعنی انسان سوم:

بنی آدم کی تخلیق نطفہ سے شروع ہو کر بچہ کی صورت تک سات مراحل ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ بلوغ تک تقریباً پندرہ سال میں جوان اور پورے قد والا بن جاتا ہے۔ اسی طرح زمین پر پیدا ہونے والا ہر فرد اس طریقہ پر پیدا کیا جاتا ہے جبکہ انسان اول اور انسان دوم دونوں اپنے کامل قد میں پیدا کئے گئے تھے۔

انسان سوم کی تخلیق کا طریق وہی ہے جو روح انسان کی تخلیق کا ہے گویا انسان سوم کی تخلیق روح کی تخلیق کا عکس ظل و قائم مقام ہے انسان سوم درحقیقت انسان اول، کائنات اور انسان دوم یعنی تینوں کا خلاصہ۔ نمونہ اور مظہر ہے۔

Marfat.com

یوم آخرت کا انسان:

قیامت کے دواران ہر انسان کی تخلیق اسی کامل قد میں کی جائے گی۔ جس طرح حضرت آدم کی تخلیق کامل قد میں کی گئی تھی۔ نہ کہ بچے کی طرح بتدریج بڑا ہوگا۔ نیز قیامت کے دن اہل ایمان کے وجود بلور کی مانند شفاف ہوں گے۔ ہمہ تن آنکھ ہوں گے۔ انسان کا معنی ہے۔ آنکھ کی پتلی، تو قیامت کے دن مومن ہمہ تن چشم ہوگا۔

شعور کے سات درجات:

علم الکائنات پر کچھ بیان کرنے سے پہلے مکتوبات امام ربانی کے بارے لکھا جاتا ہے۔ مکتوبات کو علم کائنات کی جہت سے مطالعہ کیا جائے تو شعور کے کئی درجات واضح ہوتے ہیں جن کی تعداد اور ترتیب درج ذیل ہے۔

۱۔ **بنی آدم کا شعور** اس شعور سے مراد بنی نوع آدم پر محیط شعور ہے۔

۲۔ **آدم کا شعور یعنی لاشعور** اس شعور سے مراد عالم (اشیاء کی) تمام انواع کا شعور ہے جو ان سب کو محیط ہے

۳۔ **انسان اول کا شعور یعنی تحت لاشعور** اس شعور سے مراد عالم ارواح کا شعور ہے اور عالم ارواح پر محیط ہے لیکن ہر شعور اپنے سے نچلے شعور کا جامع ہوتا ہے۔

۴۔ **روح شعور** اس شعور سے مراد اسماء الٰہی کے جہاں کا شعور ہے جو غیر مخلوق جہاں کا حصہ ہے۔

۵۔ **روح لاشعور** اس شعور سے مراد صفات الٰہی کے جہاں کا شعور ہے جو غیر مخلوق کا جہاں کا حصہ ہے۔

۶۔ **روح تحت لاشعو** اس شعور سے مراد شیونات الٰہی کے جہاں کا شعور ہے جو غیر مخلوق جہاں کا حصہ ہے۔

۷۔ **شعور نبوت** شعور نبوت ایسا جامع شعور ہے کہ تمام شعور اس کی فروعات ہیں اور

Marfat.com

اس شعور سے مراد وہ شعور ہے جو ذات الٰہی کا شعور انبیاء کی طرف منتقل ہوا اور ذات الٰہی اور اس کے انبیاء اکرام علیہم السلام کے درمیان رابطہ کا ذریعہ شعور ہوتا ہے۔

تخلیق کے قانون کے مطابق اس کے بھی تین درجات ہیں۔

(i) عام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شعور ہے۔

(ii) اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شعور ہے۔

(iii) امام الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شعور ہے۔

(نوٹ): مندرجہ بالا شعور کے درجات کی روشنی میں جب امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ذوق کو دیکھا جاتا ہے۔ تو اتنا بلند ہے کہ ذات خداوندی سے نیچے آنے کو گوارا ہی نہیں کرتا۔

شعور و ذوق ایسا ہے جو شیونات، صفات اور اسماء الہیہ کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے وہ عالم مخلوق میں اتر کر اس کے بارے میں کچھ بیان کرے۔ ہاں! ہاں! امام ربانی علم الکائنات کے بارے حقائق الہیہ کے ضمن میں جو بیان کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر مواقع پر اشاروں اور کنایوں میں حقائق کونیہ کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس لئے مکتوبات سے علم الکائنات کو اخذ کر کے ترتیب دینا آسان کام نہیں لہٰذا جہاں کہیں غلطی ہو جائے اس کو درست کر کے اطلاع دی جائے تا کہ کتاب میں بھی اصلاح کر لی جائے۔

(نوٹ): امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات کی روشنی میں شعور کے جو سات درجات بیان کئے گئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا

قرآن کے بطون سات ہیں

جب قرآن کے بطون سات ہیں تو پھر ہر بطن کے لئے ایک علیحدہ شعور چاہیے لہٰذا قرآن کریم کی تفہیم کے لئے سات شعور ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ امام ربانی کے مکتوبات قرآن کریم کی وہ تفسیر ہے۔ جس کی ثانی کوئی دیگر تفسیر نہیں لہٰذا راقم

Marfat.com

الحروف جیبی کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے اندر کی بات بیان کرے کہ وہ حضرات جن کو مندرجہ بالا شعور حاصل نہیں وہ قرآن کریم کی تفسیر کی صلاحیت سے دور ہیں۔ اور جب تک کان و ما یکون کم از کم سامنے نہ ہوں قرآن کریم کی تشریح کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ کاش کوئی درد دل رکھنے والا انسان امام ربانی کے مکتوبات سے قرآن کریم کی تفسیر کو مرتب کر کے سامنے لادے۔

نیز سات شعوروں کی تائید امام ربانی کے ایک مکتوب سے ہو جاتی ہے جس میں اتباع کے سات درجات ہیں۔ وہ مکتوب نمبر 54 دفتر دوم میں بیان کئے گئے ہے۔

مرشد کریم سید محمد حبیب اللہ قدس سرۃ مکتوبات کے مطالعہ کیلئے جن شرائط اور آداب کو ملحوظ رکھتے تھے ان کو نیچے لکھا جاتا ہے۔

مکتوبات امام ربانی کے مطالعہ کے آداب و شرائط:

(i) مکتوبات کے مطالعہ سے پہلے باوضو ہو کر امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ایصال ثواب کرتے مطالعہ کرنے والے کے حق میں بہتر ہوگا کہ وہ نفل ادا کر کے ایصال ثواب کرے۔

(ii) وقت مقرر کر لے اس پر بلا ناغہ مطالعہ کرے خواہ چند سطریں ہی کیوں نہ پڑھے۔ اس کے لئے جو موزوں وقت ہے وہ بعد نماز عصر اور نماز تہجد کا ہے۔

(iii) تنہائی اور یکسوئی لازم ہے۔

(iv) بار بار کے مطالعہ سے مکتوبات کی عبارتیں خود اپنے معانی اور مفہوم افشاں کرنے لگتی ہیں۔

(v) امام ربانی قدس سرہ کی روح اس طرح مدد فرماتی ہے کہ مکتوبات شیخ کامل کا نعم البدل ہیں۔

Marfat.com

(vi) مرشد کریم حضرت مولانا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ مکتوبات کے مطالعہ کے وقت زیر مطالعہ عبارت کو بوسہ دیتے پھر اپنے سینہ پر رکھتے۔ تادیر سینہ مبارک پر رکھنے کے لئے بستر پر دراز ہو کر مراقب ہو جاتے تادیر مراقب رہتے اور مکتوبات کی جلد سینہ پر رکھی رہتی تھی۔ جب فارغ ہوتے تو کتاب کو پورے احترام کے ساتھ مقررہ جگہ پر رکھ دیتے۔ فیضاں لینے کا ایک طریقہ ہوگا۔

Marfat.com

تمہید کا حصہ سوم

کن کی حقیقت کیا ہے!
یعنی
کن کے ظہور کا پس منظر کیا ہے؟

گزشتہ صفحات میں کائنات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ کہ امر کن سے کائنات کو کس طرح پیدا کیا گیا۔ لیکن آئندہ سطور میں یہ بتانا مقصود ہے کہ کن اپنے آغاز سے مقام ظہور تک کتنے مراحل سے گزر کر ظہور میں لایا گیا تھا۔

''کن'' کی حقیقت قرآن کریم کی درج ذیل آیت پر تفکر کرنے سے واضح ہوتی ہے۔ (سورۃ یٰسین آیت نمبر 82)

القرآن: انما امرہ اذا ارا د شیًا ان یقول لہ کن فیکون

ترجمہ: بیشک اس کا امر کسی شے کے بنانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کہا جاتا ہے ''کن'' تو وہ ہو جاتی ہے۔

تشریح:

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم کو جاننے کے لئے پہلے مثال بیان کی جاتی ہے۔ تاکہ مفہوم آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔

مثال:

انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو اسے تین مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ نیت کرنا

۲۔ ارادہ کرنا

۳۔ ارادہ کے مطابق کام کو سرانجام دینا۔

Marfat.com

مندرجہ بالا تینوں مرحلے انسان کے اندر موجود اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

ا۔ **فواد:** کا کام نیت کرنا۔ انسانی دل کے اندر ایک اور دل ہے جسے فواد (قلبیہ) کہا جاتا ہے فواد ہی کا کام نیت کرنا ہے۔

۲۔ **قلب:** کا کام ارادہ کرنا۔ انسان کے وجود کے اندر ایک دل ہے اس دل کا نام قلب ہے قلب ہی کا کام نیت کے مطابق ارادہ کرنا ہے۔

۳۔ **قالب:** کا کام ارادہ کو عملی جامہ پہنانا ہے۔ انسان کے وجود کا نام قالب ہے۔ قالب ہی کا کام ارادہ کے مطابق کام کو سرانجام دینا ہے۔

مندرجہ بالا تمہید سے واضح ہے کہ انسان کے اندر موجود تین اعضاء ہیں۔

(i) فواد (ii) قلب (iii) قالب

جن سے امر کن بتدریج گزرنے کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ لیکن پہلے دو مراحل نیت کرنا اور ارادہ کرنا ایسے مراحل ہیں۔ جن کا علم سوائے نیت کرنے والے اور ارادہ کرنے والے کے کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔ لیکن جب انسان وہ کام سرانجام دیتا ہے تو سب کے علم میں آجاتا ہے۔ کہ وہ کام ہوگیا۔ جس طرح انسان نیت کرنے اور ارادہ کرنے کے دونوں مراحل لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مندرجہ بالا آیت کریمہ میں نیت اور ارادہ دونوں پوشیدہ ہیں جس کی پوشیدگی کا تعلق کچھ اس طرح ہے۔

ا۔ انما۔ یہ لفظ نیت کا قائم مقام ہے، جسے فواد سرانجام دیتا ہے۔

۲۔ اراد۔ یہ لفظ ارادہ کا قائم مقام ہے۔ جو قلب کا کام ہے۔

۳۔ یکون۔ یہ لفظ عمل کا قائم مقام ہے جسے قالب سرانجام دیتا ہے۔

(نوٹ): ''کن'' وہ کلمہ ہے جو نیت اور ارادہ کو ظاہر کرنے والا ہے جب کن کے ظہور سے کوئی شے وجود میں آجاتی ہے یا بن جاتی ہے تو سب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ

Marfat.com

اس شے کو بنانے کا پروگرام پہلے سے بنایا گیا تھا۔ لہٰذا کن وہ کلمہ ہے جو باطن کی پوشیدہ خبر کو سرانجام دینے والا ہے لہٰذا کن کا ایک باطن ہے اور ایک ظاہر ہے۔ جن کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ا۔ کن کا باطنی رخ:

کن کے اس رخ سے مراد کن کا پس منظر ہے۔ یعنی وہ پروگرام یا منصوبہ جو انما (نیت کی صورت) اور ارادہ (ارادہ کی صورت) میں پوشیدہ تھا جس طرح انسان کے فواد اور قلب میں راز پوشیدہ ہوتا ہے۔

۲۔ کن کا ظاہری رخ:

کن کے اس رخ سے مراد کائنات کی تخلیق کا ظہور ہے۔ یعنی وہ پروگرام اور منصوبہ جو پہلے پوشیدہ تھا۔ وہ کن سے عملاً سامنے آ گیا۔ راز نہ رہا۔

(نوٹ): مندرجہ بالا عبارت میں جو مثال ''امر کن'' کے بارے میں دی گئی ہے وہ صرف معاملہ فہمی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کو خود ہی خوب جاننے والا ہے۔ ہم ان کو کسی مثال سے بیان نہیں کر سکتے۔ (ماخوذ از تالیف مولف ''سفر تخلیق ص 89'')

کن کا سفر جہان غیر مخلوق میں

کن کی حقیقت یا اس کے پس منظر سے اگاہی کے بعد ''کن'' کو جہان غیر مخلوق کے طول و عرض میں رکھ کر غور کیا جاتا ہے۔ تو ''کن'' کا تعلق ذات خداوندی اور دیگر غیر مخلوق جہانوں سے واضح ہوتا ہے۔ لہٰذا اس بات کو جاننے کے لئے کہ کن کا سفر کہاں سے اور کن مقامات سے نزول کرتا ہوا اپنے مقام ظہور تک لایا گیا تھا۔ اس کے نزول کی ترتیب بلندی سے پستی کی جانب جس طرح واضح ہوتی ہے اسے نیچے لکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ سب سے اوپر جہان حرم ناز (ذات حق کے استویٰ کا مقام)

۲۔ جہان حرم ناز سے بہت نیچے اللہ تعالیٰ کی شانوں کا جہاں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی شانوں کی تعداد آٹھ شمار ہوتی ہے اور ہر شان اپنا اپنا الگ ملک رکھتی ہے اس لیے شانوں کا جہان آٹھ ریاستوں پر مشتمل ایک وفاق ہے۔ جن کی ترتیب اوپر سے نیچے تک اس طرح ہے۔

۱۔ سب سے اوپر شان حیات کی ریاست ہے۔

۲۔ اس سے نیچے شان علم کی ریاست ہے۔

اسی ترتیب سے تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں پھر سب سے آخری آٹھویں شان تکوین کی ریاست ہے۔

3- تیسرا جہاں صفات:

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات کا شمار بھی آٹھ ہے جن کی ترتیب شانوں کی ترتیب سے انطباق رکھتی ہے۔ سب سے اوپر صفت حیات پھر صفت علم اور سب سے آخر میں صفت تکوین ہے گویا صفات کا جہاں بھی آٹھ ریاستوں کا مجموعہ ہے۔ نیز ذاتی قدیمی صفات سے نیچے اللہ تعالیٰ کی اضافی صفات کا جہان ہے جن کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

4- چوتھا جہان اسماء:

جس طرح اللہ تعالیٰ کی اضافی صفات کی تعداد ہمارے شمار سے باہر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعداد بھی شمار سے باہر ہے۔ تمام اسماء کے جہان اوپر سے نیچے تک واقع ہیں۔

مندرجہ بالا جہانوں کی بلندیوں کا اندازہ کرنا کسی عام انسان کے بس کا روگ نہیں۔ ہاں، خاص الخواص افراد ان بلندیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے تمام جہانوں کی ہر ایک ریاست کی تفصیل سے سیر کی ہوئی ہے۔ جس کا

Marfat.com

ذکر اپنے مکتوب میں کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک مکتوب میں شان علم کی ریاست کا ذکر بڑی خوبصورتی سے بیان فرماتے ہیں۔جس کا تفصیلی ذکر آئندہ سطور میں مل جائے گا (انشاللہ) ''کن'' کے سفر کا آغاز حرم ناز سے شروع ہو کر اسماء کی حدود کو عبور کرنے کے بعد نچلی طرف کن کے ظہور کا مقام واضح ہوتا ہے۔مندرجہ بالا ''کن'' کے سفر پر غور کیا جائے تو ''کن'' کا سفر جو حرم ناز سے شروع ہوا غیر مخلوق کے جہان کو یکے بعد دیگرے عبور کرتے ہوئے مقام ظہور تک پہنچ جاتا ہے۔تو کیا وہ سفر جہان شیون اور جہان صفات سے پوشیدہ تھا۔یا وہ سب جہاں ''کن'' کے سفر سے آگاہ تھے؟ یقیناً تمام جہان ''کن'' کے سفر سے باخبر تھے جس پر درج ذیل دو شہادتیں پائی جاتی ہیں۔

کن کے سفر پر دو شہادتیں

۱۔ پہلی شہادت عالم غیر مخلوق میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ دوسری شہادت عالم مخلوق میں پائی جاتی ہے۔

پہلی شہادت: علمه شدید لقویٰ ترجمہ (اسے زبردست قوتوں (صفات) والے نے سکھایا۔)

یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ قویٰ ذات سے جدا ہوتی ہیں یا ذات کے ساتھ ہوتی ہیں تو اس کا جواب یقیناً ہاں میں ہوگا۔چونکہ قویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔لہٰذا ''کن'' کے سفر سے جس طرح ذات باخبر ہے اس طرح اس کی صفات بھی باخبر ہیں۔صرف باخبر ہی نہیں وہ ذات کی منشاوارادہ میں مکمل معاون بھی ہیں جس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جہان غیر مخلوق ''کن'' کے سفر سے پوری طرح باخبر اور پورا پورا معاون تھا۔

معاون ہونے کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔جیسے کسی بادشاہ کی آمد یا رخصتی پر راستہ میں آنے والی آبادیوں کے لوگ اپنے اپنے گھروں کے سامنے پھول نچھاور کرنے کیلئے کھڑے

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ جس سے پورا راستہ خوشیوں اور خوشبوؤں سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ اور مہک اٹھتا ہے۔

2- دوسری شہادت عالم مخلوق میں:

اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں اور جنوں کا اجلاس بلایا۔ پھر ان کے سامنے اپنے نائب کو پیدا کرنے کی تجویز پیش کی۔ پھر ان سے اپنے نائب کی پیدائش کے بارے میں مشورہ طلب کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

آیات کا ترجمہ:

۱۔ اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا (اے پروردگار) کیا تو زمین میں ایسے کو نائب بنائے گا۔ جو شر و فساد پھیلائے گا۔ اور خون ریزی کرے گا۔ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح اور کمال پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں (ان اسرار کو) بہتر جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام آدم علیہ السلام کو سکھا دیئے پھر ان چیزوں کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ مجھ کو ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو۔ (کہ مستحق خلافت تم ہو یا آدم علیہ السلام ہیں۔)

۳۔ انہوں نے کہا تیری ذات پاک ہے۔ ہم کو علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی (اصل) جاننے والا حکمت والا ہے۔ (تو ہی آدم علیہ السلام کی استعداد خلافت کو جانتا ہے۔ تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں)

(سورہ بقرہ نمبر 2 آیات نمبر 30,31,32 ترجمہ فیض القرآن)

مندرجہ بالا تین آیات کی تلاوت میں زیادہ سے زیادہ تین منٹ صرف ہوتے

Marfat.com

ہیں۔لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مراحل جو ان آیات میں درج ہیں وہ کئی سو سال میں طے پائے تھے۔لیکن ہمارا مقصود حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور تخلیق کے مراحل بیان کرنا نہیں۔بلکہ ہمیں یہ تلاش کرنا ہے۔کہ ''کن'' کے سفر کی صورت کیسی ہے۔اس نقطہ نظر سے مندرجہ بالا تین آیات پر لکھے ہوئے پورے مضمون سے چند باتیں مطلوب ہیں۔جو درج ذیل ہیں۔

(۱) چونکہ کائنات کی تخلیق کی تکمیل اس وقت ہوئی تھی۔جب حضرت آدم علیہ السلام کا وجود پایہ تکمیل کو پہنچا تھا۔اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آدم کی تخلیق کے سلسلہ میں مشورہ لیا تھا۔تو یقیناً اس وقت کارخانہ کائنات کی عمارت کی تخلیق کا کام ادھورا تھا۔

(۲) جب کسی سے مشورہ لیا جاتا ہے تو اس کو امین جان کر مشورہ لیا جاتا ہے۔امین میں درج ذیل دو اوصاف کا ہونا لازم ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ جس معاملہ میں رائے طلب کی جائے وہ اس راز سے کسی دوسرے کو آگاہ نہ کرے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ جو مشورہ دے وہ امانت دار ہو۔اس میں کسی اپنی غرض کو شامل نہ کرنے والا ہو۔جس طرح مشیر میں اوصاف کا پایا جانا لازم ہے۔اسی طرح رائے طلب کرنے والے میں درج ذیل دو اوصاف کا پایا جانا لازم ہے۔

۱۔ جس کام کے بارے میں رائے طلب کرے اس کام کے تمام پہلوؤں سے اپنے مشیر کو پورے اعتماد کے ساتھ آگاہ کرے۔

۲۔ رائے اگر مطلوبہ کام کی غرض وغائت اور مقاصد کے معیار پر پورا نہ اترتا ہو تو ان کمزوریوں سے مشیر کو آگاہ کرے۔

مندرجہ بالا اوصاف کے تناظر میں جب دیکھا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے رائے طلب کی تھی۔تو ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق

Marfat.com

کے تمام پہلوؤں سے پوری طرح آگاہ کر دیا تھا۔ جس میں آدم کے ... اجزائے ترکیبی کے مجموعے سے پیدا ہونے والے ثمرات ونتائج بھی شامل تھے۔ جس کی بنیاد پر فرشتوں کے سردار نے اپنا متفقہ مشورہ دیا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہ کیا جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

جب حضرت آدم کی تخلیق کا کام مکمل ہو گیا۔ اس وقت جو جشن شاداں عرش پر منایا گیا۔ اس کا منظر کچھ اس طرح ہے کہ آدم کو اپنا نائب بنانے کیلئے تمام فرشتوں کا اجلاس بلایا گیا۔ اس اجلاس میں عالین سے مراد تمام انبیاء کی جماعت ہے جو عالم ارواح میں میثاق انبیاء میں شامل تھے۔ ان سب کی موجودگی میں حضرت آدم کو خلافت سے سرفراز فرمایا پھر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے عرش سے لے کر فرش تک تمام فرشتوں اور جنوں سے حلف وفاداری کا عہد سجدہ کی صورت میں لیا گیا۔ تو فرشتوں نے اس کو بغیر حیل وحجت قبول کر لیا۔

۴۔ ابلیس نے حلف وفاداری دینے سے انکار کرتے ہوئے سجدہ نہ کیا۔

خلاصہ کلام: اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق سے پہلے اپنے فرشتوں سے مشورہ طلب کرنے سے پہلے ان کو جملہ معلومات دینے کے بعد ان سے مشورہ لیا گیا۔ ... انہوں نے متفقہ فیصلہ کرنے کے بعد اپنے سردار کی وساطت سے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا ہوگا۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جس طرح فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے رائے طلب فرمائی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ''کن'' کے معاملہ میں بھی (صفات، شانوں اور اسماء) سے یقیناً رائے طلب فرمائی ہوگی۔ یہ فکر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ کن سے نور نبی کو پیدا کیا گیا جس کی خاطر دیگر مخلوقات کو پیدا کیا۔ ان مخلوقات میں آدم بھی ہیں۔ جب آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے اور تخلیق کے موقعہ پر اتنا عظیم الشان اہتمام کیا گیا تھا تو نور نبی ﷺ کی تخلیق پر کوئی اہتمام نہ کیا ہوگا۔ یقین اس سے بڑھ کر اہتمام کیا گیا ہوگا جس کی تفصیل

Marfat.com

آگے بیان ہوگی۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت تبدیل نہ ہونے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہان مخلوق جو جہان غیر مخلوق کا ظل وعکس ہے۔ اس میں اپنی سنت کے مطابق فرشتوں سے رائے طلب فرمائی تھی تو یقیناً اصل یعنی غیر مخلوق جہاں میں اپنی شانوں صفتوں اور اسماء سے بھی رائے طلب فرمائی ہوگی۔ یہ دوسری شہادت ہے۔

یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جس طرح عالم مخلوق میں فرشتوں نے جو مشورہ دیا تھا وہ منشا الٰہی کے برعکس تھا۔ تو یقیناً عالم غیر مخلوق میں بھی اسی طرح کی رائے دی گئی ہوگی۔ اس کا جواب یوں ہے کہ عالم غیر مخلوق میں جن قدروں کا فقدان ہے ان قدروں کو عالم مخلوق میں پیدا کیا گیا۔ وہ قدریں درج ذیل ہیں۔

عجز اور انکار کا فقدان

۱۔ حرم ناز میں عجز کا فقدان ہے۔ ۲۔ عالم غیر مخلوق میں انکار کا فقدان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا دونوں قدروں کو پیدا فرمایا جن کا ذکر یوں ہے۔

۱۔ عجز کے فقدان کو پورا کرنے کے لئے عجز کا کامل نمونہ انسان اول کو پیدا کیا۔

۲۔ انکار کے فقدان کو پورا کرنے کے لئے انکار کا کامل نمونہ ابلیس کو پیدا کیا جس کی پیدائش حضور ﷺ کی تخلیق کے بعد اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ہزار سال پہلے کی گئی تھی۔ لہٰذا عالم مخلوق میں عجز اور انکار کی تخلیق سے اعلیٰ اور اسفل پذیر واقع ہوگی۔

حضور ﷺ والی سلطنت کائنات

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ کو اپنا ملک عطا کرکے عزت افزائی فرمائی اور اسفل سے ملک چھین کر ذلت کے عمیق گڑھے میں ڈال دیا۔

القرآن: قل اللهم مالك الملك توتي الملك من تشاء و تنزع

Marfat.com

الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير .انك على كل شئي قدير۔

ترجمہ: تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے! تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران 26 مولانا اشرف علی تھانوی)

مفہوم: جب آیۃ کے متن اور ترجمہ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملک کائنات عطا کر کے معزز بنایا۔ جس بناء پر وہ وزیر اعظم سلطنت کائنات ہیں۔ اور ابلیس سے وزارت عظمیٰ کا عہدہ چھین کر اس کے لئے ذلت کدہ مقرر کر دیا مندرجہ بالا عبادت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

(۱) حضور ﷺ ----۔ **''والی سلطنت کائنات''** اور حضرت آدم علیہ السلام جو ملک کائنات کے پہلے وزیر اعظم ہیں اور حضور ﷺ ان کے وارث ہونے کی وجہ سے

(۲) بحیثیت ----۔ **''وزیر اعظم سلطنت کائنات''** ہیں۔

گذشتہ سطور میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ''کن'' سے جس شئے کو ظہور میں لانا مقصود تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی شانوں اور صفات سے رائے طلب کی ہوگی۔ لہٰذا رائے کے بعد اگلا مرحلہ ''فیصلے'' کا ہوتا ہے۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ازلی فیصلہ ''کن'' کب کیا گیا تھا۔ اس کا جواب جب قرآن پاک میں تلاش کیا جاتا ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کریم میں ''کن'' کا لفظ گیارہ (11) بار وارد ہوا ہے جو روایتاً بیان ہوا ہے کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وارد ہونے والا لفظ ''کن'' کونسا ہے جس سے تخلیق کا آغاز ہو گیا تھا۔

Marfat.com

کن کا ازلی فیصلہ کب صادر ہوا؟

جب ''کن'' کے بارے میں اس نقطہ نظر سے تفکر کیا جاتا ہے کہ ''کن'' ایک ازلی فیصلہ ہے تو پھر سورہ قدر ایک ایسی سورہ ہے جس میں ازلی فیصلہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔

سورہ کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

انا انزلنه فی لیلته القدر (سورۃ قدر آیت نمبر 1)

بے شک ہم نے اسے اتارا ایک فیصلہ کن رات میں

اس آیت کے متن اور ترجمہ پر غور کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''کن'' کا فیصلہ رات میں کیا گیا اور رات کے وقت ہی اس کو نازل بھی کر دیا گیا۔

نیز سورہ لیلۃ القدر میں سب سے زیادہ توجہ طلب جو بات ہے وہ یہ ہے "انا انزلنہ" میں (ہٗ) اسم ضمیر واحد مذکر غائب تو موجود ہے لیکن ضمیر کا مرجع کہیں نہیں پایا جاتا۔ یعنی (ہٗ) کا اسم مجہول ہے۔ مفسرین نے (ہٗ) سے مراد قرآن کریم لیا ہے۔ لیکن ان کے دلائل اس بارے میں کافی نہیں۔ اس لئے کہ سورہ قدر میں قرآن کے نزول کا ذکر نہیں ہے۔

سورہ قدر کائنائی حقائق اور معارف کی روشنی میں

ماہ رمضان المبارک میں دو جشن منائے جاتے ہیں۔

☆ جشن نزول قرآن ☆ جشن تخلیق نور نبی ﷺ

انا انزلنه فی لیلة القدرo وما ادرك ما لیلة القدرo
لیلة القدر خیر من الف شهرo تنزل الملئكة والروح
فیهما با ذن ربهم من كل امرo سلام هی حتیٰ مطلع الفجرo

علامہ عنائت المشرقی یوں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: بلاشبہ ہم نے قرآن کو ''لیلۃ القدر'' میں (جب کے تمام کائنات کی پیدائش کا

Marfat.com

مداز ہ را ...) لگایا جارہا تھا اور سب طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، عالم آراء کا ئناتی قانون بنا کر) نازل کیا۔ اور (اے محمد ﷺ!) تو کیا سمجھتا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ یہ ''اندازے کی رات'' 1 ہزار مہینوں سے (جو کائنات کی پیدائش کے بعد روئے زمین پر جاری ہوئے) بہتر (اس لحاظ سے) ہے (کہ) اس میں (خدائی قوتوں کے علمبردار) فرشتے اور (بالخصوص) الروح کا فرشتہ (یعنی جبرائیل جس کی تحویل میں کائنات کا پورا قانون ہے) اپنے پروردگار کے حکم سے پورے قانون (روحا من امرہ) کو لے کر نازل ہوتے ہیں۔ لیلۃ القدر میں تمام کائنات پر سلام اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک (پیدائش کائنات کے مقصد کی) پو پھٹ جائے گی اور واضح ہو جائے گا کہ کائنات کو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

اس انتہائی طور پر دقیق اور نا سہل الفہم سورہ کا رسول ﷺ کے ذہن پر نبوت کے پہلے ساڑھے تین سال کے اندر بطور وحی نازل ہونا غور وفکر کا ایک سیلاب ہر سوچنے والے کے ذہن میں پیدا کرتا ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ عرب کے اس عظیم الشان شخص نے نبوت کے ابتدائی دوران میں جب کہ قرآن کی صرف تیرہ سورتیں (جن کا مجموعی حجم ایک سو سطروں سے بھی کم تھا) نازل ہوئی تھیں، نزول قرآن کا کیا تصور باندھا۔ 2

پروفیسر برق جیلانی یوں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ہم نے قرآن ایک فیصلہ کن رات میں نازل کیا جانتے ہو کہ یہ فیصلہ

1۔ سورۃ البقرہ میں جو بارہ سال بعد ۲ھ ہجری میں مدینہ میں نازل ہوئی شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن (۲/۱۸۵) کے الفاظ ہیں، یعنی قرآن ''ماہ رمضان'' میں نازل ہوا تھا۔ گویا یہ ''اندازے کی رات'' کا آخری تصور ہے۔

2۔ ترجمہ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی (تکملہ حصہ اول ص ۹۵)

Marfat.com

کی شب کیا ہے؟ یہ رات گزشتہ ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ اس میں الٰہی حکم سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں اور زندگی زمین پر اتر رہی ہے۔ یہ رات امن و سلام کا پیغام لے کر آتی ہے اور طلوع فجر تک باقی رہے گی۔

3: سورہ قدر اور اس کے ترجمہ و مفہوم پر تفکر سے جو باتیں واضح ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

1: سب سے اہم بات یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا ﷺ سے محبت بھرے انداز سے پوچھا ہے۔

مادرک مالیلۃ القدر (کیا آپ سورہ قدر کی حقیقت اور اہمیت کو جانتے ہیں؟)

رسالت مآب ﷺ جواب دینے کی بجائے خاموش نظر آتے ہیں۔ کیونکہ آداب خداوندی کا تقاضا خاموشی تھا۔

2: دوسری اہم بات:

سورہ قدر کی تشریح کے آغاز میں درج عبارت تکملہ حصہ اول سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں دو راتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ان میں سے پہلی رات زمانہ ماضی کی ازلی رات ہے جو صرف ایک ہے لیکن دوسری رات زمانہ مستقبل کی ہے۔ اور وہ عالم دنیا کی رات ہے۔ جو ہر سال ماہ رمضان میں پائی جاتی ہے۔ اس طرح وہ ایک رات بے شمار راتوں کا

غلام جیلانی برق، ڈاکٹر (دو قرآن۔ ص ۳۵۵) برق صاحب نے دو قرآن کے نام سے رجوع کر لیا تھا جس کے شاہد چوہدری سرفراز صاحب ہیں جن کی رہائش "کالرہ خاصہ" نزد شہر گجرات ریلوے لائن جو وزیر آباد کی طرف جاتی ہے اس پر واقع ہے اس سے راز آگاہی چوہدری سرفراز صاحب کے صاحبزادے سے ملاقات کے دوران ہوئی جو گجرات کے کسی کالج میں پروفیسر ہیں۔

Marfat.com

نمائندہ ہے جو قیامت تک کے دور میں ہر سال ماہ رمضان میں واقع ہوتی رہے گی۔ حضور ﷺ کے دور سے آج تک چودہ سوانتیس سال گزر چکے ہیں یعنی چودہ سوانتیس (1429) راتیں گزر چکی ہیں اور آئندہ قیامت تک آتی رہیں گی۔ ایسا واضح ہوتا ہے کہ پہلی رات اصل ہے اور دوسری راتیں اس کے ظلال ہیں۔ یا پہلی رات اصل ہے اور دوسری رات اس کا قائمقام ہے۔

3: تیسری اہم بات:

تشریح کے آغاز میں سورہ قدر کے دو تراجم درج ہیں پہلے ترجمہ میں قدر کا معنی (اندازہ) اور دوسرے ترجمہ میں قدر کا معنی (فیصلہ) لکھا ہوا ہے۔ دونوں تراجم کی عبارتوں کے مطالعہ سے ''اندازہ'' کا مفہوم بھی ''فیصلہ'' کے سانچہ میں ڈھلتا ہوا نظر آتا ہے۔ یعنی اس کا معنی بھی ''فیصلہ'' ہی ہے۔ لہٰذا دونوں مترجم ''قدر'' کے معنی (فیصلہ) پر متفق اور ایک ہی رائے رکھتے ہیں جس سے یہ واضح ہوگیا کہ پہلی رات فیصلہ کی رات تھی۔ اور فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ کا تھا۔ وہ فیصلہ کیا تھا؟ اور فیصلہ سے مراد قرآن کا نزول ہرگز نہیں، فیصلہ سے مراد ''امر کن'' کا نزول ہے جس کی تفصیل ایک حدیث قدسی میں پائی جاتی ہے۔

حدیث قدسی:

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ جب میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا۔ (بحوالہ مکتوب امام ربانی 122 دفتر سوم ص۱۴۹/۱۶۰۹)

مندرجہ بالا حدیث میں مخلوق کو پیدا کرنے کی غرض وغائت بیان کی گئی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ مخلوق کو کس طرح اور کب پیدا کیا گیا۔ پھر جب مخلوق کی پیدائش کے طریقہ بارے معلومات کے حصول کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ تو قرآن کریم میں مخلوق کو پیدا کرنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے۔ وہ یوں ہے۔

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (سورہ یٰسین آیت نمبر 82)

Marfat.com

ترجمہ: اس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے۔اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز (کو پیدا کرنے) کا ارادہ کرتا ہے۔اس سے کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔(فیوض القرآن)

مندرجہ بالا آیت میں مخلوق کو پیدا کرنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے۔اس کے علاوہ مزید گیارہ بار ''کن'' وارد ہے۔لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ''کن'' کو کب نازل کیا گیا تھا۔سورہ قدر واحد سورہ ہے جس میں امر کن کے نزول کا وقت بھی بتایا گیا ہے۔جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ پہلی لیلۃ القدر میں نازل ہونے والے (ہ) سے مراد امر کن ہے۔اور یہی سورہ قدر کی حقیقت ہے اس موقف کی تائید درج ذیل باتوں سے بھی ہو جاتی ہے

(i) مفسرین نے (ہ) سے مراد قرآن لیا ہے لیکن سورہ میں قرآن کریم کا کہیں ذکر نہیں۔

(ii) چونکہ مفسرین نے انا انزلنٰه (ہ) سے مراد قرآن کریم لیا ہے اور پورے قرآن کا نزول ایک ہی رات میں کر دیا گیا۔لیکن عملاً ایسا نہ تھا۔بلکہ قرآن تو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو چکا تھا۔جسے اہل مکہ خوب جانتے تھے۔جب ایسے ٹھوس ثبوت موجود ہوں تو یہ کہنا کہ پورا قرآن ایک رات میں نازل ہونا ناقابل فہم ہے۔

(iii) چونکہ سورہ قدر بعثت[1] کے چوتھے سال میں نازل ہوئی تھی اس وقت کے حالات وواقعات قرآن کے یکبارگی نزول کی نفی کرتے ہیں واقعات وحالات کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

لہ تفاسیر میں درج عام روایات کے مطابق صحابہ کرام کی تعداد اس وقت بمشکل (40) چالیس تھی۔

1 فیوض القرآن بھی سورۃ قدر کے دیباچہ میں یہ درج ہے کہ سورۃ اقراء کی پہلی پانچ آیات کے بعد سورۃ قدر نازل ہوئی تھی جو پانچ آیات پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

ب۔ سورہ قدر کے نزول سے پہلے چار سال میں (24) چوبیس چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔اس لئے مخالف اسلام اہل مکہ اور صحابہ کرام کو اچھی طرح سے علم تھا کہ کتنا قرآن نازل ہوا ہے۔وہ ایک رات میں نازل نہیں ہوا بلکہ چار سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔اس طرح سورہ قدر میں قرآن کے نزول میں ایسا تضاد پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف اہل مکہ کی آبادی جو تقریباً دس سے پندرہ ہزار پر مشتمل ہو گی وہ پوری آبادی صحابہ کرام کو طعن ولعن کرتی یہ تم کیسے جھوٹے مذہب کے ماننے والے ہو۔دوسرا امکان یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام بڑے امتحان سے گزرے ہوں گے۔کیونکہ نزول قرآن میں تضاد کی خاطر ان کو اذیت دی گئی ہو۔مگر تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور نہ کسی نزع اور نہ کسی تنازعہ کی شہادت ملتی ہے۔جس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس وقت قرآن کے نزول کا معاملہ زیر بحث نہ آیا تھا۔

ج۔ مفسرین نے (ہ) سے مراد قرآن کا نزول جس بنیاد پر لیا ہے۔وہ بنیاد سورہ بقرہ کی آیت ہے جس میں ایک رات میں قرآن کے نزول کی خبر دی گئی ہے۔وہ آیت یوں ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن (سورہ بقرہ آیت نمبر 185)

سورہ بقرہ کا نزول بعثت کے چودویں (14ویں) سال میں۔سورہ قدر کے 10 سال بعد ہوا۔سورہ بقرہ کے نزول تک قرآن کریم کا حجم تقریباً نصف قرآن کے برابر ہو گا۔جس وقت سورہ بقرہ نازل ہوئی تھی اس وقت مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی۔اسلام کی افرادی قوت بہت زیادہ لیکن مکہ میں سورہ قدر کے نزول کے وقت افرادی قوت اتنی کم تھی کہ وہ اپنے دفاع سے بھی عاجز تھی۔لیکن مدینہ منورہ میں سورہ بقرہ کے نزول کے وقت اسلامی ریاست جارحانہ قوت کی مالک تھی۔دونوں ادوار کا تقابل کریں تو ارض وسماء کی وسعتوں سے بھی فاصلہ زیادہ نظر آتا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا مدینہ منورہ میں قرآن کے یکبارگی نزول کا تعلق سورہ قدر میں (ہ) سے وابستہ کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اگر سورہ قدر میں قرآن کے نزول کا تعلق نہیں تو پھر (ہ) سے مراد کیا ہے جسے نازل کیا گیا تھا؟

☆حقیقت قرآن کا نزول ☆حقیقت محمدی (محمودی) کی تخلیق

☆عدم کا ظہور

وضاحت:

☆ حقیقت قرآن:

چونکہ لفظ ''کن'' قرآن کریم کا لفظ ہے۔ لہٰذا کن کا نزول ہی قرآن کا نزول ہے۔ لیکن اس لمحہ حروف والفاظ کی بجائے قرآن ایک نور تھا جسے حقیقت قرآن کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

☆حقیقت محمدی (محمودی)

چونکہ یہ عام مشہور ہے کہ امر کن سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا کیا وہ نور نبی تھا جسے حقیقت محمودی کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ جس کے بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھا نہ فرشتہ نہ زمین و آسمان نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

Marfat.com

(۱) پہلے حصہ سے قلم۔ (۲) دوسرے حصے سے لوح

(۳) تیسرے حصہ سے عرش کو پیدا فرمایا۔

(۴) (۱) چوتھے حصہ کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) اول سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے۔ (۲) دوئم سے کرسی۔

(۳) سوئم سے باقی فرشتے۔

(۳) (۴) چہارم حصہ کو پھر چاروں حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) پہلے حصہ سے آسمان۔(۲) دوسرے حصہ زمین۔(۳) تیسرے حصہ سے جنت اور دوزخ۔

(۴) چوتھے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔

(۱) پہلے حصے سے مومن کی آنکھوں کا نور۔(۲) دوسرے حصے سے ان کا نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے۔جس [1]

کا خلاصہ (لاالہ الا للہ محمد رسول اللہ) ہے۔

☆ ظہورِ عدم

چونکہ عدم وجودگی ضد ہے اس لئے جب نور نبی کو پیدا کیا گیا۔تو اس سے پہلے عدم کا ہونا لازم واضح ہوتا ہے۔جس سے عدم کے آئینہ میں حقیقت قرآن کے ظل اول کو وجود عطا کر کے تخلیق کا دروازہ کھول دیا گیا۔

نوٹ: حدیث قدسی کے مفہوم کے تناظر میں دیکھا جائے تو کن کا مقصود نور نبی کی تخلیق تھی اور قرآن کو نور نبی کے تعارف کے لئے اتارا گیا۔اور نور نبی کی تخلیق کا مقصد

---

1. (۱) امام عبدالرزاق استاد امام بخاری اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں۔
(۲) مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۹ (۳) سیرت حلبیہ جلد صفحہ ۳۰
(۴) زرقانی جلد اول صفحہ ۴۶ (۵) مقالات کاظمی جلد اول صفحہ ۵۴
(۶) رسالہ نشر الطیب صفحہ ۶

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی پہچان کرانا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں جو حقائق تحقیق سے ثابت ہو چکے ہیں وہ ''امر کن'' کے مظاہرات ہیں۔لہٰذا (ہ) سے مراد ''امر کن'' ہے جس کے ضمن میں نزول قرآن اور نزول قرآن کے ضمن میں حقیقت محمدی کی تخلیق اور حقیقت محمدی کے ضمن میں عدم کا ظہور ہے۔چونکہ قرآن کریم کا نزول امر کن کے ضمن میں ہے اس لئے لفظ ''کن'' قرآن کا حصہ ہے۔

چونکہ ''کن'' کے نزول کے باعث قرآن کا نزول اور اس کے ساتھ ہی حقیقت محمودی کی تخلیق واقع ہوئی تھی چونکہ امر کن کا نزول ماہ رمضان میں ہوا۔اس لیے ماہ رمضان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں دو جشن منائے جائیں

اول جشن نزول قرآن اور دوسرا جشن تخلیق نور نبی ﷺ کے راز کو آج سے چار سو سال پہلے امام ربانی، مجدد الف ثانی، قیوم زمانی، قدس سرہ بیان کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

''ماہ رمضان کی آمد آمد ہے اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی، اور شیونی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پاسکتی۔اور حقیقت محمدی ﷺ اس کا ظل اول ہے مکمل مناسبت رکھتا ہے اس مناسبت کی بنا پر مقدس کتاب کا نزول اسی ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

(آیت) شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن.7 (سورہ بقرہ آیت نمبر۔185)

ترجمہ: رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا''

(مکتوب ۴ دفتر اول)

نوٹ: نور نبی ﷺ کو کس طرح تقسیم در تقسیم کیا گیا۔؟ اس الجھن کا حل مولف کی تالیف (سفر تخلیق انسان، کائنات، آدم) میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کے مطالعہ سے تمام شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں جو بعض لوگوں کے اذہان میں پختہ ہو چکے ہیں۔نیز زیر قلم کتاب میں وہ عبارت بھی شامل ہوگی۔

Marfat.com

اس بات کا مصداق ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے جس راہ سے بھی پہنچی ہے، اس عظیم القدر ماہ المبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔ اگر اس ماہ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پرگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی، تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس پر راضی اور خوش ہو گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض ہو گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بناء پر معلوم ہوتی ہے۔ تا کہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا۔ امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا۔ اور اسکی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ اور برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں مختلف ہیں۔ اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ دیگر ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تا کہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز فرق حاصل ہو۔

(مکتوب نمبر ۴۵ دفتر اول)

وضاحت:

1۔ حقیقت محمدی ﷺ کو حقیقت قرآن کا ظل اول قرار دیا گیا ہے۔ تو یہ لازم ہے کہ جب حقیقت قرآن کا نزول ہوا تھا اس کا ظل اول بھی اس کے ساتھ ہی ظہور میں آ گیا تھا۔ اس لیے کہ اصل اور ظل لازم، ملزوم ہیں۔ اصل سے جدا نہیں ہوتا۔

2- خیرات: خیرات سے مراد رات میں قرآن کے نزول کے فیوض خیرات ہیں اور خیرات کا معنی وہ نعمت ہے۔

Marfat.com

جسے کسی کے دامن میں محض فضل سے بلا معاوضہ ڈال دیا گیا ہو۔

برکات: برکات سے مراد حاصل ہونے والی نعمت میں وسعت عطا کرنا ہے۔

3- خیرات کا تعلق قرآن سے ہے اور برکات کا تعلق حقیقت محمدی سے ہے۔

سورہ قدر کی اہمیت پر شواہد:

(i) لیلۃ القدر کی عبادت اور نیکی ہزار مہینوں کی متواتر عبادات و متابعت سے بہتر ہے (یعنی اس سے بھی زائد ہے)

(ii) فرشتے اور روح القدس اپنے رب کے حکم سے ہر امر (خیر) کے لئے اس (رات) میں اترتے ہیں۔

(iii) یہ سلامتی (اور امن کی رات) ہے (اور) یہ (تقسیم امن و خیر) صبح کے ہونے تک (رہتی ہے)۔ (سورہ قدر کی آیات 5,4,3) فیوض القرآن

مندرجہ بالا تین شہادتیں زمانہ مستقبل میں ہر سال ماہ رمضان میں واقع ہونے والی رات کی عظمت کو اجاگر کر رہی ہیں۔ جب ان شہادتوں پر غور کیا جاتا ہے۔ تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ ازلی رات میں جو کچھ ظہور میں آیا تھا۔ اس رات کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے درج ذیل امور کو انجام دے کر دو جشن منائے جاتے ہیں۔

1- آسمانوں کو بہت اچھی طرح فرشتے ہر سال سجاتے ہیں۔ اور آسمانوں میں نزول قرآن اور تخلیق نور نبی کا جشن منایا جاتا ہے۔

2- آسمانوں میں جشن منانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ فرشتے اور روح القدس کرارض پر تشریف لاتے ہیں۔

3- فرشتے اور روح القدس اپنے ساتھ سلامتی کے تحائف لاتے ہیں۔

4- فرشتے اور روح القدس سلامتی کے تحفے اہل زمین میں تقسیم کرتے ہیں۔

Marfat.com

5- فرشتے سلامتی کے تحفے اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ زمین کا کوئی گوشہ اور کوئی حصہ تحائف سے محروم نہیں رہتا۔

6- اہل زمین ماہ رمضان میں نزول قرآن اور تخلیق نور نبی کی خوشی میں جشن منانے کے لئے راتوں کو قرآن پڑھتے اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔ سوموار کو سرکار کی ولادتِ قدسی کی خوشی میں روزہ رکھنا افضل ہے۔

7- راتوں میں قرآن کا پڑھنا نزول قرآن کا جشن منانا ہے۔ اور دن میں روزہ رکھنا تخلیق نور نبی ﷺ کا جشن منانا ہے اس طرح اہل آسماں، آسمانوں میں اور اہل زمین، زمین پر جشن منا کر خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔

8- امر کن کا نزول ازلی رات میں ہوا تھا جس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے جشن منا کر اپنی خوشیوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ راتوں اور دنوں کو خوشیاں منانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر و متعین کر رکھا ہے اسی بنیاد پر تعین ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جشن منانے کے دو واقعات کا ذکر قرآن کریم میں کیا۔

(i) پہلا واقعہ امر کن کے نزول کے وقت کائنات کی تخلیق کا آغاز کر کے اس کی بنیاد قائم کر دی تھی۔

(ii) دوسرا واقعہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ان کی آمد کا اعلان کر دیا گیا نیز آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تکمیل کے وقت کارخانہ کائنات کی عمارت کی تکمیل ان کے وجود سے مکمل کر دی۔ جس کا ذکر سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں میں تفصیل سے درج ہے۔ جس کا خلاصہ نیچے لکھا جاتا ہے۔

جب کارخانہ کائنات کی عمارت کی آخری خشت نصب کر کے اس عظیم عمارت کو مکمل کرنا مطلوب تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آسمانوں میں تمام فرشتوں اور کرہ ارض پر جنوں میں سے ایک جن کو اپنی مجلس میں بلایا۔ پھر اس مجلس

Marfat.com

میں اپنے نائب کو بنانے کے ارادہ سے آگاہ کیا۔ پھر اس کی تخلیق کے لئے جو وسائل صرف کرنے تھے ان کا ذکر کیا تو سب فرشتوں اور اعزازیل وغیرہ نائب کی تخلیق کے ہر پہلو سے آگاہ ہو گئے۔ جب انہوں نے آگاہی تسلیم کر لی تو پھر فرمایا تم اپنی رائے سے مطلع کرو۔ چنانچہ اس کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ کہ فرشتوں نے آسمانوں کے گلی کوچوں میں نائب کی تخلیق پر بحث ومباحثے کئے جبکہ وہ آپس میں جھگڑنے لگے۔ جس کا ذکر یوں ہے۔

ماکان لی من علم با لملا الا علے اذ یختصمون۔ (سورۃ ص آیت نمبر 69)

ترجمہ: مجھ کوتو (ان واقعات کا) علم نہ تھا جب عالم بالا میں (مقرب فرشتوں کی محفل میں جن کے ذریعہ نظام عالم کی فنا و بقا کی تدابیر کی جاتی ہیں) فرشتے (آدم کی تخلیق کے متعلق) جھگڑ رہے تھے۔ گویا آسمانوں میں نائب خداوندی کی تخلیق کا ہر سو چرچا شروع کیا گیا تھا۔ جیسے سیاسی کارکن انتخابات کے موقع پر ہنگامے کھڑے کر دیتے ہیں۔ اور ملک کے کوچے کوچے اور گوشے گوشے میں بحثیں شروع ہو جاتی ہیں کہ کون جیتے گا اور کون ہارے گا۔ آسمانوں میں فرشتوں کے ہنگامے واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے شروع کرا دیئے تھے۔ تاکہ اپنے نائب کی آمد کی آگاہی سے کوئی محروم نہ رہ جائے۔ یہ بھی جشن منانے کا ایک انوکھا انداز ہے۔ (تخلیص از اسرار تخلیق آدم)

مندرجہ بالا دونوں واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نہ تبدیل ہونے والی سنت ہے کہ وہ اپنی شاہکار صنعت کی تخلیق سے پہلے اور تخلیق کے بعد جشن منا کر خوشیوں کا اظہار کرتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر اس کی تخلیق پر عرش پر اور جنت میں خوشیوں سے بھرپور جشن منایا۔ جس کا

Marfat.com

خلاصہ کچھ یوں ہے۔

آدم علیہ السلام کے قالب میں روح پھونکی تو عرش عظیم پر ان کو علم سکھایا گیا پھر عرش پر ان کو فرشتوں سے سجدہ کرایا پھر عرش پر ان کو اپنی نیابت (خلافت) عطا کی نیز نائب کو پوری کائنات کا پہلا حکمران بنا کر اپنے اختیارات منتقل فرمادیئے۔ نائب سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر ان کو جنت میں بھیجا گیا۔ پھر ان کے وجود سے ان کی زوجہ کو پیدا کر کے ان کی تنہائی کو دور کر دیا گیا۔ دونوں جنت میں خوشیاں مناتے رہے پھر ان کو کرہ ارض پر بھیج دیا گیا۔ تاکہ وہ کرہ ارض کی آبادکاری کر سکیں۔ اور یہ ذمہ داری ان کے سپرد کر دی گئی۔

(تخلیص از اسرار تخلیق آدم)

نتیجہ:

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ان کی تخلیق کا چرچا آسمانوں میں کرایا گیا۔ پھر جب پیدا کر دیئے گے تو ان پر جنت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اطمینان قلبی کے لئے جنت میں حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ یہ سب کچھ جشن منانے کے مترادف ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیل نہ ہونے والی سنت ہے۔

نوٹ غالباً اہل بصیرت ان واقعات کی روشنی میں ہی جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن چراغاں کر کے جشن مناتے ہیں؟

Marfat.com

آغاز تخلیق

تخلیق کے آغاز کی خبر حضور ﷺ نے جس طرح دی اس کا واقعہ یوں ہے ۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے خبر دی جائے کہ سب سے پہلے کون سی شے کو پیدا کیا گیا تھا۔تو آپ نے ارشاد فرمایا:

حدیث:اول ما خلق الله نوری ترجمہ: میرا نور اللہ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔

مفہوم:

تخلیق کا آغاز نور کی تخلیق سے کیا گیا۔گویا جو کچھ اس جہان مخلوق میں پایا جاتا ہے اس کی اصل نور" اس کی بنیاد نور" اس کا جوہر نور ہے۔

امام ربانی اس نور کے بارے اپنے مکتوبات میں یوں رقم طراز ہیں۔

شان علم اگرچہ الحیوۃ کے تابع ہے لیکن شان علم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہء ذات میں صفات وشیون کے اعتبار سقوط کے بعد ایک ایسی شان وگنجائش ہے۔کہ وہ حیوۃ کو بھی نہیں ہے۔پھر دوسری صفات اور شیون کا کیا حال ہے۔وہ ایک مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے تجرد کا مقام ہے۔کہ اطلاق نور کے علاوہ اپنے لئے کچھ اور تجویز نہیں کرتے۔میں جانتا ہوں کہ علم کو بھی اس جگہ گنجائش ہے لیکن وہ علم نہیں جسے علم حصولی یا حضوری کہتے ہیں۔وہ اپنی دونوں قسموں کے ساتھ حیوۃ کا تابع ہے۔بلکہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔اور وہ سب بے چون شعور ہی شعور ہے۔اس میں عالم اور معلوم کا اعتبار نہیں اور اس مرتبہ کے اوپر ایک مرتبہ ہے کہ علم کو بھی دوسری شیون کی طرح اس مقام میں گنجائش نہیں ہے۔اس جگہ سب نور ہے کہ اس کا اصل بے چون و بے چگون شعور ہے۔اور جب حضرت نور کا ظل بھی بے چون و بے چگون ہے۔تو اصل جو عین نور ہے کی بے چونی و بے چگونی کے متعلق کیا کہوں۔اور کیا کہا جاسکتا ہے۔اور تمام کمالات خواہ وجوبی ہوں یا امکانی نور کے ظلال

Marfat.com

ہیں اور نور کے ساتھ قائم ہیں وجود بھی وجود نور سے ظاہر ہوا ہے اور مبداء آثار ہوا پہلا جو کہ حضرت نور کے مرتبہ سے انحطاط کی بو رکھتا ہے۔ اور شعور و نور کا جامع ہے۔ نبی ﷺ نے اس کو مخلوق کہا ہے اور کبھی اسے عقل سے تعبیر فرمایا ہے اس جگہ آپ نے فرمایا۔

حدیث: اول ما خلق اللہ العقل

ترجمہ: سب سے پہلی چیز اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔ اور کبھی فرمایا۔

حدیث: اول ما خلق اللہ نوری

ترجمہ: سب سے پہلی شے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

اور یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ یہی نور ہے اور یہی عقل و شعور اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرتبہ کی طرف اپنی نسبت کی ہے "میرا نور" فرمایا ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقیقت محمدی ہی کا مرتبہ تھا اور یہ تعین اول ہوگا۔ نہ وہ حقیقت و تعین اول جو متعارف ہو چکی ہے۔ کیونکہ تعین اگر اس تعین کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ اس عقل سے مراد وہ عقل نہیں ہے، کہ فلاسفہ اس کو اللہ تعالیٰ سے بطریق اضطرار صادر اول کہا ہے اور اس کو صدور کثرت کا مصدر بنایا ہے۔ (مکتوبات 76 دوم)

حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرۃ فرماتے ہیں (لیلۃ القدر ایک سیاہ نقطہ ہے۔)

سیاہ نقطہ:

سیاہ نقطہ کو سمجھنے کے لئے اس کا نام زمان (Time) رکھنا پڑے گا۔ زمان کے دو مراتب ہیں ایک مرتبہ میں مکان اور وقت کے فاصلے پائے جاتے ہیں۔ دوسرے مرتبہ مکان اور وقت کے فاصلے نہیں پائے جاتے۔ ایک مرتبہ میں مشاہدہ کرنے والا ترتیب وار دیکھتا ہے۔ اس کے دیکھنے کا انداز کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے بعد دوسرے لمحے اور تیسرے لمحے اور اس ہی طرح مزید لمحوں کے یکے بعد دیگرے گزرنے کا ادراک کرتا

Marfat.com

ہے یہی ادراک کی تکرار ہے۔ ادراک کی تکرار سے شعور کی گہرائیاں بنتی ہیں۔ ان گہرائیوں کو مکانی فاصلے کہا جاتا ہے۔ یہ سیاہ نقطہ کا صرف ایک اندازِ نظر ہے۔ مثلاً دن ایک چیز (space) ہے رات ایک اسپیس ہے، پھول ایک اسپیس ہے خیال ایک اسپیس ہے، مٹی ایک اسپیس ہے۔ پانی ایک اسپیس ہے۔ خلاء ایک اسپیس ہے، فضا ایک اسپیس ہے، آگ ایک اسپیس ہے، ہوا ایک اسپیس ہے، چاندی ایک اسپیس ہے، سونا ایک اسپیس ہے، ہر شے کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ، ذرہ ایک اسپیس ہے، کائنات کا بڑے سے بڑا کرہ ایک اسپیس ہے، اگر کسی چھوٹے سے چھوٹے جوہر (ایٹم) کے کھرب در کھرب ٹکڑے کئے جائیں تو ہر ٹکڑا ایک اسپیس ہے۔ اگر ایک سیکنڈ کو سنکھ در سنکھ حصوں میں تقسیم کیا جائے تو حصہ ایک جز (space) ہے سیاہ نقطہ میں ازل تا ابد جتنے جز ہوسکتے وہ سب تہ در تہ موجود ہیں۔ سیاہ نقطے کا دوسرا اندازِ نظر بیان شدہ اندازِ نظر سے برعکس ہے۔ اس اندازِ نظر میں سیاہ نقطہ کی گہرائیاں اس درجہ لامتناہی رکھتی ہیں کہ پہلے اندازِ نظر کا ادراک اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ تاہم یہ اندازِ نظر اپنا الگ ادراک رکھتا ہے۔ اس ادراک کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر فرمایا ہے۔

تخلیق کی چار بنیادیں ہیں

چار بنیادیں (i) تسوید (ii) تجرید (iii) تشہید (iv) تظہیر جن کا اوپر تذکرہ ہوا ہے۔ یہ چاروں ادراک ہیں۔ اور ادراک کو سمجھنے کے لئے کائنات کی گہرائی اور پہنائی کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔ کائنات کو پہنائی میں دیکھنا اور گہرائی میں محسوس کرنا یا دل کی آنکھ سے کائنات کا مشاہدہ کرنا ادراک کی طرزیں ہیں۔ ظاہر میں دیکھنا پہنائی میں دیکھنا گہرائی میں دیکھنا ہے۔ قرآن پاک میں ان دونوں طرزوں کی شرح کی گئی ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا ہے اور پھر عرش پر استواء فرمایا دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان (بلندیوں و پستیوں) کا

Marfat.com

نور ہے۔

ادراک کیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء فرمانا اور رگ جاں سے قریب ہونا دونوں ارشادات میں مشترک مفہوم تلاش کرنا پڑے گا۔ فی الواقع یہ ادراک ہی کے دو اندازے ہیں۔ پہنائی میں ادراک کرنا تو انسانی تصور کو لاتناہیت کے بعد (دوری) میں لے جاتا ہے۔ اس بُعد ہی کو اللہ تعالیٰ نے عرش فرمایا ہے۔ گہرائی میں ادراک کرنا انسانی شعور کے قرب میں پہنچاتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے رگ جان سے قریب فرمایا ہے۔ یہاں یہ بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی بُعد کہ لاتناہیت کا بُعد اور لاتناہیت کا قرب ہم معنی اور مترادف مفہوم پیدا کرتے ہیں یہ دونوں مقامات دراصل ایک ہیں ۔صرف ادراک کے اندازے الگ الگ ہیں۔ ادراک ایک طرف پہنائی میں سفر کر کے عرش تک پہنچاتا ہے۔ دوسری طرف گہرائی کی مسافتیں طے کر کے رگ جاں کے قرب میں جذب ہو جاتا ہے۔ دونوں طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ پہلا ادراک تسوید اور دوسرا ادراک تظہیر ہے۔ اب دو ادراک تجرید اور تشہید باقی رہے۔ تجرید تسوید کا دوسرا رخ ہے۔ ہر بلندی کی ایک پستی ہے اور ہر پستی کی ایک بلندی۔ چنانچہ تسوید کا پست رخ تجرید ہے اور تظہیر کا بلند رخ تشہید ہے۔ یہ دونوں رخ کائنات کی ان حدوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو ماورائے کائنات سے جاملتی ہیں۔ اس مفہوم کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

اللہ بلندیوں اور پستیوں کا نور ہے۔ جیسے طاق، اس میں قندیل اور قندیل کے اندر چراغ رکھا ہو۔ یہ مقدس تیل کا چراغ بغیر کسی روشنی کے روشن ہے۔ جس کی روشنی تو اندر نور ہر سمت سے آزاد ہے۔ جب پہنائی تلاش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی صفات نور در نور ملیں گی۔ ان ہی چار ادراک کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معرفت ذات حاصل ہوتی ہے۔ سیاہ نقطہ کا تذکرہ آچکا

Marfat.com

ہے۔اس ہی نقطہ سے چاروں ادراک کا سرچشمہ ابلتا ہے۔اس مقام پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آخرادراک ہے کیا؟ ادراک زمان ہے۔یہی ادراک سیکنڈ کی کم سے کم کسر ہے۔ہم سمجھنے کے لئے کھربواں حصہ بھی کہہ سکتے ہیں یا اس سے بھی چھوٹا حصہ جو ہمارے خیال میں آسکتا ہو دوسری طرف طویل سے طویل وقفہ جسے نوع انسانی کی ذہنی پرواز شمار کرسکتی ہو۔یہ دونوں ادراک ہیں اور سیاہ نقطہ کی صفات ہیں۔چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے وقفوں کی مشاہداتی مثال ہیراشیما اورناگاساکی پر ایٹم بم کا حادثہ ہے۔

مؤلف کا ذاتی تجربہ

الشیخ خواجہ شمس الدین عظیمی اللہ کے ایسے دوست ہیں جن کی صحبت سے مستفیض ہونے والا بھی اللہ کا دوست ہوجاتا ہے۔انہوں نے 27 جنوری 2008ء کے سالانہ عرس کے موقع پر بعد نماز عشاء پانچ ہزار افراد سے زائد سامعین کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔کہ سلسلہ عظیمیہ کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ سیاہ نقطہ کا مراقبہ کرے۔

چند روز بعد خواجہ صاحب کی خدمت اقدس میں حاضری کے دوران سیاہ نقطہ کا مراقبہ کا طریقہ پوچھا۔تو انہوں نے فرمایا کہ دل کے اندر ایک سیاہ نقطہ ہے۔اس پر توجہ مرکوز کرکے یہ خیال میں لانا کہ سیاہ نقطہ گھڑی کی سوئی کے مرکزی نقطہ کی طرح یہ ایک نقطہ ہے۔مراقبہ میں اس نقطہ کی سوئی (Anti clock wise) گھوم رہی ہے۔حتیٰ کہ اس طرح معلوم ہو کہ مرکزی نقطہ پر ایک گھڑی کے سپرنگ کی طرح ایک سپرنگ نظر آئے گا۔جس کو کھولنے سے خاص آواز پیدا ہوتی ہے۔

جسب ارشاد،راقم الحروف نے مراقبہ کیا تو سیاہ نقطہ پر سوئی (Anti clock wise) اس تیز رفتار سے گھومی تو ایسا محسوس ہوا کہ اپنے نسبی (آباؤاجداد) کی پشت در پشت وجودوں میں سے گزرتا ہوا اس مقام وموقعہ پر پہنچا جس مقام پر ''کن'' صادر ہوا تھا۔ماضی کا اتنا طویل سفر چند لمحوں میں طے ہوگیا۔تو ایسا معلوم ہوا کہ یہ سیاہ نقطہ درحقیقت

Marfat.com

فواد ہے۔ جسے قلبیہ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ اسی فواد کا عکس اظل ہے۔ جس کا ذکر سورہ نجم میں ہے۔

کسی دوسرے موقع پر فرمایا۔ یہی وہ قول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔(جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

نوٹ:

ممکن ہے کہ اگر سوئی آگے کی طرف چلنے کا مراقبہ کیا جائے تو عالم آخرت سامنے آجائے اور ہم وہ سب کچھ دیکھ پائیں جو کل کو ہمیں عطا کرنے کا وعدہ ہے۔ (مولف حبیبی)

نوٹ: گزشتہ صفحات میں عبارت بطور تمہید ہے اور اگلے صفحات میں اصل عبارت درج ہے۔ جو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات سے حاصل شدہ ہے۔

Marfat.com

علم الکائنات

مکتوب امام ربانی کی روشنی میں

علم الکائنات پر مقالہ انسائیکلوپیڈیا ''جہانِ امام ربانی'' کی جلد نمبر دو میں شامل اشاعت ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے علم الدنی عطا فرمایا تھا جس کا بخوبی اندازہ مکتوبات شریف کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ اس مضمون میں اس علم کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے۔ ہم اس مضمون میں بغیر کسی تبصرے اور شرح کے صرف مکتوبات شریف کے اقتباسات پیش کریں گے۔ چونکہ کائنات کا پیدا کرنے والا خالق و مولیٰ ہے اس لئے سب سے پہلے اس کا ذکر کریں گے پھر جس کے صدقے میں کائنات وجود میں آئی اس کا ذکر کریں گے، اس کے بعد کائنات و موجودات کا ذکر کریں گے۔ پھر انسان کا ذکر کریں گے۔ جس کو سب سے بہترین ساخت میں پیدا کیا گیا ہے۔ اور آخر میں کائنات کے حوالے سے خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات شریف کی روشنی میں ذکر کریں گے۔

(ا) کائنات کے وجود کی حیثیت اور حقیقت:

امام ربانی مجدالف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ظلال کا مجموعہ ہے اور اس کی اصل حقیقت صفات و اسماء ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ عالم اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کا ظل ہے تو پھر اس کے اصول بھی اسماء وصفات ہوں گے اور ظلال اور اعراض ہیں کہ جن کا قیام اپنے اصول سے ہے جو کہ اسماء وصفات ہیں اور ان میں کوئی چیز بھی جوہر نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ قائم ہوں نظام معتزلی نجم ان الکذ وب قد یصدق (کبھی جھوٹا بھی سچی بات کہہ دیتا ہے) اس راز پر آگاہ ہوا اور اس نے کہا کہ عالم سب کا سب اعراض ہے اور ان میں کوئی جوہر

Marfat.com

نہیں ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوں۔ لیکن اس نے اس بات میں غلطی کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ "ان اعراض کا قیام ان کی اپنی ذات سے ہے"۔ اوران کے اصول سے غافل رہا کہ جس کے ساتھ وہ قیام رکھتے ہیں۔ چودہ جلووں پر مشتمل ہے

(۱) ایک دیگر مکتوب میں اللہ تعالیٰ کی صفات اوران کی تعداد کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

۱۔حیوۃ ۲۔علم ۳۔قدرت ۴۔ارادہ ۵۔سمع ۶۔بصر ۷۔کلام ۸۔تکوین اوران آٹھ صفات کو حقیقیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ قدیم ہیں اور خارج میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر زائد وجود سے موجود ہیں۔ (۲)

ایک دوسرے مکتوب میں صفات الٰہیہ کی تفصیل یوں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نفس وجوداور تمام کمالات میں جو کہ وجود کے توابع ہیں مثلاً ۱۔حیوۃ ۲۔علم ۳۔قدرت ۴۔ارادہ ۵۔سمع ۶۔بصر ۷۔کلام ۸۔تکوین میں بذات اقدس خود کافی ہے۔اوران کمالات کے حصول میں وہ صفات زائد کا محتاج نہیں اگرچہ صفات کاملہ زائد بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں پس اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات پاک سے خود موجود ہے۔ نہ کہ وجود سے اسی طرح وہ اپنی ذات سے زندہ ہے نہ کہ حیوۃ سے جواس کی صفت ہے اوراپنی ذات سے جاننے والا ہے نہ کہ صفت علم سے اوراپنی ذات سے دیکھنے والا ہے نہ کہ صفت بصر سے اوراپنی ذات سے سننے والا ہے نہ کہ صفت سمع سے اوراپنی ذات سے قادر ہے نہ کہ صفت قدرت سے اوراپنی ذات سے ارادہ کرنے والا ہے نہ کہ صفت ارادہ سے اوراپنی ذات سے متکلم ہے نہ کہ صفت کلام سے اوراپنی ذات سے ایجاد کائنات کا موجد ہے نہ کہ صفت تکوین سے۔ اگرچہ عالم کا وجود تکوین اور باقی صفات کے واسطہ سے ہے چنانچہ اس معنی کی تحقیق عنقریب آئے گی۔

صفات کی درجہ بندی بہ نسبت تقدم وتاخر بالخصوص تکوین پر بحث

یہ تکوین قدرت کے سوا چیز ہے کیونکہ قدرت میں فعل اور ترک فعل دونوں برابر ہیں اور تکوین

Marfat.com

میں فعل کی جانب متعین ہے اور یہ فرق بھی ہے کہ قدرت ارادے پر مقدم ہوتی ہے۔ اور تکوین ارادے کے بعد ہے۔ یہ تکوین بندہ کی اس استطاعت کے مشابہ ہے کہ علماء اہل حق نے اس کو بندہ کے فعل سے متصل رکھا ہے اور اسے قدرت و ارادہ کے صفت کے علاوہ سمجھا ہے۔ کیونکہ قدرت فعل و ترک کی دونوں طرفوں کو برابر قرار دیتی ہے۔ اور ارادہ ایک طرف کو ترجیح دینے والا فعل ہے اور ایجاد ترجیح ارادہ کے بعد تکوین سے تعلق رکھتی ہے اور قدرت کا اثبات نہ کیا جائے جو طرفین کی مصحح ہے تو جبر لازم آئے گا۔ اور اگر تکوین کا اثبات نہ کیا جائے تو ایجاد بے سہارا رہ جاتی ہے کیونکہ قدرت ایجاد کی مصحح ہے اور تکوین ایجاد سے ملحق ہے ۔تکوین کے اثبات سے چارہ نہیں ہے کہ علماء ماتریدیہ کو اس کی راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور اشاعرہ نے جب اس کی نسبت اور تعلق کو بہت سی چیزوں کے ساتھ پایا تو اسے صفات اضافیہ سے شمار کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو حق کرتا ہے اور وہی راستے کو راہنمائی کرتا ہے۔

تخلیق، ترزیق، احیاء، امانت اور ان جیسی اور صفات کو تکوین کی طرف راجع کرنا بہتر ہے، کیونکہ اگر ہر ایک کو مستقل طور پر صفت قدیمہ کہا جائے تو بے ضرورت بہت سی چیزوں کا قدیم ہونا ثابت کرنا ہوگا۔ پس واضح ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے صفات میسر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بذات خود بے توسط صفات حاصل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسری چیز کے ملاحظہ اور اعتبار کے بغیر بھی تمام کمالات کی جامع ہے۔ بلکہ ہر کلام کا عین ہے۔ کیونکہ بعض اور جزو ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ناپید ہے وہ تمام علم ہے۔ وہ تمام سننا (سمع) ہے۔ وہ اسی مکتوب میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

عالم اگرچہ صفات کا ظلال ہے اور صفات حضرت ذات کا ظلال ہیں لیکن اس ظلیت کے مراتب اور درجات ہیں کہ ہر ایک کو حجاب مطلوب ہے۔

حدیث: ان للہ سبحا نہ سبعین الف حجاب من نور و ظلمتہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نور اور ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں۔ (۴)

Marfat.com

مندرجہ بالا مکتوب کے آخری حصہ میں صفات کو حضرت ذات کے ظلال اور کائنات کو صفات کے ظلال بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ایک دیگر مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ عالم یعنی کائنات صفات کا ظلال ہے لیکن صفات کا معاملہ حضرت ذات سے ایسا نہیں ہے بلکہ جدا اور مختلف ہے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذاتی، قدیمی، اور اضافی صفات میں فرق

اس بحث کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کا قیام خدا تعالیٰ کی ذات سے اس طرح کا نہیں ہے جیسے عرض کا قیام جوہر سے ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کا قیام اس طرح ہے جیسے مصنوع کا قیام صانع سے ہوتا ہے۔ کہ صانع اپنے مصنوع کا قیوم ہے اگرچہ اس جگہ اتصاف ہے اور اس جگہ اتصاف نہیں ہے۔ بلکہ ان کا قیام کسی چیز کی اپنی ذات سے قیام کی طرح ہے۔ اتنا فرق ہے کہ اس جگہ زیادتی ثابت ہے اور اس جگہ زیادہ متصور نہیں ہے ۔لیکن وہ زیادتی غیریت کی حد تک نہیں پہنچاتی ہے۔ کیونکہ علماء نے نہ اس کا غیر ہے'' فرمایا ہے کہ پس دونوں جگہ میں تغائر اعتباری ثابت ہوا اور قیام تحقیق ہوا۔ اور اتصاف کا اس جگہ انسان کی انسانیت سے اتصاف کی طرح یا جوہر کی جوہریت کے اتصاف کی طرح بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جس مقام میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات حقیقیہ مقدسہ ہیں جو کہ حضرت کی ذات سے قائم ہیں۔ صفت اور اتصاف کا کوئی ملاحظہ اس جگہ ثابت نہیں ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات میں موصوفیت کا ملاحظہ ہے اور نہ ہی صفات مقدسہ میں صفائیت ملحوظ ہے جس صورت میں وجود اور وجود کو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گنجائش نہیں ہے۔ تو صفت و اتصاف کی کیا مجال ہے، جو کہ وجود کی شاخ ہے۔ اس مقدس مقام میں سوائے نور کے اور کسی کو گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ بھی بے چون ہے اگر حیات ہے تو وہ بھی نور ہے اگر علم ہے تو وہ بھی نور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور اس نور اقدس بے چون کو اگر مرتبہ ثانی میں بے تغیر اور انتقال اثبات کیا جائے تو یقیناً اس کی مظہریت کے قابل سوائے وجود کے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی لہٰذا اس فقیر کے نزدیک تعین اول ''تعین وجود'' ہے اور

Marfat.com

باقی سب تعینات اس تعین کے تابع ہیں۔ اگرچہ تعین کے لفظ کا اطلاق بھی اس فقیر کے علوم کے مطابق اس جگہ گنجائش نہیں رکھتا۔ لیکن چونکہ قوم میں یہ لفظ متعارف ہو چکا ہے لہٰذا ہم بھی اس کے اطلاق میں نرمی کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے۔ آمین۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(۵)

اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ کا تعلق رسالت مآب ﷺ کے وجودِ احمد ﷺ کی پیدائش پر تحقیق

جس طرح اللہ تعالیٰ کی آٹھ صفات ذاتی حقیقی قدیمی زائد ہیں اسی طرح اللہ کی صفات اضافیہ بے حد و بے حساب ہیں۔ صفات اضافیہ کا مرتبہ نیچے ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ صفات اضافیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

اس باریک نکتہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی آٹھ صفات اگرچہ وجود کے دائرے میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کی وجہ سے جوان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے امکان کی بوان میں ثابت ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدیمی صفات میں امکان کی گنجائش ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں تو امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہوگا۔ اور ان کا قدیمی نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہے۔ اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ نہ وہ امکان جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے اور جتنا بھی وقت نظر سے ممکنات عالم کے صحیفہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وجود اس جگہ مشہود نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کا امکان اور ان کی پیدائش کا منشا صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہ ہوگا۔ بلکہ اس عالم سے اوپر ہوگا۔ تو لازم ہے ان کا سایہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی ہے عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہے اور جب آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز عالم میں نہ ہوگی تو ان کے سائے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ علیہ والہ تسلیمات۔

Marfat.com

سن غور سے سن! صفت علم صفات حقیقیہ سے ہے اور وہ خارج کے دائرہ میں داخل ہے۔ اور اس صفت کو نسبت لاحق ہوتی ہے اور اس سے وہ تقسیم ہو جاتی ہے مثلاً علم اجمالی یا علم تفصیلی تو اس کی یہ اقسام اضافیہ سے ہوں گی اور ثبوت نفس الامری کے دائرہ میں داخل ہوں گی۔ جو کہ صفات اضافیہ کا مقام ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مشہود ہوتا ہے کہ علم جمل جو کہ صفت اضافیہ سے ہو گیا ہے۔ وہ ایک ایسا نور ہے جو عنصری پیدائش میں جو اصلاب متکثرہ میں گرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو کہ بہترین شکل وصورت (احسن تقویم) ہے۔ ظاہر ہوا اس کا نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ ہوا۔

(۶)

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت میں امکان کو دو طرح پر بیان کیا گیا ہے۔

(۱) امکان صفات اضافیہ (۲) دوسرا عالم ممکنات

ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کی وضاحت اسی مکتوب میں بیان کی گئی۔ یہ کچھ اس طرح ہے۔ امکان صفات اضافیہ کو نفس الامری مرتبہ میں شمار کیا ہے۔ اور عالم ممکنات کو مرتبہ وہم میں شمار کیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے مکتوبات کے مطالعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ کچھ یوں ہے: امکان صفات اضافیہ کا وہ جہان ہے جو عالم ممکنات سے اوپر کی جانب واقع ہے۔

امکان صفات اضافیہ کا جہاں عالم ارواح واضح ہوتا ہے۔

(۷)

(مکتوب ۱۳۱ دفتر سوم کی روشنی میں) اور عالم اشیاء کو عالم ممکنات کا جہاں عالم اجساد ہے۔ جس کو عالم کبیر اور عالم اشیاء بھی کہا جاتا ہے۔ اور عالم اشیاء کو عالم اسماء اس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم کی تخلیق اسی جہاں میں مقام عرش پر واقع ہوئی تھی۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کا علم سکھایا تھا۔ اور امام ربانی نے حضور ﷺ کے نوری وجود کی تخلیق عالم اسماء سے اوپر کے جہاں میں

Marfat.com

قراردی ہے۔ جو عالم ارواح ہے جسے صفات اضافیہ کا جہان کہا گیا ہے۔ اور نفس امری کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس جہاں کے بارے میں مکتوب ۷۶، دفتر دوم میں یوں لکھا ہے۔

یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جائے۔ اس دائرہ (عالم کبیر) کے ختم ہونے کے بعد معاملہ حیرت اور جہل کا ہے۔ اگر چہ کچھ معرفت ہے تو وہ بھی مجہول الکیفیت ہے۔ چونکہ حادث عقل وفہم کے لائق نہیں ہے۔ (۸)

نوٹ: جہانِ صفات اضافیہ میں حضور ﷺ کا قالب اللہ تعالیٰ کی صفات ثمانیہ ذاتی ،حقیقی، قدیمی کا مظہر ہے اور دیگر انبیاء علیہ السلام کے قالب صفات اضافیہ کے مظہر ہیں۔

عالم ارواح کا مرکز صفاتِ ذاتی قدیمی کا مظہر ہے یعنی دائرہ صفات اضافیہ کا مظہر ہے (مؤلف حبیبی)

حضور ﷺ کے اس وجود کی ولادت جو اسم محمد سے معروف ہے عالم ممکنات میں ہوئی تھی اور حضور کا وہ وجود جس کی تخلیق اسم احمد سے ظہور میں لائی گئی تھی۔ وہ عالم ارواح میں واقع ہوئی تھی جو صفات اضافیہ کے امکان کا جہان ہے۔ جس کو نفس الامری قرار دیا گیا ہے۔

حضور ﷺ کی تخلیق وجود احمد ﷺ کی صورت میں اس وقت کی گئی تھی جب کائنات کی تخلیق کا آغاز ہوا تھا اور یہی انسان اول ہے جس کے وجود مقدس واقدس سے کائنات کے وجود کو ظہور میں لایا گیا تھا۔ بنی آدم میں سے جب کسی کو ''عارف'' کے منصب پر فائز کرنا ہوتا ہے۔ تو اسے ازسرنو اسی مقام پر خلق کر کے ''عارف'' بنا دیا جاتا ہے۔ اس تخلیق کے عمل کو مکتوب (نمبر ۱۱۱ دفتر سوم) میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ (مولف حبیبی)

جب (دنیٰ) کے تحقق کے بعد (تدلیٰ) ہے، نزول کے روبرو ہے۔ جب تدلیٰ تحقق ہو جاتا ہے جس کا مفہوم تخلیق ہے اور ''عارف'' کو خلق میں لاتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت ظاہر ہوتی ہے۔ (۹) (عارف کا معنی قرآن میں طارق ہے تکملہ جلد اول)

Marfat.com

نوٹ: سورہ طارق میں (عارف) کو طارق کے نام سے متعارف کرایا گیا ہے۔ نیز (عارف) کو کس طرح خلق میں لایا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب مکتوب نمبر ۱۱۱ دفتر سوم میں درج ہے۔ (مولف حبیبی)

اللہ تعالیٰ کی شانیں اور ہر شان کی ایک مملکت ہے

گزشتہ صفحات میں اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقیہ اور صفات اضافیہ اور اسماء کا اجمالاً بیان ہو چکا ہے۔ اگلے صفحات پر اللہ تعالیٰ کی شانوں کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔ جن کے بارے میں امام ربانیؒ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ شان العلم سے اوپر شان الحیوۃ ہے کہ علم اس کا تابع ہے اور وہ تمام صفات کی ماں ہے کیا علم اور کیا غیر علم حصولی اور کیا علم حضوری اور یہ حیوۃ کی شان بڑی ہی عظیم الشان شان ہے۔ دوسری تمام صفات اور شیون اس کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے کہ دریائے محیط کے مطابق چھوٹی نہریں۔ عجیب بات یہ ہے کہ شیخ بزرگوار (ابن عربی) نے اس وسیع مملکت میں سیر نہیں کی ہے اور اس بات سے علوم و معارف کے پھول نہیں چنے ہیں اور اگر چہ یہ شان حضرت ذات عز شانہ سے بہت زیادہ قریب ہے اور عدم ادراک کے بہت زیادہ مناسب ہے۔ لیکن چونکہ وہ تنزل اور ظلیت کا شائبہ رکھتی ہے اور علم معرفت کے مظنہ سے ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

شیخ بزرگوار ابن عربی اور شان حیات

جن دنوں میں یہ فقیر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس عظیم الشان حالت میں سیر کر رہا تھا تو اس مقام کے نیچے بہت دور ایسا مشہود ہوتا تھا کہ شیخ نے اس جگہ ایک کٹیا بنا رکھی ہے۔ اور اس میں اقامت اختیار کر رکھی ہے۔ شاید آخر میں شیخ (ابن عربی) نے اس مقام

Marfat.com

سے حصہ حاصل کیا ہو۔

اس طرح کے بُعد (دوری) مسافت بے چون کا بُعد دو اعتبار سے ہے، کہا جا سکتا ہے کہ میدان عبارت کی تنگی ہے۔ یا اس کی صورت مثالی ہے۔ عالم مثالی میں بُعد بے چونی بُعد مسافت سے مشہود ہے۔ اے اللہ تو پاک ہے، ہمیں صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں بتایا۔ یقیناً تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔ والسلام علی من التبع الہدی۔

فصل بالخیر:

اس بیان سے لازم آیا کہ علم حیوۃ کے مرتبہ میں جو اس سے اوپر ہے ثابت نہیں ہوتا کیا علم حصولی اور کیا علم حضوری اور جب مرتبہ حیوۃ میں علم ثابت نہ ہوگا۔ تو اس کا نقیض ثابت ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔

اس اشکال سے رہائی ایک باریک نکتہ کی معرفت پر مبنی ہے کہ اولیا اللہ میں سے کسی نے کم ہی اس کے متعلق گفتگو کی ہے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ جل شانہ کا علم مثلاً جیسا کہ صفات ثمانیہ حقیقیہ زائد سے ہے۔ جس طرح کہ اہل حق نے فرمایا ہے اسی طرح شیون اور اعتبارات ذاتیہ غیر زائد سے بھی ہے۔ اور جب پہلی قسم اللہ تعالیٰ کی ذات سے زائد صفات سے ہے تو جن سے ان کا تعلق ہے وہ بھی ذات کے سوا ہوں گے۔ اور وہ ماسویٰ خواہ عالم ہو یا اللہ تعالیٰ کی صفات زائد کیونکہ جو کچھ بھی ظلیت کے داغ سے داغدار ہو چکا ہے۔ اور زیادتی کا نام اس پر آ چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ و تقدس کی ذات کے لائق نہیں ہے اور نہ اس کا خدا تعالیٰ کی ذات سے کوئی تعلق ہے۔ وہ علم خواہ حصولی ہو یا حضوری۔ اگر حضوری بھی ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ظلال میں سے کسی ظل سے تعلق ہے۔ اگرچہ اس نے علم اور عالم اور معلوم میں اتحاد پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ اتحادی مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ نہ کہ اس کا عین۔ اگرچہ ایک جماعت نے اس کی عینیت کا گمان کیا ہے۔ (۱۰)

یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام ربانیؒ صفات اور

Marfat.com

شیونات کی کامل معرفت رکھتے ہیں۔امام ربانیؒ مندرجہ بالا علوم و معارف کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

نبوت کی فراست کا نور

''یہ علوم جس طرح نظروفکر سے بالا ہیں اسی طرح کشف وشہود سے بھی بالا ہیں اور یہ بھی ہے کہ ارباب کشف وشہود اس معلوم کے سمجھنے میں اہل علم وعقل کی طرح ہیں۔نبوت کی فراست کا نور چاہیے جو کہ انبیاء کرام کی متابعت سے ان حقائق کو پالینے کی ہدایت فرمائے اور ان علوم و معارف کو پالینے کی دلالت کرے'' (۱۱)

مندرجہ بالا واضح ہونے والی باتوں سے امام ربانی کی معرفت کا اندازہ ہوتا ہے۔کہ آپ کس قدر جلیل القدر ہیں۔چنانچہ رسالت مآب ﷺ کے وجود عبد جو اسم احمد ﷺ کے نام سے معروف ہے اس وجود کی تخلیق کا امکان صفات اضافیہ کا امکان بیان فرماتے ہیں۔نیز رسالت مآب ﷺ کی روح کے بارے میں جو معرفت آپ علیہ الرحمہ کو حاصل ہے۔یعنی حقیقت محمودی کی تخلیق تین چیزوں کی جامع ہے۔محبت، شعور اور نور جن کی تفصیل یوں ہے۔

محبت سب سے پہلے جلوہ گر ہوئی

۱۔ ''جوہر محبت''........ کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلواۃ والسلام جو کہ حقیقت الحقائق ہے۔

مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ تعین وظہور حبی ہے جو کہ تمام ظہورات کا مبدا اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے۔

کنت کنزا مخفیا فا حببت ان اعرف مخلقت الخلق لا عرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں) سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی

Marfat.com

جوکہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دورازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانا رکھتا۔ حدیث قدسی لو لاك لما خلقت الا فلاك (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) جوکہ خاتم الرسل ﷺ کی شان میں واقع ہے کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہیے اور لو لاك لما اظهرت الربوبيت (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہیے۔ (۱۲)

۲۔ **''شعور''** (جس کا مبدا حقیقت قرآن ہے) کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

ماہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیوانی کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہے کہ زرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پا سکتی۔ اور حقیقت محمدی ﷺ اس کا ظل اول ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مبارک میں واقع ہوا۔

نوٹ: حقیقت محمدی کی بجائے حقیقت محمودی ہے جس کا ظل حقیقت احمدی ہے ۔اور حقیقت احمدی اکا ظل حقیقت محمدی ہے۔ (مولف حبیبی)

شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن (سورۃ بقرہ آیت نمبر 185)

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

اس بات کا مصداق ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے، ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے۔ جس راہ سے ہی

Marfat.com

پہنچتی ہے۔ اس عظیم القدر ماہ مبارک کی بے نہایت برکات کا ایک قطرہ ہے۔۔ اور اگر اس ماہ مبارک میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی، تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس پر راضی اور خوش ہو گیا۔ اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض ہو گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا۔ اور اس ماہ مبارک میں قرآن مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بناء پر معلوم ہوتی ہے۔ تا کہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں۔ تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا۔ امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا۔ اور اسکی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ اور برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں مختلف ہیں۔ اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ دیگر ہیں۔ اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے۔ تا کہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز فرق حاصل ہو۔

قابلیت اولیٰ جس کا اوپر ذکر ہوا، اور حقیقت محمدیہ علی مظہر ھا لصلوت واتسلمیات کے حسن سے عبارت ہے وہ قابلیت ذات نہیں جو صفات سے متصف ہے۔ (۱۳)

۳۔ "نور" (جو شان علم کا مظہر ہے) امام ربانی نور نبی کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

شان العلم کی بلندی اور اس مرتبہ مقدسہ کا بیان جو اس سے اوپر ہے۔ جسے خالص نور کہا جاتا ہے۔

شان العلم اگرچہ شان الحیوۃ کے تابع ہے لیکن علم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ ذات میں صفات وشیون کے اعتبار کے سقوط کے بعد ایک ایسی شان اور گنجائش ہے کہ وہ حیوۃ کو بھی نہیں ہے۔ پھر دوسری صفات اور شیون کا کیا حال ہے۔ وہ ایک مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے تجرد کا مقام ہے کہ اطلاق نور کے علاوہ اپنے لیے کچھ اور تجویز نہیں کرتے۔ میں جانتا

Marfat.com

ہوں کہ علم کو بھی اس جگہ گنجائش ہے لیکن وہ علم نہیں جس کو حصولی یا حضوری کہتے ہیں کہ وہ اپنی دونوں قسموں کے ساتھ حیوۃ کا تابع ہے بلکہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اور وہ سب بے چون شعور ہی شعور ہے۔ اس میں عالم و معلوم کا اعتبار نہیں ہے۔

اور اس مرتبہ کے اوپر ایک مرتبہ ہے کہ علم کو بھی دوسرے شیون کی طرح اس مقام میں گنجائش نہیں ہے اس جگہ سب نور ہے کہ اس کی اصل بے چون و بے چگون شعور ہے اور جب حضرت نور کا ظل بھی بے چون و بے چگون ہے تو اصل جو کہ عین نور ہے کی بے چونی و بے چگونی کے متعلق کیا کہوں، اور کیا کہا جا سکتا ہے، اور تمام کمالات خواہ وہ وجوبی ہوں یا امکانی نور کے ظلال ہیں اور نور کے ساتھ قائم ہیں وجود بھی نور وجود سے ظاہر ہوا ہے اور مبدا آثار ہوا ہے۔ پہلا جو کہ حضرت نور کے مرتبہ سے صرف انحطاط کی بو رکھتا ہے اور شعور نور کا جامع ہے نبی ﷺ نے اس کو مخلوق کہا ہے اور کبھی اسے عقل سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا:

اول ماخلق اللہ العقل

ترجمہ: سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ عقل ہے

اول ماخلق اللہ نوری

ترجمہ: سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے۔

اور یہ دونوں ایک ہیں یہی نور ہے اور یہی عقل و شعور اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرتبہ کی اپنی طرف نسبت کی ہے "میرا نور" فرمایا ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقیقت محمدی کا مرتبہ تھا اور یہ تعین اول ہوگا نہ وہ حقیقت و تعین اول جو کہ متعارف ہو چکی ہے کیونکہ وہ تعین اگر اس تعین کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے۔ (۱۴)

نوٹ: حقیقی تعین اول حقیقت محمودی ہے جو اصل ہے جس کا ظل حقیقت احمدی اور اس کا ظل حقیقت محمدی ہے ﷺ (مؤلف حبیبی)

(۲) جس طرح امام ربانیؒ نے حقیقت محمدی (روح محمدی) کی معرفت کو

Marfat.com

بیان فرمایا۔اسی طرح آپ نے حضور ﷺ کے قالب اور روح کے جامع وجود کے بارے میں تحقیق فرمائی ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

اسم محمد اور اسم احمد ﷺ میں فرق

ان اسرار کے بیان میں جو رسول اللہ ﷺ کے دو ناموں محمد اور احمد سے متعلق ہیں:

ہمارے پیغمبر ﷺ دو ناموں سے موسوم ہیں اور دونوں اسم مبارک قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں فرمایا: محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں) اور عیسیٰ روح اللہ کی بشارت کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا:۔۔۔۔(ان کا نام احمد ہوگا) اور ان دونوں مبارک ناموں کی ولایت علیحدہ ہے۔ولایت محمدی اگرچہ پیغمبر ﷺ کی محبوبیت کے مقام سے پیدا ہوئی ہے لیکن اس جگہ خالص محبوبیت ثابت نہیں ہے بلکہ اس میں محبوبیت کی کیفیت کی آمیزش بھی ہے اگرچہ وہ آمیزش اس کے اصل میں ثابت نہیں ہے لیکن محبوبیت خالص کے مقام سے مانع ہے اور ولایت احمد خالص محبوبیت سے پیدا ہوئی ہے جس میں محبوبیت کا شائبہ تک نہیں ہے اور یہ ولایت سے بلند تر ہے اور ایک منزل مطلوب سے نزدیک تر ہے اور محبّ کو زیادہ مرغوب ہے کیونکہ محبوب جتنا بھی محبوبیت میں مکمل ہوگا اس کی بے نیازی اور استغنا بھی کامل تر ہوگا۔اور محبوب کی نگاہ میں زیادہ خوبصورت اور زیباتر ہوگا اور محبّ کو اپنی طرف زیادہ کھینچے گا اور اسے زیادہ سرگشتہ اور شیفتہ بنادے گا۔

نہ تنہا افتم زیبائی اوست
بلائے من ز ناپروائی اوست

بلا سے مراد عشق کا حد سے گزرنا ہے جو کہ عاشق کو مطلوب ہے۔سبحان اللہ! احمد عجیب مبارک نام ہے جو کہ کلمہ مقدسہ احد سے مرکب ہے اور حرف میم کے حلقہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ کے عالم بے چون میں پوشیدہ اسرار میں سے ہے اس کی گنجائش نہیں رکھتا کہ عالم چون میں اس پوشیدہ

نوٹ: محبوبیت کا مقام عالم ارواح کا مرکزی مقام ہے۔محبوبیت وجود احمد ﷺ اور محبیت کا مقام عالم دنیا کا مرکزی مقام ہے۔مرکزی مقام کرۂ ارض ہے (مؤلف حبیبی)

Marfat.com

راز کو حلقہ میم کے بغیر کیا جا سکے اور اگر اس کی گنجائش ہوتی تو اللہ پاک اس سے تعبیر فرماتے اور احد احد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حلقہ میم طوق عبودیت ہے کہ جس نے بندہ کو مولا سے الگ کیا ہے پس بندہ وہی میم کا حلقہ ہے اور لفظ احد اس کی تعظیم کے لئے آیا اور اس کے اختصاص کا اظہار کیا ہے۔

چون نام این است نام آور چہ باشد

ہزار سال کے بعد کہ اس کو امور عظام کے تغیر میں ایک تاثیر ودیعت کی ہے اس ولائت کا معاملہ اس ولائت تک کھینچا اور ولائت محمدی ولائت احمدی پر منتہی ہوئی۔ اور کاروبار عبودیت کے دو طوق سے ایک طوق تک پہنچا اور پہلے تک کہ محمد احمد ہوا علیہ وعلیٰ الہ الصلوۃ والسلام اس کا بیان یہ ہے کہ عبودیت کے دو طوق میم کے دو حلقوں سے عبارت ہیں کہ جو اسم مبارک محمد میں مندرج ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ دو طوق ان کے دو تعین کی طرف اشارہ ہو۔ ان دو تعین میں سے ایک تعین بشری ہے اور دوسرا تعین روح ملکی اور تعین جسدی میں اگرچہ موت آجانے کی وجہ سے سستی و نقص آجاتا ہے اور تعین روحی نے اور قوت حاصل کر لی لیکن اُس تعین کا اثر بھی زائل ہوا اور اُس تعین کا کوئی نشان نہ رہا اور جب ہزار سال ختم ہوا اور اس تعین کا اکثر حصہ نہ رہا اور ان دو طوق میں سے ایک طوق عبودیت کھینچ لیا گیا اور اس پر فنا اور زوال طاری ہوا اور الف الوہیت کہ اس کو بقا باللہ کے رنگ میں کہا جا سکتا ہے اس کی جگہ بیٹھا تو لازماً محمد احمد ہوا اور ولایت محمدی سے ولایت احمدی میں انتقال فرمایا۔ پس محمد دو تعین سے عبارت ہے اور احمد ایک تعین سے کنایہ ہے اور بس۔ پس یہ نام حضرت مطلق سے زیادہ قریب ہوگا اور عالم سے دور تر ہوا گا۔ (۱۵)

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے خلق محمدی کو عام انسانوں کی تخلیق کی طرح قرار نہیں دیا جیسا کہ بعض گستاخوں نے خیال کیا۔ بلکہ آپ ﷺ کی تخلیق کو کسی شے کی

Marfat.com

تخلیق کی مثل بھی قرار نہیں دیا۔ آپ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ خلق احمدی دوسرے افرادانسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ عالم کے افراد میں سے کسی فرد کی پیدائش سے بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ خلقت من نور اللہ (میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت حاصل نہیں۔

رسالت مآب ﷺ کی انوکھی اور منفرد تخلیق

اس باریک نکتہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی آٹھ ہی صفات اگرچہ وجود کے دائرہ میں داخل ہیں۔ لیکن اس احتیاج کی وجہ سے جوان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ امکان کی بوان میں ثابت ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدیمی صفات میں امکان کی گنجائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں تو امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہو گا۔ اور ان کا قدیمی نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہے اور کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اس امکان میں ہوئی جو امکان اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے یہ وہ امکان جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے اور جتنا بھی دقت نظر سے ممکنات عالم کے صحیفہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وجود اس جگہ مشہود نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کا امکان اور ان کی پیدائش کا منشا صفات اضافیہ کا وجود اور ان کا امکان محسوس ہوتا ہے۔ اور جب رسول اللہ ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہ ہوگا۔ بلکہ اس عالم سے اوپر ہوگا تو لازماً ان کا سایہ نہ ہوگا اور پھر یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہے۔ اور جب آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز عالم میں نہ ہوگی تو ان کے سایہ کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔ علیہ وآلہ الصلوۃ والتسلیمات۔ (۱۶)

(۳) عالم آفاق اور عالم انفس کی سیر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

کائنات کے عالم آفاق اور عالم انفس کو ایک قدم میں طے کرنے کا ذکر یوں تحریر

Marfat.com

فرماتے ہیں:

یہ وہ طریقہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کی شاہراہ ہے۔ یہ بزرگ (انبیاء علیہم السلام) اسی راستے سے اپنے مختلف مراتب کے مطابق منازل وصول تک پہنچے ہیں۔ اور انہوں نے آفاق وانفس کو ایک قدم میں طے کیا اور دوسرا قدم آفاق وانفس سے باہر جارکھا ہے اور معاملے کو سلوک اور جذبہ سے اوپر لے گئے ہیں۔ اس لیے کہ سلوک کی نہایت سیر آفاقی کی نہایت تک ہے۔ اور جذبے کی نہایت سیر انفسی کی نہایت تک۔ اور جب سیر آفاقی اور انفسی نہایت کو پہنچ گئی سلوک وجذبہ کا معاملہ مکمل ہوگیا۔ اس کے بعد نہ سلوک ہے نہ جذبہ۔ یہ معنی ہر مجذوب سالک اور ہر سالک مجذوب کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک آفاق وانفس کے باہر قدم رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ اگر بالفرض لمبی عمر پائیں تو ساری کی ساری سیر انفس میں صرف کردیں گے۔ اور پھر بھی اسے تمام نہ کرسکیں گے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود
گرچہ عمرے تگ زند درخود بود

جیسا کہ گزرا۔ اور ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ ذات کی تجلی متجلی لہ، کی صورت میں ہی ہوسکتی ہے۔ پس متجلی لہ نے اپنی صورت کے سواحق کے آئینہ میں کچھ نہیں دیکھا۔ اور اس نے حق کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ممکن ہے کہ اسے دیکھ سکے۔ (١٧)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آفاق وانفس سے باہر اس بلند ذات کو تلاش کرنا چاہیے۔ چناں چہ ایک مکتوب میں حاجی محمد فرکئی کو تحریر فرماتے ہیں:

الحمد الله و سلام على عباده الذين اصطفى

آپ کا مراسلہ شریفہ جو آپ نے کمال اخلاص اور محبت کے ساتھ ارسال کیا تھا۔ موصول ہو

Marfat.com

کر بہت زیادہ فرحت اور خوشی کا موجب ہوا۔ نسبت رابطہ تمہیں ہمیشہ صاحب رابطہ (شیخ) کے ساتھ رکھتی ہے۔ اور فیوض انعکاسی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس نعمت کا شکر بجالانا چاہیے۔ اور قبض وبسط دونوں اس راہ میں اڑنے کے دو بازو ہیں۔ قبض سے دلگیر۔ اور بسط سے مسرور نہ ہوں۔

آپ نے یہ آرزو کی تھی کہ تمام ذرات میں مشاہدہ جمال میسر ہو۔ محبت کے اطوار والے! بندے کو آرزو سے کیا کام۔ اور اس کی آرزو اس کے فہم قاصر کے اندازہ کے مطابق ہوگی۔ جمال لایزال کا ذرات کے آئینے میں مشاہدہ کرنا کوتاہ بینی کے باعث ہے ذرات کی کیا مجال ہے۔ کہ اس جمال کے آئینے بنیں۔ جو کچھ ذرات کے آئینوں میں مشہود ہوتا ہے وہ اس بے نہایت جمال کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اس بلند ذات کو وراء الوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔ اور آفاق وانفس کے دائرہ سے باہر ڈھونڈنا چاہیے۔ اس وقت جو نسبت تم رکھتے ہو وہ تمھاری ارزو سے فوقیت رکھتی ہے۔ لوگوں کی تقلید کرکے پستی کی طرف راغب ہونے کی آروزو ہرگز نہ کریں۔ اور بلندی سے نیچے آنے کی تمنا نہ کریں۔ ان اکابر کا کارخانہ بلند ہے۔

ان اللہ سبحانہ ،یحب معالی الھمم

بے شک اللہ سبحانہ بلند ہمتی کو پسند فرماتا ہے۔

المسول من اللہ سبحانہ ، جمیعتکم الصوریۃ والمعنویۃ واسلام (۱۸)

آفاق وانفس سے باہر کی سیر

امام ربانی مجدد الف ثانی" آفاق وانفس کی حدود سے باہر کی سیر کی خبریں دیتے ہیں:

> اگر ترب نبوت کمالات کی بلندی کی طرف قرب ولایت کے راستے سے عروج واقع ہو تو فنا و بقا اور جذبہ وسلوک سے چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ

Marfat.com

اس قرب کے مقدمات اور اسباب ہیں۔اور اگر اس راہ سے نہ چلے اور شاہراہ قرب بنوت سے گئے ہیں۔اس لیے وہ جذبہ وسلوک اور فنا وبقا سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔اس معرفت کا بیان میرے اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کے نام لکھا ہے۔تلاش کریں اور اس فقیر نے اپنے مکتوبات ورسائل میں جہاں جہاں یہ لکھا ہے، کہ میرا معاملہ سلوک وجذبہ سے وراء اور تجلیات وظہورات سے بھی وراء ہے۔اس سے یہی قرب مراد ہے میں اپنے خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں تھا۔کہ اس دولت نے ظہور فرمایا۔اس عبارت کے ساتھ حضرت ایشاں کی خدمت میں میں نے عرض کیا تھا۔تو مجھ پر ایک چیز ظاہر ہوئی کہ سیر انفسی اس عمل کی نسبت سیر آفاقی کی طرح ہے۔اس عبارت سے زیادہ اس دولت کی تعبیر کے لئے طاقت نہیں پاتا تھا۔ سالہا سال کے بعد یہ عجیب معاملہ صاف ہوا۔اور مجمل عبارتوں کے ساتھ تحریر میں لایا الحمد لله الذی هدانا وما کنا لنهتدی لو لا ان هدنا الله لقد جات رسل ربنا بالحق ؛ پس عبارت فنا وبقا اور جذبہ وسلوک نئی پیدا شدہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ چیز ہے۔مولوی جامیؒ "نفحات" میں لکھتے ہیں۔کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنا وبقا کا لفظ زبان سے نکالا ہے۔ابو سعید خراز ہے قدس سرہ (۱۹)

دائرہ انفس سے باہر ٹہلنا

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کائنات کی حدود یعنی آفاق وانفس سے باہر قدم رکھنے کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

پس سیر انفسی تو ضروری ہے اور سیر آفاقی طفیلی طور پر اس کے ضمن میں میسر آجاتی

Marfat.com

ہے۔اسی لئے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی سیر انفس میں منحصر تھی۔اور آفاقی طفیلی طور پر ضمن میں طے ہو جاتی تھی۔ہاں سیر آفاقی بھی اچھی چیز ہے۔اگر اس کو طے کرنے کی فرصت دیں۔اور رکاوٹوں کے درمیان میں حائل ہونے کے بغیر ہی انجام تک پہنچا دیں۔اور اگر اس کے طے کرنے کی فرصت نہ دیں اور رکاوٹوں میں مبتلا کر دیں تو نزدیک ہے۔کہ سیر آفاقی لایعنی کاموں میں شمار ہو جائے اور حصول مطلوب کے مواقع میں داخل ہو جائے۔سیر انفسی جس قدر طے ہو سکے غنیمت ہے۔کیونکہ یہ بدی سے نیکی کی طرف جانا۔نعمت عظیم ہے۔اگر اس سیر کو بندہ انجام تک لے جائے۔اور دائرہ انفس سے باہر ٹہلنا شروع کر دے کیا ضرورت ہے کہ (سالک) تلوینات نفس کو آفاق کے آئینہ میں مشاہدہ کرے اور اپنے تغیرات کا آفاق میں معائنہ کرے۔جس طرح اپنے صفات قلب کو مثلاً آئینہ مثال میں معلوم کرے اور اسی صفائی کو نور سرخ کی صورت میں بھی دیکھے۔اپنی قوت باطن کو کیوں کام میں نہیں لاتا اور اس کی صفائی کو اپنی فراست کے سپرد کیوں نہیں کرتا۔مثال مشہور ہے کہ بارہ سالہ لڑکے کو طبیب کی کیا حاجت ہے۔کیونکہ سالک اپنے وجدان صحیح سے اپنے احوال کی تلونیات کو پالے گا۔اور فراست سے ہی اپنی صحت وسقم کو معلوم کرلے گا۔(۲۰)

عالم ارواح:

جو صفات اضافیہ کا امکان ہے۔اور عالم مثال کے اوپر واقع ہے۔جس کے بارے میں امام ربانی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ:

عالم امر ختم ہو جانے کے بعد معاملہ حیرت اور جہل کا ہے۔اگر کچھ معرفت ہے تو وہ بھی مجہول الکیفیت ہے، جو کہ حادث عقل وفہم کے لائق نہیں ہے۔(۲۱)

راقم الحروف حبیبی کی گزارش ہے کہ عالم ارواح وہ عالم ہے۔جس میں حضور ﷺ کے وجود احمد ﷺ کو خلق فرمایا گیا تھا۔جس کا ذکر امام ربانیؒ نے آج سے چار سو سال پہلے اپنے مکتوب میں ذکر کر کے قرآن کریم کی وہ تفسیر بیان کر دی جس کا کسی

Marfat.com

دوسرے فرد کو ادراک نہ تھا۔ مکتوب کی عبارت درج ذیل ہے:

خاتمہ حسنہ:

حسن و جمال محمدی ﷺ کے بیان میں جس سے جہانوں کے پروردگار کی محبت کا تعلق ہے اور نبی ﷺ اس جمال کے ساتھ رب العالمین کے محبوب ہوئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ اس صباحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے تھے۔ حضرت یعقوب کے محبوب ہوئے ہیں۔(۔۔۔۔۔۔) لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں اس ملاحت کی وجہ سے زمین و آسمان کے محبوب ہوئے ہیں۔(۔۔۔۔۔۔۔) لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں اس ملاحت کی وجہ سے جو وہ رکھتے ہیں خالق زمین و آسمان کے محبوب ہیں زمین و زمان کو ان کے طفیل پیدا کیا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے۔

جاننا چاہیے کہ خلق محمدی دوسرے افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے افراد میں سے کسی پیدائش سے بھی مناسبت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ ﷺ باوجود عنصری پیدائش کے اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔۔۔(میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں) اور دوسروں کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی ہے۔اس باریک نکتہ کا بیان یہ ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی آٹھ صفات اگرچہ وجود کے دائرے میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کی وجہ سے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے امکان کی بو ان میں ثابت ہے۔اور جب اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدیمی صفات میں امکان کی گنجائش ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں تو امکان کا ثبوت بطریق اولیٰ ہوگا۔ اور ان کا قدیمی نہ ہونا ان کے امکان پر بہت بڑی دلیل ہے۔اور کشف صریح سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش اس امکان سے ہوئی ہے جو صفات اضافیہ سے تعلق رکھتا ہے، نہ وہ امکان جو تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے اور جتنا بھی دقت نظر سے ممکنات عالم کے صحیفہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا وجود اس جگہ مشہود نہیں ہوتا اور رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کا امکان اوران کی پیدائش کا منشا صفات اضافیہ کا وجوداوران کا امکان محسوس ہوتا ہےاور جب رسول اللہ ﷺ کا وجود عالم ممکنات میں نہ ہوگا۔ بلکہ اس عالم سے اوپر ہوگا تو لازماً ان کا سایہ نہ ہوگا۔اور یہ بھی ہے کہ عالم شہادت میں کسی شخص کا سایہ اس شخص سے زیادہ لطیف ہےاور جب آپ سے زیادہ لطیف ہےاور جب آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز عالم میں نہ ہوگی تو ان کے سائے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔علیہ وآلہ تسیمات۔

سن غور سے سن! صفت علم صفات حقیقیہ سے ہےاوروہ خارج کے دائرہ میں داخل ہے اوراس صفت کو نسبت لاحق ہوتی ہےاوراس سے وہ تقسیم ہوجاتی ہے مثلاً علم اجمالی یا علم تفصیلی تو اس کی یہ اقسام اضافیہ سے ہوں گی اور ثبوت نفس الامری کے دائرہ میں داخل ہوں گی۔ جو کہ صفات اضافیہ کا مقام ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہےاور مشہود ہوتا ہے کہ علم جمل جو کہ صفت اضافیہ سے ہوگیا ہے۔وہ ایک ایسا نور ہے جو عنصری پیدائش میں جو اصلاب متکثرہ میں گرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق انسانی صورت میں جو کہ بہترین شکل و صورت (احسن تقویم) ہے۔ظاہر ہوا اس کا نام محمد ﷺ اور احمد ﷺ ہوا۔(۲۲)

نوٹ: مندرجہ بالا سطر میں صفات اضافیہ کا تعلق قالب احمدی [illegible] (مؤلف)

(۴)

موجودات کے تین مراتب:

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے موجودات کے تین مراتب قرار دیے ہیں۔ چونکہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

پس موجودات کے تین مرتبے ظاہر ہوئے اور مرتبہ وہم میں جو کہ اس پیدائش کے اکثر افراد کا حصہ ہے سارے انبیاء علیہم السلام ہیں جو کہ اس مرتبہ سے باہر آچکے ہیں اور اسی طرح ملائکہ کرام بھی علی نبینا و علیھم الصلوۃ والسلام کی جن کا و

Marfat.com

وجود آخرت کی پیدائش کے وجود سے مناسبت رکھتا ہے۔اور اولیا کرام سے بھی بہت سے کم لوگ ایسے ہیں جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں اور وہم سے نکل کر نفس امر کے ساتھ ملحق ہو چکے ہیں

نوٹ: تزکیہ، تصفیہ کے مراحل سے گزر جانے والے بزرگوار درجہ وہم سے نکل کر نفس امری کیساتھ ملحق ہو جاتے ہیں دوسرے لفظوں میں آفاق وانفس کی وادیوں سے گزر جانے والے بزرگوار صفت نفس امری سے ملحق ہو جاتے ہیں (مؤلف جیبی)

اور دوسرا مرتبہ نفس امر کا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات و افعال اس جگہ موجود ہیں اور ملائکہ کرام بھی اس مرتبہ میں موجود ہیں اور آخرت کی پیدائش کا وجود بھی اس مرتبہ میں ثابت ہے اور اسی طرح انبیاء اور اولیا میں تھوڑے آدمی بھی اسی مرتبہ میں چلے گئے ہیں۔لیکن اتنا ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اس مقام کے مرکز میں ہیں جو کہ اس کے اجزاء میں سے اشرف ہے اور باقی موجودات اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس کے اطراف واکناف میں ہے۔

اور تیسرا مرتبہ خارج اور موجود کا ہے۔اس جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات ثمانیہ ہیں۔اگر فرق ہے تو مرکز اور غیر مرکز کا ہے کہ مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کے زیادہ مناسب ہے۔(۲۳)

۱۔ مرتبہ وہم میں موجودات: کائنات کا وہ حصہ جو فنا قبول کرنے والا اور فنا ہونے والا ہے۔جو عالم دنیا کی اشیاء ہیں۔

۲۔ مرتبہ نفس الامری: کائنات کا وہ حصہ جو فنا قبول کرنے والا ہے لیکن فنا سے مستثنیٰ ہے۔جیسے دوزخ، جنت، کرسی، عرش، لوح، قلم، روح، یعنی عالم ارواح۔

۳۔ مرتبہ خارج اور موجود: غیر مخلوق اور خالق کائنات کا جہاں ہے۔

امام ربانیؒ ممکنات کے بارے میں صوفیاء کرام کے نظریہ کی وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

اے بھائی عالم ممکنات کو صوفیہ نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔عالم ارواح و عالم مثال اور عالم اجساد، عالم مثال کو عالم ارواح و عالم اجساد کے درمیان برزخ (پردہ) کہا

Marfat.com

ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دونوں عالموں کے حقائق ومعانی کے لئے آئینہ کی طرح ہے کہ ارواح واجساد کے حقائق و معانی عالم مثال میں لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس جگہ ہر معنی وحقیقت کے مناسب دوسری صورت وہیئت ہے۔ اور وہ عالم (مثال) بذات خود صور وہیئات واشکال کا متضمن نہیں ہے۔ صور واشکال اس میں دوسرے عالم سے منعکس ہو کر ظہور پاتے ہیں اس کی مثال آئینہ کی طرح ہے۔ جو بذات خود کسی صورت کا متضمن نہیں ہے اگر اس میں کوئی صورت موجود ہے تو وہ باہر سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم میں تھی جو عالم مثال سے اوپر ہے۔ اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے نیچے اتر کر عالم اجساد سے تعلق قائم کیا ہے۔ اور محبت کی وجہ سے نیچے آئی ہے تو اس کا عالم مثال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ تعلق سے پہلے اور نہ تعلق کے بعد۔ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو عالم مثال کے آئینہ میں مطالعہ کرتا ہے۔ اور احوال کے حسن وقبح کو اس جگہ سے معلوم کر لیتا ہے۔ چنانچہ کشف اور خواب میں یہ معنی ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حس سے غائب بھی نہیں ہوتا اور اس معنی کا احساس کر لیتا ہے اور بدن سے علیحدگی کے بعد اگر روح علوی ہے تو اوپر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اگر سفلی ہے تو نیچے کی طرف گرفتار ہے۔ عالم مثال سے اس کا کوئی کام نہیں ہے۔ اور عالم مثال دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ رہنے کے لئے۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عوالم کے آئینہ کی حیثیت سے زیادہ نہیں رکھتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور وہ تکلیف جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہے وہ اس سزا کی صورت و شباہت ہے جس کا دیکھنے والا مستحق ہے اور تنبیہ کے لئے اس پر اس معنی کو ظاہر کیا ہے اور عذاب قبر اس جنس سے نہیں ہے کہ وہ سزا کی حقیقت ہے نہ کہ اس کی صورت وتشبیہ اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ تکالیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے۔ اگر بالفرض وہ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ

Marfat.com

دنیوی تکالیف کی قسم سے ہوگی۔ اور عذاب قبر عذاب اخروی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ دنیوی عذاب کو اخروی عذاب سے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے) کچھ بھی نسبت نہیں اور اگر دوزخ کی آگ کا ایک شرارہ دنیا میں گر پڑے تو ساری دنیا کو جلا دے او نیست و نابود کر دے۔ عذاب قبر کو خواب کے رنگ میں جاننا عذاب کی حقیقت اور عذاب کی صورت سے ناواقفی کی بنا پر ہے اور پھر یہ بھی ہے۔ کہ اس شبہ کا منشا یہ وہم ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا ہم جنس ہے اور یہ باطل ہے اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔ (۲۴)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کائنات کے مرتبہ وہم کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سوال: جبکہ سب وہم کرنے والوں کے وہم کا زوال فرض کر لیا جائے تو وجود وہمی اور نمود خیال کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔؟

ایک تخلیقی شعبدہ

جواب: یہ وہمی وجود محض اختراع وہم سے حاصل نہیں ہوا۔ کہ وہم زوال سے زائل ہو جائے۔ بلکہ حق تعالیٰ جل وعلا کے فعل سے مرتبہ وہم سے حاصل ہوا۔ اور استحکام پیدا کیا ہے۔ اس بناء پر ناچار وہم کے زوال سے خلل پذیر نہیں ہوتا۔ اور وجود وہمی اس اعتبار سے کہتے ہیں سبحانہ وتعالیٰ نے اسے مرتبہ حس ووہم میں پیدا فرمایا ہے اور جب اس بلند ذات کا فعل خلق ہے تو جس مرتبہ میں بھی ہوگا زوال وخلل سے محفوظ ہے۔ اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب اسے پیدا کیا ہے۔ تو ناچار نفس امری بھی ہوا۔ جس مرتبے میں بھی اسے پیدا کیا گیا ہو۔ اگرچہ وہ نفس نفس امری نہ ہو صرف اعتبار ہو۔ لیکن اس مرتبے میں اس کی پیدائش نفس امری ہے اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے مرتبہ حس وہم میں پیدا کیا ہے، یعنی اشیاء کو مرتبہ ایجاد میں فرمایا ہے کہ اس مرتبہ کے لیے حصول وثبوت نہیں ہے مگر صرف حس وہم میں، جیسے ایک شعبدہ باز غیر واقع اشیاء کو واقع کی صورت میں ظاہر کرتا ہے اور ایک چیز کو دس چیزیں کر کے دکھاتا ہے۔ حالانکہ ان دس چیزوں کے لئے حس وہم کے

Marfat.com

سوا، کوئی ثبوت نہیں اور نفس امر میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے اور ان دس چیزوں کو جو ظاہر کیا ہے۔ اگر قدرت کاملہ خداوند جل سلطان۔ اسے ثبات واستقرار پیدا کر دیں۔ اور خلل اور جلد زائل ہونے سے محفوظ کر لیں تو وہی چیزیں نفس الامری بن جائیں گی۔ تو اس اعتبار سے وہ چیزیں نفس امری ہیں بھی اور نہیں بھی۔ لیکن دو اعتبار سے۔ اگر مرتبہ حس وہم سے قطع نظر کر لی جائے تو معدوم ہیں۔ اور اگر حس وہم کا لحاظ کیا جائے تو موجود ہیں۔ قصہ مشہور ہے کہ بلاد ہندوستان میں چند شعبدہ بازوں نے ایک بادشاہ کے سامنے شعبدہ بازی کی۔ اس درمیان میں طلسم وشعبدہ سے باغ اور آم کے درخت لوگوں کے سامنے لائے اور ایک عارضی نمود سے انہیں ظاہر کیا۔ اور انہوں نے اسی مجلس میں یہ بھی دکھایا کہ وہ درخت بڑے ہوئے۔ اور نہیں پھل بھی لگایا اور اہل مجلس نے ان پھلوں سے کچھ کھائے بھی، عین اسی وقت بادشاہ نے ان شعبدہ بازوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ اگر ظہور شعبدہ کے بعد شعبدہ باز کو قتل کر دیں تو وہ شعبدہ قدرت خداندی جل سلطانہ سے اپنی حالت میں موجود رہتا ہے۔ اتفاق سے جب ان شعبدہ بازوں کو قتل کر دیا گیا تو آم کے وہ درخت قدرت خداوندی سے اسی حالت میں موجود رہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ درخت اس وقت تک موجود ہیں۔ اور لوگ ان کے میوے کھاتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ (۲۵)

کائنات کے تین عالم اور ان کی تخلیق کی ترتیب

امام ربانی ؒ نے کائنات کے تین عالم بیان فرمائے ہیں۔ پھر ہر عالم کے بارے میں الگ وضاحت فرمائی۔ عالم اجساد کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عرش مجید خداوندی کی عجائب مصنوعات میں سے ہے، وہ عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے اور اس سے بھی مناسب رکھتا ہے اور اس سے بھی اور عالم خلق چھ روز میں پیدا ہوا ہے۔ زمین اور پہاڑ اور آسمان وغیرہ جن کا ذکر آیت

Marfat.com

کریمہ و خلق الارض فی یو مین الایۃ میں واقع ہواہے عرش کی ایجادان سب سے پہلے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وھو الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الما اور اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا بلکہ پانی کی پیدائش بھی اس آیت سے ان چیزوں سے پہلے معلوم ہوتی ہے پس عرش مجید جس طرح کہ زمین کی جنس سے بھی نہیں ہے، آسمانوں کی جنس سے بھی نہیں ہے کیونکہ وہ عالم امر سے بھی بہت سا حصہ رکھتا ہے اور یہ چیزیں اس سے کوئی حصہ نہیں رکھتیں۔

خلاصہ کلام چونکہ عرش کو آسمانوں سے زمین کی نسبت بہت زیادہ مناسبت ہے تو لازمی طور پر اسے آسمانوں میں شمار کیا گیا۔ ورنہ فی الحقیقت وہ جیسے زمین سے نہیں ہے ۔آسمانوں سے بھی نہیں ہے، تو لازمی طور پر زمین و آسمان کے احکام وآثار علیحدہ ہوں گے ۔باقی رہا کرسی کا معاملہ تو وہ آیت کریمہ آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کرسی بھی آسمانوں سے الگ ہے اور ان سب سے زیادہ وسیع ہے اور شک نہیں ہے کہ کرسی عالم امر سے نہیں ہے کیونکہ کرسی کو عرش سے نیچے کہتے ہیں اور عالم امر کا معاملہ عرش سے اوپر ہے اور چونکہ کرسی عالم خلق سے ہے اور اس کی پیدائش آسمانوں سے جدا ہے تو چاہیے کہ اس کی پیدائش ان چھ دنوں کے علاوہ ہو۔ اور اس معنی میں کوئی استحالہ نہیں آتا۔ کیونکہ تمام عالم خلق کو ان چھ دنوں میں ہی پیدا نہیں کیا ہے کہ پانی کی پیدائش جو کہ عالم خلق سے ہے۔ ان چھ دنوں کے علاوہ ہے اور ان چھ دنوں سے پہلے۔ جیسا کہ پہلے گزرا اور چونکہ کرسی کا معاملہ ہم پر اچھی طرح نہیں کھلا ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق کو دوسرے کسی وقت پر ڈال لیتے ہیں۔ اور اللہ کی نوازش سے ہم اس کی امید رکھتے ہیں اے میرے رب مجھے علم زیادہ عطا فرما۔

اس تحقیق سے دو قوی اعتراض خود بخود رفع ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ جب زمین اور

Marfat.com

آسمان نہیں تھے تو چھ دن کی تعیین و تشخیص کس طرح ہو گئی۔ اور اتوار کا دن سوموار سے کیونکر جدا ہوا۔ اور منگل بدھ سے کس طرح الگ ہوا۔ اور جمعرات کا دن کیسے ممتاز ہوا۔

جس عرش کی پیدائش زمین و آسمانوں کی پیدائش سے پہلے معلوم ہو چکی۔ تو زمانہ کا حصول متصور ہو گیا۔ اور ایام کا ثبوت واضح طور پر مہیا ہو گیا۔ اور اعتراض ختم ہوا۔ یہ کب ضروری ہے کہ مخصوص ایام کا امتیاز آفتاب کے طلوع و غروب سے ہو۔ کیونکہ بہشت میں طلوع و غروب نہیں ہے اور دنوں کا امتیاز ثابت ہے۔ جیسا کہ احادیث میں موجود ہے

پہلا اعتراض جو رفع ہوا ہے اور اس فقیر کے علوم سے مخصوص ہے۔ یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''میرے آسمان اور میری زمین مجھے نہیں سما سکتیں، لیکن مجھے سما لیتا ہے میرے مومن بندے کا دل'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہور اتم مومن بندے کے دل سے مخصوص ہے۔ کسی کو یہ دولت میسر نہیں ہے اور تم نے اپنے مکتوبات میں اس کے برخلاف لکھا ہے۔ کہ ظہور اتم عرش مجید کے لئے ہے۔ اور ظہور قلبی ایک چمک ہے۔ ظہور عرشی سے۔ اور اس سابق تحقیق سے معلوم ہے۔ کہ عرش مجید کے آثار و احکام علیحدہ ہیں۔ زمین اور آسمانوں سے گنجائش نہیں ہے۔ اور عرش میں ہے۔ ہاں زمین اور آسمان اور ان کے اندر کے موجودات اس وسعت کی قابلیت نہیں رکھتے۔ سوائے مومن بندے کے دل کے کہ وہ اس دولت کے لئے مستعد ہے۔ پس وسعت قلبی کا حصر زمین اور آسمانوں کی نسبت سے ہے۔ نہ کہ تمام مخلوقات کی نسبت سے جو کہ عرش مجید کو بھی شامل ہو۔ تا کہ حدیث قدسی کے مفہوم کے خلاف متصور نہ ہو۔ پس دوسرا اعتراض بھی رفع ہوا۔

نوٹ ارض و سماوی وسعت جنت کے برابر ہے اور ان دونوں کی وسعت عرش سے کم ہے قلب عالم دنیا کا حصہ ہے اور عرش عالم اجسام کا حصہ ہے دونوں کی وسعت اس نقطہ نظر سے دیکھا گیا ہے (مؤلف جیبی)

دوسرا اعتراض:

جاننا چاہیے کہ عرش مجید جو کہ ظہور تام کا محل ہے۔ جب آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے۔ ان سب کو عرش کے مقابل لاتے ہیں۔ تو بلاشبہ وہ ناچیز اور نابود ہو جاتے ہیں اور ان کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔ مگر انسان کا دل جو کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا ہوا

Marfat.com

ہے باقی رہتا ہے اور محض لاشے نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح وہ ظہور جو کہ عرش سے اپنی جانب سے تعلق رکھتا ہے جو کہ صرف عالم امر سے ہے عرش کا اس مرتبہ کی نسبت وہی حکم ہے جو کہ زمین اور آسمانوں کو عرش سے نسبت ہے۔ اور اسی طرح ہر بلند کو اپنے پست سے یہ نسبت ہے یہاں تک کہ عالم امر ختم ہو جائے۔ اس دائرہ کے ختم ہونے کے بعد معاملہ حیرت اور جہل کا ہے۔ اگر چہ کچھ معرفت ہے تو وہ بھی مجہول الکیفیت ہے جو کہ حادث عقل وفہم کے لائق نہیں ہے۔ اب ہم انسانی کمالات اور انسان کے دل کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں۔ (۲۶)

عیب مے جملہ بہ گفتی ہنر ش نیز بگو

عرش مجید اگر چہ فراخ تر اور مظہر اتم ہے لیکن وہ اس دولت کے حصول کا علم نہیں رکھتا۔ اور اس کو اپنے کمالات کا ظہور حاصل نہیں ہے۔ برخلاف قلب انسانی کے کہ وہ صاحب شعور ہے اور اپنی معرفت اور علم سے معمور ہے۔ اور دل کو دوسری فضیلت وہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ اچھی طرح سنو

کرۂ ارض خلاصہ کائنات ہے

مجموعی انسان جسے عالم صغیر کہتے ہیں۔ ہر چند کہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے۔ لیکن اس کو اجتماعی حقیقی صورت حاصل ہے۔ کہ اس کی ھئیت پر احکام و آثار مرتب ہوتے ہیں اور عالم کبیر کو یہ ہیت حاصل نہیں ہے۔ اگر ہے تو صرف اعتباری ہے۔ پس وہ فیوض جو اس ہیت وحدانی کی راہ سے انسان تک اور اس کے قلب انسانی تک پہنچتے ہیں۔

عرش مجید جو کہ اس عالم کبیر میں دل کی طرح ہے ان کو ان فیوض و برکات سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور ایک یہ فضیلت بھی ہے کہ جزو ارضی جو کہ حقیقت میں مخلوقات کا خلاصہ ہے۔ دوری کے باوجود اقرب ظہورات ہے۔ اس کے کمالات (1) نے مجموعہ عالم صغیر میں سرایت کی ہے۔ اور عالم کبیر میں چونکہ وہ مجموعہ نہیں ہے۔ یہ سرایت اس جگہ مفقود ہے پس عرش مجید کے برخلاف انسان کا دل یہ کمالات بھی رکھتا ہے۔

نوٹ: کرۂ ارض اقرب ظہورات اس لئے ہے کہ یہ مقام ظہور تدلی کا عکس معکوس ہے۔ (مؤلف غفرلہ)

Marfat.com

جاننا چاہیے کہ یہ فضائل و کمالات جو کہ قلب میں ثابت کیے گئے ہیں۔ اگر ان کو اچھی طرح دیکھا جائے تو یہ جزوی فضیات میں داخل ہیں۔ کلی فضیلت ظہور عرش ہی کو حاصل ہے، عرش اور قلب کی مثال اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک وسیع آتش ہے جس نے دشت وصحرا کو منور کر رکھا ہے۔ اور اس آگ سے ایک مشعل روشن کی ہے۔ جس نے بعضے امور کے الحاق سے ایک نورانیت پیدا کر لی ہے۔ جو اس آگ میں نہیں ہے۔ اور شک نہیں ہے۔ کہ یہ زیادتی سوائے جزوی فضیلت کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تمام امور کے حقائق کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر۔ اور ہمیں بخش یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین وسلم و بارك و علیٰ جمیع الانبیآء والمرسلین و الملا ئکة المقربین اجمعین (۲۷)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کائنات کے عالم اجساد کی مسافت کو سات قدم قرار دیتے ہیں۔ دو قدم عالم خلق اور پانچ قدم عالم امر ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

(از ہر چہ می رود سخن دوست خوش تراست) دوست کی بات جس طرف سے بھی ہو بہت اچھی ہے۔

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں رکھتا ہے تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ لیکن یہ سب کچھ حضرت سید اولین آخرین ﷺ کی متابعت پر منحصر ہے اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔

Marfat.com

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے۔اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔اوران قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے۔جس پر بقا اکمل مترتب ہے اور ولایت خاصہ محمدیہ ﷺ کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے۔ 1

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

یہ دولت مندی کا کام ہے دیکھیں اب یہ کیسے عطا کرتے ہیں۔ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔سوائے اس کے کہ اہل کمال کے صاف پانی سے اپنے کام ودہاں کو سیراب و شیریں کریں۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر | زیں بسے خوشتر کہ اندر کام زہر
آسمان نسبت بعرش آمد فرِدو | ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ:اگرچہ شکر میرے پاس نہیں مجھے صرف اس کا نام ہی حاصل ہے لیکن یہ اس سے بہتر ہے کہ میرے منہ میں زہر ہو۔آسمان عرش کے نیچے ہے مگر خاک کے تودے سے بہت ہی بلند ہے۔(۲۸)

والسلام اولاً و آخراً

عالم مثال کا نمونہ خیال ہے

گزشتہ صفحات میں عالم اجساد یعنی عالم کبیر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔اگلے صفحات میں عالم مثال کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے۔امام ربانی مجدد الف ثانیؒ عالم مثال کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

---

1 ولائت محمدیہ سے وراء ولائتِ احمدیہ کا جہان ہے۔حقیقت محمدیہ میں فنا و بقا کے بعد حقیقت احمدیہ میں فنا و بقاء ہے۔

Marfat.com

جاننا چاہیے کہ عالم مثال تمام عوالم سے فراخ تر ہے جو کچھ بھی تمام عوالم میں ہے۔اس کی صورت عالم مثال میں موجود ہے۔معقولات ومعانی بھی اس عالم میں صورت رکھتے ہیں۔اہل علم نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی مثل نہیں ہے۔لیکن مثال ہے۔وللہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثال ہے) اس فقیر نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تنزیہ خالص کے مرتبہ میں جس طرح مثل نہیں ہے۔مثال بھی نہیں ہے۔فلا تضرب اللہ الامثال (اللہ تعالیٰ کے لئے مثال نہ بیان کرو) اور عالم صغیر میں عالم مثال کا نمونہ خیال ہے کہ خیال میں تمام اشیاء کی صورتیں متصور ہیں۔سالک کے مقامات واحوال کی کیفیتوں کو خیال ہی متصور کرکے دکھاتا ہے۔اور اہل علم سے بنا دیتا ہے اور خیال نہ ہو۔یا وہ کوتاہی کرے تو جہل لازم آئے گا۔اسی لیے کہتے ہیں کہ مرتبہ ظلال کے اوپر جہل وحیرت ہے۔کیونکہ خیال کی دوڑ دھوپ تو صرف مراتب ظلال تک ہے۔جس جگہ ظل (سایہ) نہ ہوگا۔وہاں خیال کی بھی گنجائش نہیں ہے اور جب صورت تنزیہی عالم مثال میں نہ ہوگی۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔تو خیال میں بھی جو کہ عالم مثال کا پرتو ہے کس طرح صورت تنزیہی متصور ہوسکتی ہے تو لازمی چیز ہے کہ اس جگہ سوائے جہالت اور حیرت کے کچھ نہ ہوگا۔اور جس جگہ علم نہیں ہوتا۔وہاں گفتگو بھی نہیں ہوتی۔(جس نے اللہ کو پہچان لیا۔اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس کا نشان ہے اور جس جگہ علم ہوگا۔وہاں گفتگو بھی ہوگی۔(جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان لمبی ہوگئی) اس کا بیان ہے۔

پس زبان کی درازی ظلال میں ہوتی ہے۔اور ظلال کے مراتب سے اوپر زبان گنگ ہوجاتی ہے خواہ وہ فعل ہو یا صفت۔اسم ہو یا مسمی پس جو کچھ بھی خیال نے تراشا۔وہ چونکہ ظلال ہے اور علت سے معلول اور مجعول ہے۔اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ مطلوب کے آثار وعلامات سے ہے۔لہٰذا یقینی علم کا فائدہ دیتا ہے۔عین الیقین اور حق الیقین ظلال اور خیال سے بہت اوپر ہیں۔

Marfat.com

خیال کی تراشید، چیزوں سے اس وقت خلاصی میسر آتی ہے جبکہ سیر انفسی کو بھی سیر آفاقی کی طرح پیچھے چھوڑ جائے اور آفاق وانفس سے اوپر جولانی دکھانے لگے۔ یہ مقام اکثر اولیاء کو موت کے بعد میسر آتا ہے۔ جب تک یہ زندگی رہتی ہے خیال ان کا دامنگیر رہتا ہے اور اکابر اولیاء میں سے بہت کم لوگوں کو یہ دولت اس دنیا میں میسر ہوتی ہے۔ وہ دنیوی زندگی باوجود خیال کے غلبہ کے تصرف سے باہر آجاتے ہیں اور خیال کی تراش وخراش کے بغیر اپنے پہلو میں لے لیتے ہیں اور اس وقت ان بزرگواروں کے حق میں تجلی ذاتی برقی ،دائمی ہو جاتی ہے اور عریاں وصل پر تو ڈالتا ہے۔ (۲۹)

مندرجہ بالا مکتوب میں عالم مثال کے بارے میں تفصیل سے لکھا گیا ہے اور اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ عالم صغیر میں یعنی انسان میں جو خلاصہ کائنات ہے اس میں خیال عالم مثال کا نمونہ ہے اسی مفہوم کو دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ وہ معنی متلقیٰ جو انہوں نے روحانیت کی راہ سے اخذ کیا ہوتا ہے جب دوسری مرتبہ عالم خیال میں کہ وہ انسان میں عالم مثال کی شکل ہے حروف وکلمات مترتبہ کی صورت میں متشکل ہوتا ہے اور وہ تلقی (سیکھنا) والقاء سماع وکلام لفظی کی صورت میں نقش ہوتا ہے کیونکہ ہر معنی کے لئے اس عالم میں ایک صورت ہے اگرچہ وہ معنی بے چون ہو۔ لیکن بے چون کا نقش ہونا بھی اس جگہ میں بصورت چون ہے کہ فہم وافہام اس کے واسطہ سے وابستہ ہے جو کہ اس نقش کا مقصود ہے۔

اور جب متوسط سالک اپنے اندر حروف اور کلمات مترتبہ کو پاتا ہے اور سماع اور کلام لفظی کا احساس کرتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ ان حروف وکلمات کو اصل سے سنا ہے اور بغیر کسی فرق کے اسی جگہ سے اخذ کیا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ حروف وکلمات اس معنی متلقی کے صور خیالیہ ہیں اور یہ سماع اور کلام لفظی بے چون کلام اور سماع کی شکل ہے۔ پوری معرفت والا عارف چاہیے جو کہ ہر مرتبہ کے حکم کو الگ کرے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ

Marfat.com

مختلف نہ ہونے دے پس ان اکابر کا سماع و کلام جو کہ بے چونی کے مرتبہ سے وابستہ ہے یہ القاء روحانی اور تلقی کے قبیل سے ہے۔اور یہ کلمات و حروف جو کہ اس معنی متلقی کی تعبیر کرتے ہیں۔وہ عالم صور مثالیہ سے ہے۔(۳۰)

عالم مثال کو مزید واضح کرتے ہوئے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

یہ فنا اس طرح ہے کہ کوئی شخص مانگ کر لباس پہنے ہوئے ہو اور اسے معلوم ہو کہ یہ کپڑے اس کے نہیں ہیں کسی دوسرے کے ہیں جو کہ مانگ کر پہنے ہوئے ہیں اور جب یہ خیال غالب آتا ہے تو پوری طرح غلبہ پیدا کر لیتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ لباس پہنے ہوئے ہونے کے باوجود ان کپڑوں کو پوری طرح صاحب جامہ کو دے دے اور اپنے آپ کو برہنہ اور عریاں سمجھنے لگے اس حد تک کہ اپنے ہم نشینوں سے اپنے برہنگی کی وجہ سے ترمندگی اٹھائے۔اور اپنے آپ کو حیا سے کسی گوشہ میں لے جائے۔

وہم و خیال کی اہمیت

اور چونکہ سالک کا وجود مرتبہ وہم و خیال میں پیدا کیا گیا ہے تو اس کے لیے خیالی فنا ہی کافی ہے کہ اس تخیل کا غلبہ اسکو یقین قلبی تک پہنچاتا ہے۔اور ذوقی اور وجدانی بنا دیتا ہے اور جو کچھ فنا و نیستی میں مقصود ہے وجود میں لے آتا ہے کیونکہ فنا کا مقصود ظل کی گرفتاری کا زوال اور اصل کی گرفتاری کا حصول اور جب ظل کا رجوع اصل کی طرف یقینی ہوا اور وجدانی اور ذوقی ہوا تو لازماً ظل کی گرفتاری زائل ہوئی اور اس جگہ اصل گرفتاری آبیٹھی اور اگر یہ خیال حاصل نہ ہو تو ظل کی گرفتاری کے زوال کی دولت میسر نہ آتی بلکہ اس راہ کے سلوک کا دارومدار تو وہم اور تخیل پر ہے کیونکہ احوال مواجید جو کہ اس راہ کے معنی جزئیہ ہیں وہم سے مدرک ہوتے ہیں اور سالکین کی تجلیات اور تلونیات خیال کے آئینہ میں مشہود ہوتی ہیں۔اگر وہم نہ ہوتا تو فہم قاصر ہوتا اور اگر خیال نہ ہوتا تو حال مستور ہوتا۔اس راہ میں وہم و خیال سے زیادہ کوئی چیز بھی نفع مند نہیں پائی گئی ہے اور ان کا

Marfat.com

اکثر ادراک وانکشاف واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ وہم ہی ہے جو پنچاہ ہزار سال کی راہ کو جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے تھوڑی سی مدت میں قطع کر لیتا ہے اور وصول کے درجات تک پہنچا دیتا ہے اور خیال ہی ہے جو غیب الغیب کے اسرار و دقائق کو اپنے آئینہ میں منکشف کرتا ہے اور سالک مستعد کو مطلع کر دیتا ہے اور یہ وہم کی بزرگی ہے کہ خداوتعالیٰ نے عالم کی پیدائش کو اس مرتبہ میں اختیار فرمایا ہے اور اس کو کمالات کے ظہور کا محل بنایا ہے اور یہ خیال ہی کی بزرگی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو عالم مثال کا نمونہ بنایا ہے جو کہ تمام عوالم سے زیادہ وسیع ہے یہاں تک کہ خداوند کی صورت بھی اس عالم میں موجود کہتے ہیں اور حکم لگایا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مثل نہیں ہے لیکن مثال ہے۔ وللہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لیے بلند مثل ہے) احکام وجوبیہ کی صور ہیں کہ عارف ان کو اپنے خیال کے آئینہ میں محسوس کرتا ہے اور ان کی دریافت کے ذوق سے ترقی کرتا ہے۔ (۳۱)

کائنات کی حیثیت:

گزشتہ صفحات میں کائنات کے عالم اجساد یعنی عالم آفاق اور عالم ارواح یعنی عالم انفس کے بارے مختصر حالات بیان ہو چکے ہیں۔ درج ذیل عبارت میں امام ربانی مجدد الف ثانی کے احوال کی روشنی میں کائنات کی حیثیت کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

امام ربانی کمالات انسانی اور کمالات حقائق کائنات میں فرق بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

لیکن اصحاب کا زمانہ ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں۔ اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک سیر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے

والله يختص برحمته من يشاء

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنی واضح ہو گئے جو رسالہ مبداء و معاد میں اس عبارت کے اوپر لکھی گئی ہے۔ کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہوگئی کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور ﷺ کے اولیاء امت کے لئے آتا ہے اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت، حقیقت محمدی پر متقدم ہے تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی۔

کعبہ اولیاء اللہ سے برکات حاصل کرتا ہے

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد ﷺ کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے اور حقیقت محمدی کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضور کی امت میں سے کامل اولیاء کو آنحضرت ﷺ کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہو تو پھر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے (۳۲)

ذرہ دائرہ امکان سے کئی گنا بڑا

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں دائرہ امکان (کائنات) سے بلند مراتب میں پہنچ کر ایک مرتبہ سامنے آتا ہے جس کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللہ سبحانہ، کی عنایت اور بصدقہ اس کے حبیب پاک ﷺ نہایت النہایہ کے مراتب کی طرف عروج کے وقت ایک ایسا مرتبہ سامنے آیا۔ جس مقام کا ہر ذرہ تمام دائرہ

Marfat.com

امکان سے کئی گنا زیادہ تھا۔ پس اگر اس مقام کے ایک ذرے کا سلوک طے کر لیا جائے تو گو یا دائرہ امکان سے کئی گنا زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے۔ تو اس شخص کی ترقی کا کیا عالم ہو گا جو اس مرتبہ کی مسافت طویلہ طے کر چکا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ دائرہ امکان کے وجوب اور اس سے اوپر کے مراتب کے سامنے کچھ حیثیت نہیں۔ کاش کہ دریائے محیط کے سامنے قطرہ کی حیثیت رکھتا۔ تو لازمی بات ہے کہ اپنے پاؤں کی قوت سے کوچہ دوست میں نہیں پہنچ سکتے اور اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ بادشاہ کی عطاؤں کو اسی کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ (۴۳)

کائنات ذرہ ناچیز

امام ربانیؒ کائنات کو ایک خوردترین ذرہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے دو کلمے ہیں جن کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

> یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے بھی بقیہ سکر کی وجہ جو کہ ابھی تک تھا حکم لگایا تھا اور لکھا تھا۔ کہ کلمہ ثانیہ ایک ایسا دریا ہے کہ اس کے پہلو میں کلمہ اولیٰ ایک نقطہ کی طرح ہے اور اس مقام میں صاحب فتوحات مکیہ نے بھی کہا ہے کہ جمع محمدی زیادہ وسیع تر ہے۔ بہ نسبت جمع، جمع بے پایاں الٰہی جل سلطانہ کے اور پھر جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بے چوں مرتبہ وجوب تعالت وتقدست کی وسعت پر تو ڈالتی ہے۔ اور اس مرتبہ مقدسہ کا بے کیف احاطہ ظاہر ہوتا ہے تو تمام کائنات باوجود اس طول اور عرض کے ایک خوردترین ذرہ کا حکم بہ نسبت اس دریائے بے پایاں کے رکھتی ہے۔ (۴۴)

مشاہدۂ فنا و بقاء

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مرید مولانا احمد برکی کو جو غالباً

Marfat.com

افغانستان کے رہنے والے تھے۔ ان کو ان حال کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:

آپ نے لکھا تھا کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ کیا کیا جائے آپ صحبت میں بہت کم رہے ہیں۔ اور اتنی دیر بھی نہیں ٹھہرے کہ تمہیں تمہارے بعض احوال کے حاصل ہونے کی اطلاع دی جاتی۔ میں اب ہندوستان بیٹھا ہوا تمہاری فنا اور بقا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ دو کمال جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ میں تمہارے اندر ان کا احساس کر رہا ہوں اور تم اس معنی کا انکار کرتے ہو۔ درمیان میں بڑا فاصلہ حائل ہے۔ جب تک ظاہری ملاقات میسر نہ ہو مخفی احوال پر مطلع کرنا دشوار ہے۔ (۳۵)

انسان کے تین مراتب بلحاظ تخلیق

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے انسان کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس کو اپنے اصل سے جو کہ اوپر کے اصل کا ظل ہے۔ عروج حاصل ہوتا ہے تو ہر اصل سے جو کہ اوپر کے اصل کا ظل ہے عروج حاصل ہوتا ہے تو ہر اصل میں اصول اول سے اس کو اس اصل یں فنا ہے اور اس کے اس اصل کے ساتھ بقا ہے اور اس فنا اور بقا سے اس کی انا کا اطلاق زائل ہو کر اصل پر کہ اس کو اس میں فنا اور بقا حاصل ہوتی ہے۔ اطلاق پائے گا۔ اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا۔ اور اسی طرح جب اس اصل سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس کو عروج واقع ہو گا تو وہ اصل جو اس اصل کے اوپر ہے اور وہ اصل اس اصل کا ظل ہے تو اس پہلے اصل کی فنا و بقا کو اس اصل کی فنا و بقا کو اس اصل ثانی میں حاصل کرے گا۔ اور انا کا اطلاق اصل اول سے زائل ہو کر اصل ثالث سے یہی نسبت ہوگی۔ اگر عروج واقع ہو گا تو انا کا اطلاق اس اصل ثالث پر قرار پائے گا کہ اصل ثالث قرار پائے گا کہ اصل ثانی اس کا ظل ہے اور اس طرح ہر نچلے اصل کے ظل کی طرح ہے۔ یہی نسبت ثابت ہے اگر اس کو محض فضل خداوندی سے عروج واقع ہو اور ظل سے اصل پر لے جائیں۔ تو انا کا اطلاق اس اصل

Marfat.com

پر قرار پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا استعداد کے درجات کے مختلف ہونے پر جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور یہ اصل اس کثرت اور اس رفعت کے باوجود اس کے اجزاء ہو جائیں گے۔اور قطرہ کو دریا بنا دیں گے۔اور تنکے کو پہاڑ کر دیں گے اور جب یہ اصول اس کے اجزا ہوں گے تو لازما ان کے کمالات و برکات بھی اس کا پورا حصہ ہو جائیں گے اور اس کا کمال ان اجزاء کا جامع کمالات ہوگا۔

اس جگہ سے انسان کامل اور باقی افراد انسانی کے درمیان فرق پہچانا جاتا ہے کہ وہ بحر محیط ہے اور یہ اس دریا کے حقیر قطروں کی طرح ہیں پس یہ اس کو کیا پہچان سکیں گے اور اس کے کمال کو کیا پا سکیں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ”الٰہی یہ کیا معاملہ ہے کہ تو نے اپنے اولیاء کو ایسا بنایا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا ہے تجھ کو پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا“

اور جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص میں کثرت وقلت اجزا کا فرق ہے ان کی طاعات وحسنات میں بھی اسی اندازہ کے مطابق فرق ہے۔ایک آدمی جس کو سو زبان دے دیں اور وہ ہر زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے وہ اس شخص سے کیا نسبت رکھتا ہے جس کو ایک زبان دیں اور وہ ایک زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے۔ایمان اور معرفت اور باقی تمام کمالات کو بھی اسی معنی پر قیاس کرنا چاہیے۔اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے

الحمد للہ رب العالمین اولا و آخرً والصلوۃ والسلام علی رسولہ دائماً و علیٰ آلہ الکرام وصحبہ العظام الیٰ یوم القیام ۳۲

انسان کے تین مراتب کی وضاحت کرتے ہوئے امام ربانی مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں۔

یہ خصوصیت ہے جو بنی آدم کو عطا ہوئی ہے اور ان پر ترقی کی راہ کھولی ہے یہ

Marfat.com

اپنے اصل سے بھی گزر جاتے ہیں اور اصل الا اصل سے بھی اور اس جگہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اصل ظل کی طرح راہ ہی میں رہ جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (۳۷)

(نوٹ) یہاں آخری اصل سے مراد اصل انسان ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان برزخ ہے اور ملانے والا ہے اس کا راہ میں رہ جانے سے مراد یہ کہ وہ اپنے تیار کردہ اور تربیت یافتہ کو ذات باری تعالیٰ سے براہ راست وصل کی استعداد کا حامل بنا کر خود کو بیچ میں سے نکال لیتا ہے نہ کہ وہ پیچھے رہ جاتا ہے اس منزل مقصود تک پہچانا اس کے کمالات پر لازم ہے۔

(مؤلف جیبی)

عالم اجساد اور انسان کا باہمی تعلق:

انسان کائنات کے عالم اجساد (جسے عالم کبیر اور عالم آفاق کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) کا ایک حصہ ہے۔ عالم اجساد کے انسان کے ساتھ باہمی تعلق کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

انسان کے اندر جیسا کہ اس کا دل عرش رحمان جل شانہ۔ کا نمونہ ہے اور اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ ہے۔ بیت اللہ شریف کا بھی انسان میں نشان ہے جو درمیان ہے اور دائیں بائیں سے بیگانہ ہے۔ اور حسن سبقت کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس دولت عظمیٰ کے اصل مالک تو انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی امتوں میں سے بطور تبعیت و وراثت جس کو بھی چاہیں۔ اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ اور انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کے اصحاب میں انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے یہ دولت بہت زیادہ تھی۔ اور صحابہ کے زمانہ کے بعد کم ہوگئی۔ اور پھر اب لمبی مدت کے بعد اگر کسی ایک کو اس دولت سے بطور وراثت و تبعیت مشرف فرمائیں تو وہ غنیمت ہے اور کبریت احمر ہے اور یہ شخص صحابہ کرام کی جماعت میں داخل ہے۔ اور سابقین

Marfat.com

سے ہے اور اس بلند نسبت کا مالک مرکز مطلوب کی دولت سے ممتاز ہے۔

جب اللہ کی لہر آجاتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

یہ درست ہے کہ نفس مرکز میں بھی کئی درجے ہیں۔لیکن یہ سبقت کی دولت سے بھی مشرف ہے۔اس سے زیادہ اس معما کو کیا کھولوں۔اور اس رمز کی اس سے زیادہ کیا شرح کروں۔اور جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ بلند نسبت سر نکالتی ہے۔تو تمام پہلی نسبتیں زائل ہو جاتی ہیں اور ان کا نام و نشان نہیں رہتا دل کی نسبت کیا اور غیر دل کی نسبت کیا؟ تو عیسیٰ کی نہر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ اس جگہ کا نشان ہے۔1

اس دولت والے صراط مستقیم پر ہیں جو کہ مطلوب کے وصول کے برابر ہے اور جو صراط مستقیم سے دائیں بائیں ہے۔تو اس کا وصول ظلال میں سے کسی ظل تک ہے۔اگرچہ ظل میں بھی مختلف مدارج ہیں۔لیکن سب داغِ ظلیت سے داغدار ہیں۔فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است (۳۸)

جو آدمی صراط مستقیم سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی جدا ہو جائے تو وہ جب تک چلتا جائے گا۔دور سے دور ہوتا جائے گا اور مطلوب کے وصول سے بہت دور جا پڑے گا۔(۳۹)

انسان اور کائنات کا باہمی تعلق

بعض صوفیہ عالم خلق کو انسان کا ظاہر اور عالم امر کو انسان کے باطن کا مظہر جانتے ہیں۔ لیکن امام ربانی مجدد الف ثانیؒ عالم خلق اور عالم امر دونوں کو انسان کی صورت اور ظاہر بیان فرماتے ہیں:

انسان عالم امر و عالم خلق کے مجموعہ سے عبارت ہے۔عالم خلق کو

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہر کا نشان لطیفہ خفی ہے پس اللہ کی نہر لطیفہ خفی کے مقام پر وارد ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی نہر کا اصل مقام لطیفہ اخفی ہے جس کے پڑوس میں لطیفہ خفی ہے۔(مؤلف جیبی)

Marfat.com

انسان کا ظاہر اور صورت میں تصور فرماتے ہیں۔ عالم امر کو انسان کا باطن و حقیقت جانتے ہیں اور اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کو جو ممکنات کی حقیقت کہتے ہیں۔ تو وہ اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات ان اعیان کے ظلال ہیں اور وہ اعیان انکے اصول ہیں کیونکہ ممکنات کی ماہیت و حقیقت وہی اعیان کے ظلال ہیں کہ ممکنات ان ظلال سے ممکنات بنی ہیں اور اپنا وجود ظلی پیدا کیا ہے۔ برخلاف ان اعیان کے کہ تعینات وجوبیہ کا اس جگہ اثبات کرتے ہیں اور اس کو امکان کے مراتب سے بلند سمجھتے ہیں۔ 1

کیونکہ تعین وحدت اور تعین واحدیت کو جو کہ اعیان ثابتہ کا مرتبہ ہے۔ تعین وجوبی کہتے ہیں۔ اور تین اور تعینات کو بھی کہ جو کہ تعین روحی اور تعین مثالی اور تعین حسی ہیں۔ تعین امکانی سمجھتے ہیں۔ پس تعین وجوبی کو یہ جو کہ تعین امکانی کی حقیقت کہتے ہیں تو یہ بر سبیل مجاز ہوگا۔ کیونکہ حقیقت امکانی عالم امکان سے ہوگی نہ کہ مرتبہ وجوب سے۔ اصل شئے گویا حقیقت شے ہے۔ پس وہ جو کہتے ہیں کہ صوفی کائن اور بائن ہے۔ یعنی ان کا ظاہر عالم خلق سمجھتے ہیں اور باطن سے اس کا عالم امر جانتے ہیں۔

اور اس مقام کو جو کہ دونوں وجود کا جامع ہے۔ بہت بلند کہتے ہیں۔ اور اس کو مقام تکمیل وارشاد سمجھتے ہیں اور مرتبہ دعوت کہتے ہیں اور اس فقیر کو اس مقام کی معرفت خاصہ حاصل ہے اور وہ ہے جو اخص الخواص شخص ہے کہ جسکی نسبت عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے صورت اور ظاہر ہے اور اس کا باطن وہ اسم ہوتا ہے جو اس کے تعین کا مبدا ہے دوسرے اسماء اور شیونات کے ساتھ جو کہ اس اسم کا اصل ہیں۔ یہاں تک کہ شیون اور اعتبارات سے خالی ذات کی بارگاہ تک ان کی انتہا ہوتی ہے۔

2 یہ پوری معرفت والا عارف جب تمام امکانی مراتب کو طے کر لیتا ہے تو اس کو اس

1 ابن عربی مشرب کو بیان کیا گیا ہے ۔ 2 امام ربانی نے اپنا مشرب بیان کیا ہے۔ رضی اللہ وتعالیٰ عنہما

Marfat.com

اسم تک رسائی ہو جاتی ہے۔ جو اس کا قیوم ہے اور اس کی انا امکانی مراتب سے الگ ہو کر اس اسم کے ساتھ منطبق ہو جاتی ہے۔ اور ترتیب کے ساتھ بر سبیل عروج وہ ہیں اس اسم کہ اوپر کئی مراتب تک جو کہ اس اسم کے اصل کی طرح ہیں۔ انطباق حاصل کرتی ہے اور اسی طریقہ سے احد سے مجردہ تک پہنچتی ہے۔ پس یہ مراتب تمام انطباق اس کی ہیں کے اس کی حقیقت ہو جاتی ہے۔ کہ اس کا عالم امر اس کے عالم خلق کی طرح اس حقیقت کی صورت ہو جاتا ہے۔ اور یہ صورت اس حقیقت کے لیے لباس کی طرح ہے جیسا کہ کوئی شخص اس جامہ کو پہننے والا ہے تو لازمی طور پر ان کی صورت و حقیقت یہی عالم خلق اور عالم امر ہوتا ہے اور وہ اسماء جو ان تعینات کے مبادی ہیں انکے قیوم سے زیادہ نہیں ہوں گے۔ (۴۰)

قیوم اور کائنات

کائنات کے عالم اجساد کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے عالم آفاق، عالم کبیر عالم اسماء اور عالم اشیاء جو عالم خلق اور عالم امر کا دونوں کا جامع ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ قیوم زمانی اور عالم اشیاء کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ عارف جو قومیت اشیاء کے منصب پر مقرر ہوا ہے۔ یہ وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوقات کی مہمات اس کی طرف راجع ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انعامات، بادشاہ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ان کی وصولی وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ یہ دولت سردار ابوالبشر حضرت آدم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان بزرگواروں کی تبعیت اور وراثت ہیں جن کو چاہیں۔ اس دولت سے مشرف کریں۔

با کریماں کارہا دشوار نیست

اور وارثان کتاب میں سے جو کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ پہلی جماعت یہی اپنی جان پر ظلم کرنے والی ہے جو کہ وزارت و قیومت کے منصب سے مشرف ہوتی ہے (۴۱)

Marfat.com

قیوم کی حقیقت

اور یہ پوری معرفت والا عارف جو مرتبہ سے واصل ہے اور ذات سے ہمیشہ کی بقا پا چکا ہے۔ یہ ایک نادر الوجود عنقا کا حکم رکھتا ہے اور نہایت غریب الوقوع۔۔۔۔۔۔۔فنا و بقا کے بعد اس کو ایک ایسی ذات عنایت کی گئی ہے کہ اسماء و صفات کے عکوس و ظلال (یعنی کائنات) کا قیام جو اس کی حقیقت ہے اس کی ذات سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ انکے اصول کو جو کہ اسماء ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے قیام ہوتا ہے۔ تو ان اسماء کے ظلال کو اس ذات کے پرتو سے قیام ہوگا جو کہ عارف کو عطا ہوا ہے۔ (۴۲)

عارف کے وجود کی اہمیت

پس تمام افراد عالم اس عارف کی جامعیت کے مقابلے میں کاش اتنی ہی نسبت رکھیں جتنی ایک قطرہ کو دریائے محیط سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اسماء و صفات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے مقابلے میں کوئی قدر اور مقدار نہیں ہے۔ قطرہ کو تو پھر بھی دریائے محیط سے کوئی نہ کوئی نسبت ہوگی اور ان کو کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ نسبت بھی نہیں ہے۔ اس جگہ ۲۱ ،، ارف کی درک و ادراک اور اس کی بڑائی اور بلندی درجہ کو اس جگہ سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (۴۳)

عارف کی پہچان

کامل بقا کے باوجود کلمہ انا (میں) کا اطلاق اپنے اوپر نہیں کر سکتا کیونکہ اسکی بقائے اکمل اسکی فنا اتم پر متفرع ہے کہ جس نے کلمہ انا کے اطلاق کا نام و نشان بھی مٹا دیا ہے۔ اور واپس آنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ (الزائل لا یعود) (۴۴)

کمالات امام ربانی ؒ

امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کو رسالت مآب ﷺ کے روح اور قالب

Marfat.com

کے مختلف مدارج میں جو معرفت حاصل ہے۔ جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے اس کی روشنی میں کمالات امام ربانی کو بیان کیا جاتا ہے وہ اس لئے کہ جب کسی کو حضور ﷺ کی جس قدر معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس خوش نصیب کو اسی قدر وہ دولت استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اصل کی استعداد کے حصول سے اصل الاصل کو پالیتا ہے۔ جس کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

المرء من مع احب (آدمی اس کے ساتھ جس کے ساتھ اس کی محبت ہو)

استدلال کی راہ سے مطلوب حقیقی تک پہنچتے ہیں اور تجلیات وظہورات کے تنگ کوچہ سے جو کہ ظلال سے مخلوط ہے خلاصی حاصل کر کے اصل الاصل سے مل جاتے ہیں۔

جہاں تک علماء ظاہر کا علم نہیں پہنچتا وہ بزرگوار خود پہنچ جاتے ہیں

وہ مقام جہاں تک علماء ظواہر کا علم پہنچتا ہے یہ بزرگوار محبت کے کنڈے سے کھینچ کر بذات خود وہاں پہنچ جاتے ہیں اور بے کیف اتصال پیدا کر لیتے ہیں اور ان کا علم بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

علم کی انتہا بشرطیکہ وہ صحیح علم ہو مطلوب کی دہلیز تک ہے اور وہ جو مطلوب سے واصل ہے وہ مطلوب کے ساتھ ہے۔ معیت کوئی ایسا دقیقہ نہیں چھوڑتی جو اصل کے نصیب میں نہ ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں۔

بندہ باحق ہمچو شیر وشکر است وللہ المثل الاعلیٰ (اور اللہ تعالیٰ کے لئے بلند مثل ہے) بندہ بننا چاہیے اور ماسوا کی غلامی سے آزاد ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ والسلام (۴۵)

(نوٹ) مذکورہ بالا کمالات کے تناظر میں جب خواجہ شمس الدین عظیمی کی ذات کو دیکھا جائے تو وہ کمالات ان پر صادق آتے ہیں۔ (مؤلف جبہ)

Marfat.com

امام ربانی قدس سرہ کی پیدائش کے مقاصد

۱. آپ تحریر فرماتے ہیں اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے میرے علم میں پورا ہوگیا ہے۔ اور ہزار سالہ تجدید کی دعا مقبول ہوگئی ہے۔ تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دونوں گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔ ہر حال میں بہت کامل حمد والصلوۃ والسلام وعلی خیر الانام و علی اخوانہ الکرام من الانبیاء والملائکۃ العظام

اور جب کہ صباحت بھی ملاحت کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو چکی ہے۔ اس بناء پر لازما خلت ابراہیمی کے مقام نے بھی وسعت پیدا کر لی ہے اور محیط نے بھی مرکز کا حکم اختیار کر لیا ہے۔ (۴۴)

نوٹ: آخری جملہ کی تشریح وتفصیل مولف ہذا کی تالیف روح وقالب کا چیلنج میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (حبیبی عظیمی)

یہ فقیر (امام ربانی) چونکہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی دونوں کا پروردہ ہے۔ اس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے اور ولائت محمدی ﷺ کی محبت کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے اور محبیت کی نسبت مغلوب و مستور ہے۔

میرے سپرد جو عظیم کام ہے اُس کے مقابل ارشاد و تکمیل گرے تنکا کی طرح ہے

۲. اے فرزند (محمد معصوم) اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے۔ ایک اور عظیم کام[1] میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لیے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا اور اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کریگا۔ اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پا سکے گا۔[1]

---

1. مولف کی تالیفات کا تعلق اس عظیم کام سے ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے

Marfat.com

اس ایک عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستہ میں پڑی ہوئی چیز (تنکا وغیرہ) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔ (۴۷)

مطلوب کی طرف جانے کے دو راستے

آپ تحریر فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ تزکیہ نفس کا طریقہ دو قسم کا ہے۔ ایک طریقہ وہ ہے جو ریاضت اور مجاہدات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ انابت کا طریقہ ہے جو مریدوں سے مخصوص ہے اور دوسرا طریقہ جذب اور محبت کا طریقہ ہے جو کہ اجتباء کی راہ ہے اور یہ مرادوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ان دونوں طریقوں میں بڑا فرق ہے۔ پہلا طریق تو مطلوب کی طرف چل کر جانا ہے۔ اور دوسرا طریق مقصود تک لے جانا ہے اور جانے اور لے جانے میں بڑا فرق ہے اور جب سابقہ کرم کی بنا پر کسی صاحب دولت کو چاہتے ہیں کہ اجتباء کی راہ سے لے جائیں تو اس کو جناب قدس میں جذب اور محبت عطا فرماتے ہیں اور کشاں کشاں لے جاتے ہیں اس دوران میں کوئی سعادت مند ہوتا ہے جس کو فنا کی حد تک لے جاتے ہیں اور ماسواء کی دید و دانش سے رہا کر دیتے ہیں۔ اور انفس و آفاق سے گزار دیتے ہیں۔ (۴۸)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ تجلی ذات کو پالینے کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اور تجلی ذات کے متعلق کیا لکھوں اور کیا لکھا جا سکتا ہے کہ وہ وجدانی چیز ہے۔ جس نے پایا اس نے معلوم کیا اور جس نے نہ چکھا نہ جانا۔ قلم اینجا رسید و سر بشکست (۴۹)۔

Marfat.com

امام ربانی قدس سرہ کے خاص الخاص بے مثال علوم

یہ علوم جس طرح نظر وفکر سے بالا ہیں اسی طرح کشف وشہود سے بھی بالا ہیں اور یہ بھی ہے ارباب کشف وشہود سے بھی بالا ہیں اور یہ بھی ہے کہ ارباب کشف وشہود اس کو سمجھنے میں اہل علم وعقل کی طرح ہیں۔ نبوت کی فراست کا نور چاہیے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت سے ان حقائق کو پالینے کی ہدایت فرمائے اور ان علوم ومعارف کو پالینے کی دلالت کرے۔ (۵۰)

گزشتہ صفحات میں منصب قیوم کے بارے میں بیان ہو چکا ہے کہ وہ وزیر کا حکم رکھتا ہے جس کا ذکر درج ذیل مکتوب میں: قیومِ حقیقت کی تفصیل سے مطلع کیا گیا ہے۔ پہلے جبکہ حقیقت بیان ہو چکی ہیں جب عارف کا معاملہ صفات اور شیون سے اوپر چلا جاتا ہے اور ذات تعالیٰ کے اعتبارات اور وجود سے اوپر پہنچتا ہے اور اس مقام سے کہ جس کو ہم نے نماز کی حقیقت کہا ہے۔ برتری پیدا کرتا ہے تو توجہ اور متوجہ بھی متوجہ الیہ (جس کی طرف توجہ کی جائے) کی طرح بے چون ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ چون کو بے چون سے کوئی راہ نہیں ہے۔ اور وہ متوجہ (توجہ کرنے والا) عارف کی ذات ہے۔ جبکہ تمام وجود اعتبارات اس سے الگ ہو جائیں اور کنہ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات مجردہ سے عبارت ہے کہ ذات خود ہے نہ کہ وہ وجہ اعتبار کی رو سے اور جو ذات اور کنہ کی طرف توجہ کرنے والا ہے۔ وہ خود اپنا مطلوب ومعروف ہے۔ (۵۱)

---

i۔ قیوم زمانہ کی مفصل معلومات مکتوبات امام ربانی میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ii۔ کائنات کا وجود جسے شخص کبیر کا نام دیا گیا اور شخص کبیر وہ سانچہ ہے جس میں آدم کو بنایا گیا جو خلاصہ اور نمونہ کائنات ہے جس کا ذکر سورہ والتین میں یوں ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی آدم کو سب سے خوبصورت سانچہ میں بنایا گیا۔ اور کائنات حضور ﷺ کے سانچہ کا ظل ہے۔ وہ سانچہ احسن تقویم ہے۔

Marfat.com

امام ربانی مجدد الف ثانی جب خواجہ باقی باللہ (رضوان اللہ علیہما) کی خدمت اقدس میں زیر تربیت تھے اور وہ ابتدائی دور تھا اس زمانہ کے اپنے احوال کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

آپ قدس سرہ کے ابتدائی احوال

خواجہ محمد ہاشم جان لیں کہ اس مشکل کا حل صحبت سے وابستہ ہے اور خدمت پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ جو بات اس مدت میں کسی نے بیان نہیں کی وہ ایک ہی بار لکھنے سے تمہاری سمجھ میں کیسے آئے گی۔ لیکن چونکہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس لیے جواب سے چارہ نہیں ضرورتاً اجمال کے طور پر اس کا حل کرتا ہوں۔ کان لگا کر سنیں۔

وہ قرب جو فنا و بقاء اور سلوک وجذبہ سے وابستہ ہے قرب ولائت ہے۔ کہ اولیاء امت اس سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور جو قرب صحابہ کرام کو صحبت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں میسر آیا۔ قرب نبوت ہے جو تبعیت اور وراثت کے طور پر انہیں حاصل ہوا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقاء وجذبہ اور نہ سلوک۔ اور یہ قرب قرب ولایت سے کئی مرتبے اعلیٰ اور افضل ہے، کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے ادراک کو نہیں پہنچ سکتا۔ نزدیک ہے کہ خواص بھی اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں۔

گر بوعلی نوائے قلندر نواختے صوفی بدے ہر آنکہ بہ عالم قلندر است

ہاں اگر قرب نبوت کے کمالات کی بلندی کی طرف قرب ولایت کے راستے سے عروج واقع ہو تو فنا و بقاء اور جذبہ سلوک سے چارہ نہیں کیونکہ یہ اس قرب کے مقدمات اور اسباب ہیں۔ اور اگر اس راہ سے نہ چلے اور شاہراہ قرب نبوت سے گئے ہیں۔ اس لیے وہ جذبہ و سلوک اور فنا و بقاء سے سروکار نہیں رکھتے تھے۔ اس معرفت کا بیان میرے اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کے نام لکھا ہے۔ تلاش کریں اور اس فقیر نے اپنے مکتوبات ورسائل

Marfat.com

میں جہاں یہ لکھا ہے، کہ میرا معاملہ سلوک وجذبہ سے وراء اور تجلیات وظہورات سے بھی وراء ہے۔اس سے یہی قرب مراد ہے۔میں اپنے خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں تھا۔کہ اس دولت نے ظہور فرمایا۔اس عبارت کے ساتھ حضرت ایشان کی خدمت میں میں نے عرض کیا تھا۔تو مجھ پر ایک چیز ظاہر ہوئی کہ سیر انفسی اس عمل کی نسبت سیر آفاق کی طرح ہے۔اس عبارت سے زیادہ اس دولت کی تعبیر کے لیے طاقت نہیں پاتا تھا۔سالہا سال کے بعد یہ عجیب معاملہ صاف ہوا۔اور مجمل عبارتوں کے ساتھ تحریر میں لایا۔(الحمد لله الذی هد انا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق)

پس عبارت فنا و بقا اور جذبہ سلوک نئی پیدا شدہ اور مشائخ کی ایجاد کردہ چیز ہے۔مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے فنا و بقا کا لفظ زبان سے نکالا ہے۔ابوسعید خراز ہے،قدس سرہ (۵۲)

آپ قدس سرہ کی حیات کے آخری ایام کے احوال

مکتوب ۳۱۳ دفتر اول کی عبارت آپ کے ابتدائی احوال کی ترجمانی کرتی ہے۔اور مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم آپ کی حیات مبارک کے آخری ایام کے احوال سے عبارت ہے۔جس کے بارے میں یہ مکتوب شریف پیش کیا جارہا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم ،الحمد لله و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں ایک وہ راہ ہے جو قرب نبوت سے تعلق رکھتی ہے علیٰ اربابہا الصلاۃ والسلام اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے۔اس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں۔اور ان کے صحابہ اور باقی امتوں میں سے جس کو بھی اس دولت سے نوازیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں۔بلکہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔اور اس راہ میں توسط وحیلولت نہیں جو بھی ان واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے وہ بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے اور کوئی بھی

Marfat.com

دوسرے کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

اور ایک وہ راہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے۔ اقطاب واوتاد اور بدلا اور نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں اور راہ سلوک اسی راہ سے عبارت ہے بلکہ متعارف جذبہ بھی اسی میں داخل ہے اور اس راہ میں توسط اور حیلولت ثابت ہے اور اس راہ کے واصلین کے پیشوا اور ان کے سردار اور ان کے بزوگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ عظیم الشان منصب ان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس راہ میں گویا کہ رسول اللہ ﷺ کے دونوں قدم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہما اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاو ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچتی ان کے ذریعے سے ہی پہنچتی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو سپرد ہوا۔ اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر رہا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی ہدایت اور فیض پہنچتا ہے ان بزرگواروں کے ذریعہ اور حیلولت سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ اقطاب ونجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجاو ماویٰ یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے (۵۳)۔

Marfat.com

(افلت شموس الا ولین و شمسنا ابدا علی افق العلی الاتغرب)(۵۴)

یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرۃ تک پہنچتی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا اور آئمہ مذکورین کوئی بھی اس مرکز پر مشہود نہیں ہوتا اور اس راہ میں فیوض و برکات کا وصول جس کو بھی ہوا خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں آپ کے واسطہ ہی سے مفہوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مرکز ان کے علاوہ اور کسی کو میسر نہیں ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے(۵۳)

ہنوسنو! اگرچہ اس دولت خاصہ محمدی میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں ہے لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اس دولت خاصہ سے ان کی تخلیق و تکمیل کے بعد کچھ حصہ باقی بچہ تھا۔ کیونکہ شرفاء کی ضیافت کی دولت کے دستر خوان پر کچھ نہ کچھ بچ رہنا لازمی امر ہے۔ جو کہ پس ماندہ کھانے والے خادموں کا حصہ ہوتا ہے اور اس بقیہ کو آپ ﷺ کی امت سے کسی ایک دولت مند پس خوردہ کھانے والے کو عطا فرمایا ہے۔ اور اس کے خمیر کا سرمایہ بنا کر اس کی مٹی کو خمیر کیا ہے۔ اور ان کی وراثت و تبعیت میں آپ ﷺ کی دولت خاصہ کا شریک بنایا ہے۔ باکریمان کارہا دشوار نیست کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں اور یہ بقیہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی مٹی کے بقیہ کی طرح ہے جو کہ کھجور کے درخت کی پیدائش سے نصیب ہوا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کیا کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئی ہے''

وللارض من کاس لکرام نصیب اور شرفاء کے پیالہ میں سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے(۵۵)

میں (امام ربانی قدس سرہ) اللہ تعالیٰ کا مرید بھی اور مراد بھی ہوں

درج ذیل مکتوب میں اپنے مقام کی خبر دیتے ہوئے انکشاف فرماتے ہیں:

الحمد اللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی میں اللہ تعالیٰ کا مرید بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا مراد بھی، میری ارادت کا سلسلہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ

Marfat.com

کے قائم مقام ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے میری ارادت بہت سے واسطوں سے ہے ۔طریقہ نقشبندیہ میں درمیان میں اکیس واسطے ہیں۔اور طریقہ قادریہ میں پچیس اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس ،اور میری اللہ تعالیٰ سے جو ارادت ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی۔جیسا کہ پہلے گزچکا میں محمد رسول اللہ ﷺ کا مرید بھی ہوں اور ان کا متبع ،ہم پیر بھی اس دولت کے دستر خوان پر اگرچہ میں طفیلی ہوں لیکن بن بلائے نہیں آیا ہوں۔اور اگرچہ میں تابع ہوں لیکن اصل سے بے نصیب نہیں ہوں۔اور اگرچہ میں امتی ہوں لیکن دولت میں شریک ہوں لیکن وہ شریک نہیں جس سے ہمسری کا دعویٰ پیدا ہو کہ وہ کفر ہے۔بلکہ یہ شریک اپنے مخدوم کے ساتھ شرکت ہے مجھے جب تک بلایا نہیں گیا میں اس دستر خوان پر حاضر نہیں ہوا ہوں ۔اور جب تک انہوں نے خود نہیں چاہا میں نے اس دولت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ہے ۔اگرچہ میں اویسی ہوں لیکن میں اپنا حاضر و ناظر مربی رکھتا ہوں۔اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرا پیر عبدالباقی ہے لیکن میری تربیت کا کفیل خود اللہ تعالیٰ ہے۔میری ترتیب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوئی ہے اور میں اجتباء کی راہ چلا ہوں میرا سلسلہ ،سلسلہ رحمانی ہے کہ میں عبد الرحمان ہوں کیونکہ میرا رب رحمان ہے اور میرا مربی ارحم الراحمین ،اور میرا طریقہ طریقہ سبحانی ہے کہ میں تنزیہ کی راہ پر چلا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی اسم اور صفت کو نہیں چاہا ہے۔یہ میرا سبحانی کہنا وہ سبحانی نہیں ہے جس کا بسطامی قائل ہوا ہے۔کہ اس کو اس سے کوئی ربط نہیں ہے۔کہ وہ انفس کی چوٹی سے باہر نہیں آیا ہے اور یہ انفس و آفاق سے ماورا ہے اور وہ تشبیہ ہے جس نے تنزیہ کا لباس پہنا ہے اور یہ وہ تنزیہ ہے کہ جس کو تشبیہ کی بو بھی نہیں پہنچی ہے۔اور اس نے سکر کے چشمہ سے جوش مارا ہے اور یہ عین صحو سے برآمد ہوا ہے۔ارحم الراحمین نے میرے حق میں تربیت کے اسباب کو موقوف علیہ نہیں رکھا ہے اور میری تربیت میں اپنے فضل سے سوا کسی کو علت فاعلی نہیں بنایا اور اپنے کمال کرم سے اور اس غیرت کی وجہ جو اللہ تعالیٰ میرے حق میں رکھتا ہے جائز نہیں رکھا ہے۔کہ میری تربیت میں کسی دوسرے

Marfat.com

کے فعل کا کوئی دخل ہو یا میں اس معنی میں دوسروں کی طرف متوجہ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا پروردہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نامتناہی کا مجتبا ہوں۔

ع — با کریماں کارہا دشوار نیست

الحمد للّٰہ ذی الجلال والاکرام ولمنتہ و الصلوٰۃ رسولہ و تحیتہ اولاً آخراً (۵۶)

مرشد کریم حضرت صاحب قبلہ سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ حدیث جتنے زیادہ واسطوں سے بیان ہوگی اتنی ہی کمزور ہوگی۔ لیکن نسبت جس قدر زیادہ واسطوں سے ملتی ہے اسی قدر قوی ہوتی ہے۔ (فضل احمد حبیبی عظمی)

حواشی:

۱ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جلد سوم (ترجمہ اردو مولانا سعید احمد نقشبندی مجددی) مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۲ء، مکتوب نمبر ۸۰، ص ۱۴۹۱

۲ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۱۷، ص ۱۲۹۶

۳ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۲۶، ص ۱۳۳۵

۴ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۱۳۳۹

۵ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۱۱۳، ص ۷۶-۱۵۷۵

۶ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۵۵۲

۷ ... ایضاً، مکتوب نمبر ۳۱، ص ۱۳۴۸

۸ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (ترجمہ اردو مولانا سعید احمد نقشبندی مجددی) مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۱ء، مکتوب نمبر ۷۶، ص ۱۱۹۲

۹ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جلد سوم مکتوب نمبر ۱۱۱، ص ۱۵۷۳

انسان اول

Marfat.com

۱۰ ... ایضاً، مکتوب نمبر۷۳، ص ۱۴۴۹

۱۱ ... ایضاً، مکتوب نمبر۷۶، ص ۱۴۷۷

۱۲ ... یضاً، مکتوب نمبر۱۲۲، ص ۱۴۰۹

۱۳ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد اول مکتوب نمبر 4، ص 48

۱۴ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم مکتوب نمبر۷۶، ص ۱۴۷۵

۱۵ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ، جلد سوم مکتوب نمبر۹۶، ص ۱۵۳۴

۱۶ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم مکتوب نمبر۱۰۰ ص ۱۵۵۳

۱۷ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم مکتوب نمبر۶۲، ص ۱۰۵۸

۱۸ ... ایضاً، مکتوب نمبر۲۴، ص ۱۰۰۴

۱۹ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، (ترجمہ اردو مولانا سعید احمد نقشبندی مجددی مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۳ء) جلد اول مکتوب نمبر ۳۱۳، ص ۹۰۵

۲۰ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد دوم مکتوب نمبر۲، ص ۱۰۶۱

۲۱ ... ایضاً، مکتوب نمبر۱۱۹۶

۲۲ ... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد دوم مکتوب نمبر۱۰۰، ص ۱۵۵۳-۱۵۵۲۔

۲۳ ... ایضاً، ص ۱۵۴۶ مکتوب نمبر۱۰۰

۲۴ ... ایضاً، مکتوب نمبر۳۱، ص ۱۳۴۷

Marfat.com

۲۵۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴۴، ص ۱۰۷۲

۲۶۔۔۔ (ترجمہ) تو نے شراب کے تمام عیب بیان کیے اس کا ہنر بھی بیان کر

۲۷۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۷۶، ص ۱۱۹۰

۲۸۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۹۴، ص ۴۳۹

۲۹۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۵۸، ص ۱۱۴۲

۳۰۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۲ ص ۱۵۲۱

۳۱۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۱۰۹، ص ۱۵۶۹

۳۲۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۰۹، ص ۴۶۴_۴۶۳

۳۳۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴۱، ص ۱۰۴۹

۳۴۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۷۱، ص ۱۱۸۱

۳۵۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۱۴، ص ۹۷۸

۳۶۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۳۰، ص ۱۳۴۷

۳۷۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۴۳، ص ۱۴۵۱

۳۸۔۔۔ (ترجمہ) دوست کا فراق اگر تھوڑا بھی ہو تو تھوڑا نہیں۔ آنکھ کے اندر اگر آدھا بال بھی ہو تو بہت زیادہ ہے۔

۳۹۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۷۰، ص ۱۱۸۰

۴۰۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۷۳، ص ۱۱۸۵

۴۱۔۔۔ ایضا، مکتوب نمبر ۷۴، ص ۱۱۸۸

۴۲۔۔۔ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۹،

Marfat.com

ص ۱۴۸۵

۴۳... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۷، ص ۱۴۸۶

۴۴... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۷، ص ۱۴۸۶

۴۵... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶، ص ۹۵۷

۴۶... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد دوم، مکتوب نمبر ۶، ص ۹۵۷

۴۷... ایضاً مکتوب نمبر ۶ حصہ دوم، ص ۹۵۸

۴۸... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶۰، ص ۱۴۲۰

۴۹... ایضاً مکتوب نمبر ۷۵، ص ۱۴۶۰

۵۰... ایضاً مکتوب نمبر ۷۶، ص ۱۴۷۷

۵۱... ایضاً مکتوب نمبر ۷۹، ص ۱۴۸۳

۵۲... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد اول، مکتوب نمبر ۳۱۳، ص ۹۰۴

۵۳... ایضاً مکتوب نمبر ۷۳، ص ۱۴۵۱

۵۴... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۲۳، ص ۱۶۲۵

۵۵... ایضاً مکتوب نمبر ۱۰۰، ص ۱۵۵۷

۵۶... مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۷، ص ۱۵۰۰

گزشتہ صفحات علم کائنات کو امام ربانی قدس سرہ کے مکتوب کی روشنی میں بیان کیا گیا۔ اس عنوان کے پہلے پیرہ گراف کی عبارت یوں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جبکہ عالم (کائنات) اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کا ظل ہے۔ تو اس کے اصل بھی اسماء صفات ہوں گے اور ظلال اعراض ہیں۔ اور ان میں کوئی چیز بھی جوہر نہیں کہ وہ اس کے ساتھ ہوں۔

Marfat.com

اس عبارت پر تفکر کرنے سے ایک ایسا سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب اگر مشکل نہیں تو آسان بھی نہیں۔ سوال

اللہ تعالیٰ کی صفات کو عدم کے آئینہ کے سامنے کس طرح لایا گیا۔ جن کے ظلال ظہور میں آگئے تھے؟

وہ کونسا آلہ تھا کونسا ذریعہ تھا۔ جس سے صفات و اسماء کے ظلال ظہور میں لائے گئے اور کائنات وجود میں آگئی۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا کائنات کی تخلیق کے سفر کے راستہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔ زیر تالیف کتاب کو لکھنے کا مقصود اس سوال کے حل میں پوشیدہ ہے۔ جو کتاب کے دوسرے حصہ میں پیش کیا جائے گا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدم اور اس کی حقیقت کیا ہے

لفظ عدم (ع۔د۔م) پر تحقیق کرنے کے ارادہ سے جب قلم اٹھایا تو سب سے پہلے قرآن کریم میں تلاش کرنے کی غرض سے ''معجم الفہرس'' کی ورق گردانی شروع کی تو جس ترتیب سے ''معجم الفہرس'' کو مرتب کیا گیا ہے۔ اسے عربی زبان میں مصدر کہا جاتا ہے۔ مصدر کی ترتیب کے مطابق عدم کا مصدر (ع،د،م) ہے جب ورق گردانی کرتے ہوئے لفظ عدم کے محل وقوع پر پہنچا تو ''عدم'' کے لفظ کی عدمیت پائی، وہ اس طرح کی اصولا عدم کے لفظ سے پہلے (عدل) کا لفظ اور اس کے بعد (ع،د،م) ہونا چاہیے تھا۔ لیکن لفظ عدن (ع۔د۔ن) تھا اس طرح قرآن کی رو سے بھی (عدم عدم) ہے، گویا اس کا نام ونشان نہیں۔'' قرآن کریم کا یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو شاید پہلی بار سامنے آیا ہے۔ لیکن تصوف کی کتب میں عدم بڑے اہتمام سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس تضاد کے سامنے آنے کے بعد ذہن وقلب میں سوالات جنم لینے لگے۔

سوالات:

(1) عدم کیا ہے؟ (2) عدم کا ماخذ کیا ہے؟ (3) عدم کب سے ہے؟
(4) عدم کب تک رہے گا؟ وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا سوالات نے مطالعہ کتب کو نئی جہت دی چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات کے مطالعہ کے دوران جو باتیں واضح ہوئیں ان کو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

''لفظ' انا (میں) ہے۔ حقیقت عدمیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے'' جس مکتوب میں مذکورہ بالا جملہ درج ہے۔ اسکا اقتباس نقل کیا جاتا ہے تاکہ معاملہ پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجائے۔

Marfat.com

اقتباس: جاننا چاہیے کہ عارف سے (انا) یعنی (میں) کی بقاء عدم تک ہے، جو اسکی حقیقت ہے، جب زائل ہو تو (انا) کا کوئی مورد نہ رہا۔ جس پر اس کا اطلاق کیا جا سکے زوال عدم کے بعد ثبوت کے معاملات اگر چہ دامن بڑا دراز رکھتے ہیں اور اگر چہ ثبوت ممکن کی ذات ہو چکا ہے، لیکن کلمہ (انا) کا معنی (میں) ہے۔ اس جگہ کوئی مورد نہیں ہے۔ گویا کہ لفظ (انا) حقیقت عدمیہ کیلئے وضع کیا ہوا ہے، جو حقیقت ثبوتیہ کے لئے نفرت رکھتا ہے، ہاں ممکن میں جزو اعظم عدم ہے، اور ممکن عدم سے ممکن ہوا۔ اور ممکن کا کارخانہ عدم سے فراخ ہوا، جو احتیاج ممکن میں کثرت ہے تو وہ بھی عدم کے راہ سے آئی ہوئی ہے۔ اگر امتیاز ہے تو وہ بھی اسی کی راہ سے ممکن کے حق میں ہے۔ وجود مستعار ہے اور وہ بھی خیالی اور وہمی ہے اگر چہ اس میں ثبات اور استقرار ہے۔ تا کہ آخر (مکتوب 60 دفتر سوم ص 1428)

مندرجہ بالا عبارت میں لفظ (انا) کو حقیقت عدم کے لئے وضع کیا ہوا ہے۔ نظر سے گزرا تو (انا) کے بارے میں ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مرشد کریم قبلہ حضرت سید محمد حبیب اللہ شاہ صاحب قدس سرہ کے ایک خادم نے (انا) کے بارے میں یوں بیان کیا۔

اُس کی کہانی اُس کی زبانی

"میری عمر اندازاً 13/14 سال کی ہوگی کہ مرشد کریم نے بازار سے کچھ سودا سلف خریدنے کے لئے بازار بھیجا، جب واپس آیا تو مرشد کریم حجرہ سے فارغ ہو کر حرم خانہ میں جا چکے تھے۔ جو سامان بازار سے خرید کر لایا تھا اسے حرم خانہ میں دینے کیلئے حرم خانہ کے دروازہ پر دستک دی تو مرشد کریم جو صحن حرم خانہ میں کھڑے تھے فرمایا، کون۔ آپ نے ایسے انداز میں آواز دی جو اس سے پہلے کبھی انداز نہ اپنایا تھا، جس کی وجہ سے بندہ کشمکش میں پڑ گیا کہ اپنا نام لوں یا فقط (میں) استعمال کروں، معاً یہ بات دل میں ڈال دی گئی کہ حضور ﷺ سے اگر پوچھا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے محمد ﷺ تو اس سنت کی اتباع میں اپنا نام لیا تو معاً یہ بات دل میں ڈال دی گئی کہ تمہارا لطیفہ نفس طے پا گیا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ

Marfat.com

میری زبان سے لفظ (میں) اس طرح معدوم ہوا کہ کبھی ارادتاً بھی لفظ (میں) بولنے کی کوشش کرتا تو لفظ (میں) ہرگز زبان سے جاری نہ ہوتا تھا ۔اور یہ حال اور کیفیت 1953ء سے1993ء تک قائم رہی 1993ء میں یعنی چالیس سال بعد سلسلہ مجددیہ کے بزرگ اور شیخ طریقت کی صحبت میں کچھ عرصہ رہا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میری زبان پر کبھی کبھی لفظ (میں) بے اختیار نکل جاتا اسی تبدیلی پر بہت تعجب اور حیرانی ہوئی۔ کہ چالیس سال بعد نفس کی نفی پھر بحال ہوگئی اور یہ معاملہ بھی اپنے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ ایک سال کے اندر اندر موصوف بزرگ کی فکری تقلید سے قدم باہر آ گیا بلکہ ان کی فکر سے جدا طرز فکر پر کام کی توفیق مل گئی۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ جو کچھ میرے قلم سے ظہور میں آیا اس کو درست تسلیم کرنے میں انہوں نے تردد فرمایا،اور عرصہ دس سال کی طویل بحث کے بعد موقف کو درست تسلیم کرلیا۔اور تسلیم کرنے کا موقع 2002 میں پیش آیا یعنی دس سال کے بعد دونوں میں مراسم میں اعتماد بحال ہوگیا۔اس سرگزشت سے عدم کی حقیقت سے آگاہی ہوئی۔

مندرجہ بالا عبارت میں عدم اور حقیقت عدم کے بارے میں واضح ہو چکا ہے ،اگلے صفحات میں باقی سوالات کے جوابات لکھے جاتے ہیں۔

سوال نمبر 2,3,4 کے جوابات درج ذیل ہیں:

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مندرجہ بالا سوالات کے جواب جس طرح بیان فرمائے ہیں ان کو نیچے لکھا جاتا ہے۔

(2) عدم کب سے کا جواب: عدم اس وقت سے ہے جب وجوب وجود کی نسبت پیدا ہوئی تو امتناع عدم بھی جو اس کے متقابل ظاہر ہوا۔اور استحقاق عبادت کی نسبت جو کہ وجوب وجود پر متفرع ہے، وہ بھی ظہور میں آ گئی۔اللہ تعالیٰ تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی، اگرچہ وہ نسبتیں ظاہر ہوگئیں تو تقابل بھی ظاہر ہوگیا۔ (مکتوب 14 دفتر سوم ص 1290/48)

مندرجہ بالا عبارت مکتوب 14 دفتر سوم کا آخری پیرہ گراف ہے،اس عبارت میں یہ

Marfat.com

بات واضح کی گئی ہے۔ کہ عدم اسی لحہ ظہور میں آ گیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے وجوب وجود (نور نبی ﷺ کی نسبت پیدا ہوئی تھی۔ لہٰذا عدم اسی وقت سے ہے۔ جس وقت کا تعین لفظ (اذ) میں بیان ہو چکا ہے بلکہ نسبت اس سے بھی پہلے ظہور میں آ چکی تھی۔ وہ اس طرح کے لفظ اذ سے پہلے (امرہٗ) پہلے واقع ہے لہٰذا (امرہٗ) کی نسبت (اذ) سے قبل ظہور میں آ چکی جو علم الٰہی میں تھی۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ نسبت دو اکائیوں کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے اسے نسبت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے چونکہ نور نبی ﷺ کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کے اعتبارات، کمالات شانیں، صفات اور اسماء موجود تھے، لہٰذا ان میں امتیازات (پروٹوکول) کو واضح کرنے کے لئے پہلے عدم ان کے تقابل ظاہر ہوا جس کی خبر قرآن کریم کی سورہ یسٰین میں دی گئی ہے۔

القرآن: انما امرہ اذا ارادہ شیأ اَن یقول لہ "کن" فیکون۔

ترجمہ: بلاشبہ اس (اللہ) کے امر نے کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا، تو اسے کہا گیا "پس وہ شے بن گئی، ظہور میں آ گئی، پیدا ہو گئی۔

مفہوم:

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم کو جاننے کے لئے ایک مثال سے مدد لی جاتی ہے۔ انسان جب کسی عمارت کو بنانا چاہتا ہے تو عمارت کو بنانے سے پہلے کئی مرحلوں سے گزر کر عمارت کے لفظ کو زبان پر لاتا ہے۔

مرحلہ 1: نیت

مرحلہ 2: ارادہ

مرحلہ 3: عمل

انسان تین چیزوں کا جامع ہے۔

Marfat.com

ا۔ فواد ۲۔ قلب ۳۔ قالب

وضاحت

فواد: (قلبیہ): وہ محل ہے جس میں نیت جنم لیتی ہے۔قلبیہ انسان کے قلب کے اندر ایک چھوٹا سا قلب ہوتا ہے، چونکہ وہ چھوٹا سا ہوتا ہے۔اس لیے اسے قلبیہ کہا جاتا ہے۔

قلب:

انسان کے قالب کے اندر ایک قلب ہوتا ہے جس میں نیت پرورش پا کر ارادہ میں بدل جاتی ہے۔

قالب:

جب قلب میں کسی شے کو بنانے کا ارادہ پختہ ہو جاتا ہے تو قلب قالب کو مطلوبہ شے کو بنانے کے لئے امادہ کرتا ہے۔پھر قالب قلب کی حسب منشا کام سرانجام دیتا ہے۔

چونکہ قلبیہ انسان کے وجود کے اندر گہرائی میں واقع ہے اس لئے انسان کی نیت کا محل نیچے ہے۔لہٰذا نیت صعود کر کے قلب میں آجاتی ہے تو پھر قلب نیت کو ارادہ میں بدل لیتا ہے، چونکہ ارادہ حلق اور قالب کے درمیان ہے جب ارادہ حرکت کرتا ہے تو قالب متحرک ہو جاتا ہے۔جب قالب متحرک ہو جاتا ہے تو زبان بھی متحرک ہو کر ایک عمارت کی بنیاد رکھ دیتی ہے۔دوسری طرف زبان اس کے نام کو تجویز کر دیتی ہے۔اس طرح یہ عمل جو پہلے باطن میں موجود تھا۔اب زبان (کن) سے ظہور میں آجاتی ہے۔یعنی پستی سے بلندی کی طرف منصوبہ بندی کو مکمل کیا گیا۔لیکن امر (کن) کا معاملہ انسان کے برعکس ہے وہ اس طرح کہ انسان کے وجود کے اندر عمل پستی سے بلندی کی طرف راجع ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چونکہ بلند ترین مقام پر تصور میں آتا ہے۔لہٰذا جب (کن) کو صادر کیا گیا تو پہلے اس کی منصوبہ بندی کسی بلند مقام پر کی گئی تھی۔نیت کا محل (انما) ہے جو سب سے اوپر ہے ارادہ کا

Marfat.com

محل (امرہ) ہے جو نیت کے مقام سے نیچے ہے۔

مقام یقول: مقام ارادہ سے نفوذ، جو زبان کا مقام و محل ہے، جب مقام یقول سے یعنی کلام الٰہی ''کن'' کے ظہور کا مقام نیچے ہے۔ لہٰذا جس شے کو پیدا کیا گیا تھا اس کی تخلیق کا سفر بلندی سے پستی کی جانب ہوگا۔ چونکہ ''کن'' فیکون کا سفر بلندی سے پستی کی طرف ہوگا ۔جب مندرجہ بالا عبارت کے تناظر میں ''کن'' فیکون'' پر تفکر کیا جاتا ہے تو آیت کا تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔

تجزیہ:

انما: محل نیت ہے۔

امرہ: امر ایک وجود ہے یا حکم مراد ہے اس لئے کہ امر کے بعد (ہٗ) ہے (امر) مضاف اور (ہٗ) مضاف الیہ ہے۔

اگر ''امر'' سے کوئی وجود ہے جس کی نسبت (ہٗ) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے لہٰذا پہلی نسبت جو ظاہر ہوئی ''امر'' کے تقابل میں عدم کو لایا گیا۔

۳۔ اذ: لفظ (اذ) زمانہ ماضی کی نشاندہی کرتا ہے اور وہی وقت کے اجراء کا تعین کرتا ہے۔

۴۔ اراد: لفظ ارادہ فعل ماضی ہے اور صیغہ واحد غائب مذکر کا ہے۔ اور اس کا فاعل امر ہے۔ لہٰذا امر وہ اکائی ہے۔ جس کی نسبت سب سے پہلے ظہور میں لائی گئی۔

۵۔ شے: شے سے مراد مخلوق کی وہ سب سے پہلی شے ہے جس کو کن سے پیدا کیا گیا ۔اور شے مفعول ہے۔ امر فاعل ہے۔ ارادہ فعل ہے۔

۶۔ جب شے کو یقول کہا جاتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے یعنی وجود میں آجاتی ہے۔ یقول فعل مضارع ہے واحد غائب کا صیغہ ہے۔

یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ شے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرنے والا امر ہے لیکن

Marfat.com

شے کو ظہور میں لانے والا مجہول ہے جو یقول لہ کا صادر کرنے والا ہے تو معلوم ایسا ہوتا ہے ،ارادہ تو امر کا تھا لیکن لفظ "کن" امر کا نہ تھا بلکہ امر کے مضاف الیہ کا ہوگا؟

۷۔ لہ: سے مراد مطلوبہ شے ہے۔

کن: لفظ کن کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی حیثیت نزول قرآن ہے دوسری حیثیت ''کن'' امر کا صیغہ واحد مذکر ہے جب کن کو امر کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے تو مطلوبہ شے کو پیدا کرنے والا ہے جب وجود کو ظہور میں لایا گیا تو اس سے پہلے عدم کا آئینہ موجود ہونا لازم تھا۔

شے: سے مراد وہ مطلوبہ شے ہے جس کی تخلیق کرنے کے لئے پہلے نیت کی گئی اس کے بعد نیت نے نزول کیا تو ارادہ میں بدل گئی۔ پھر ارادہ نے نزول کیا تو وہ قول کی صورت میں حلق سے زبان پر آیا جب تک زبان کی حدود میں تھا بحیثیت قول تھا لیکن جب قول نزول کر کے باطن سے باہر آیا تو ''کن'' جو عربی زبان میں امر کی حیثیت رکھتا ہے۔اس حکم میں جو کچھ مستور تھا اس کی تفصیل یوں ہے۔

1- حقیقت قرآن کا نزول

2- حقیقت عدم کا ظہور

3- اور شے کی تخلیق جس سے مراد حقیقت محمدی (نور نبی ﷺ) ہے۔

وضاحت:

قرآن کریم وہ (آئین ہے جو پوری مخلوق کی اول سے آخر تک کی زندگی کے لئے نازل کیا گیا مخلوق یعنی کائنات چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء اور افعال کے ظلال کا مجموعہ ہے لہٰذا کائنات کی اشیاء کے اصول اسماء صفات ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ ''کن'' کے نزول وظہور سے قبل نور نبی ﷺ کی تخلیق کا پروگرام و منصوبہ علم الٰہی میں ترتیب پا چکا تھا چونکہ کن

Marfat.com

سے قبل نسبتیں ظہور میں آچکی تھیں۔ لہٰذا ان کے تقابل ''عدم'' بھی ظہور میں آچکا تھا چونکہ یہ پروگرام علم الٰہی میں مستور تھا جو ''کن'' کا پس منظر تھا اور کن کے نزول وظہور کے بعد جو کچھ منظر میں آچکا ہے یا آئے گا۔ وہ پیش منظر ہے۔ پس منظر اور پیش منظر کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

مثال: عالم دنیا کا یہ اصول وقانون ہے کہ جب کوئی شخص عمارت بنانا چاہتا ہے تو وہ پہلے اپنی نیت کو پختہ کر لیتا ہے پھر وہ ارادہ کر لیتا ہے کہ عمارت ضرور بناؤں گا پھر جب ارادہ پختہ ہو جاتا ہے تو عمارت کے خدوخال کو نقشہ کے مطابق قطعہ زمین کو چن لیتا ہے لیکن اس مرحلہ تک اس کی اس منصوبہ بندی کا کسی کو علم نہیں ہوتا اور جب بنیاد کھود کر عمارت تیار کر لیتا ہے تو قرب وجوار میں سب کو علم ہو جاتا ہے لیکن جب تک منصوبہ دل ودماغ میں موجود تھا۔ تو کسی کو علم نہ تھا۔ وہ پس منظر تھا۔ جب عمارت تعمیر ہو گئی تو سب کے سامنے آگئی تو یہ کن کا پیش منظر ہے۔

گزشتہ عبارت میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ عدم کا ظہور اس وقت ہوا تھا جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ نور نبی ﷺ کی تخلیق کی نسبت ظاہر ہوئی تو اس وقت عدم بھی تقابل میں ظہور میں لایا گیا جس طرح کن سے حقیقت قرآن کا نزول اور حقیقت محمدی کی تخلیق واضح ہوئی تھی اس طرح حقیقت عدم بھی ظہور پا گئی تھی۔

اوپر درج مکتوب 64 کی عبارت میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ جب عدم زائل ہو جاتا ہے تو ''انا'' کے اطلاق کا کوئی مورد نہیں رہتا۔ گویا ممکن عدم کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو فنا سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ نفس الامری کا ہے۔ اس اصول کے مطابق جب فنا کے بعد ممکنات حدوث سے مستثنیٰ ہو جائیں گے تو عدم زائل ہو جائے گا۔ لیکن عدم پھر بھی رہے گا وہ اس لئے کہ امتیازات کی درجہ بندی اس کی مرہون منت ہے۔

Marfat.com

گزشتہ عبارت میں چند سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ان کے تناظر میں ''عدم'' کے بارے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ یوں رقم طراز ہیں۔

1- عدم کے مراتب بہت زیادہ ہیں۔

صرف وہی موجع د آشکارا ہے، پاک ہے وہ ذات اللہ جو حدوث اکوان کی وجہ سے اپنی ذات وصفات واسماء میں تغیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدوث سے ان میں ہر تغیر وتلون جو ظاہر ہوا ہے وہ عدم کے مرتبہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی تنزل اور تبدل خواہ وہ خارج میں ہو راہ نہیں پاسکتا۔ (مکتوب (۶۴) دفتر سوم)

مندرجہ بالا عبارت میں جو باتیں واضح ہوئی ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور اسماء میں متغیر نہیں ہوتا۔

2- حدوث واکوان میں جن پر تغیر وتلون ظاہر ہونے والے ہیں ان کی اصل عدم کے مراتب ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی تنزل اور تبدل خواہ وہ خارج میں ہو یا علم میں ہو راہ نہیں پاسکتا۔

امام ربانی عدم کے بارے مزید یوں لکھتے ہیں۔

اس کا بیان یہ ہے کہ جب اللہ سبحان وتعالیٰ نے چاہا کہ اپنے ذاتی ،صفاتی ،اسمائی، کمالات کو ظاہر کرے اور اشیاء کے آئینہ میں ان کو جلوہ گر کرے تو ہر کمال کے لئے عدم کے مراتب ہیں۔اس کمال کے برخلاف کہ وہ اس کے مقابل تھا۔اور تمام اعدام کو نسبت سے ہے اس کمال کی مرآتیت (دید) کیلئے متعین فرمایا، کیونکہ کسی شے کا آئینہ اس سے مقابل ہے اور اس شے کے ظہور کا سبب ہے، چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا پیرہ 2 کی عبارت میں جن باتوں کو واضح کیا گیا ہے ان کو نیچے لکھا جاتا ہے

1۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام ذاتی، صفاتی، اور اسمائی کمالات کو جلوہ کرنے کے لئے

Marfat.com

اشیاء کو پسند فرمایا۔

2۔اشیاء کو پیدا کرنے کے لئے اپنے ہر کمال کے مقابل اس مرتبہ کے لحاظ سے عدم کو لایا گیا۔پھر عدم کے آئینہ میں ہر کمال کے عکس کو وجود عطا کیا گیا،تو وہ عکس شے کے روپ میں موجود ہو گئی۔اس طرح وہ شے اس کمال کا آئینہ بن گئی،یعنی وہ شے اس کمال کا مظہر بن گئی۔

3- مراتیت سے مراد روئت ہے۔نظارہ ہے چونکہ شے آئینہ ہے کمالات کا لہٰذا شے ہی کمال کی مراتیت (دید) کیلئے جلوہ گاہ ہے جس میں کمال جلوہ گر ہوتا ہے۔

وضاحت

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تنزل وتبدل نہیں۔خواہ وہ خارج میں ہو وہ راہ نہیں پا سکتا (نوٹ) گزشتہ صفحات میں کن کا ایک پس منظر اور ایک پیش منظر بیان کیا گیا ہے۔

پس منظر وہ ہے جو علم الٰہی میں تھا،اور پیش منظر وہ نظارہ ہے جو مخلوق ہے،جو ازل سے ابد تک ہے پیش منظر کو خارج قرار دیا گیا ہے۔

عدم میں تصرف کر کے اسے نرم اور ملائم کر کے شے کو بنایا جاتا ہے

پیراگراف نمبر3 میں یہ بیان کیا گیا ہے عدم میں شے کو کیسے بنایا جاتا ہے۔

اوران اعدام کو جو ان کمالات کی آئینگی کی قابلیت رکھتے ہیں۔جب چاہا مرتبہ حس ووہم میں ایجاد کیا اور ان کو استقرار واستحکام بخشا اور ان تمام کمالات کو ان میں منعکس کیا۔اوران انعکاس سے ان اعدام کو اس مرتبہ میں زندہ (حیات) اور عالم (علم) اور قادر (قدرت) اور ارادہ کرنے والا (ارادہ) اور سننے والا (سمع) اور دیکھنے والا (بصر) اور بولنے والا (کلام) بنایا۔لیکن محسوس ہوا ہے کہ عدم میں تصرف کرتے ہیں۔بغیر اس کے کہ اس میں کسی دوسری چیز کو ملائیں اور اس کو تصرف سے نرم اور ملائم کرتے ہیں۔اس کے بعد اس میں کمال کا ظہور کرتے ہیں جس طرح پہلے موم کو نرم اور ملائم کرتے ہیں اسکے بعد اس سے صورت واشکال پیدا کرتے ہیں۔(مکتوب دفتر ص)

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارت میں اشیاء کو پیدا کرنیکا طریقہ بیان کیا گیا، اور موم کو نرم اور ملائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ہم کسی نرم دھات کی شے کو بنانے کے لئے سانچہ تیار کرتے ہیں۔ پھر اس دھات کے گرم گرم ابلے ہوئے لاوا کو سانچہ میں ڈال کر کچھ وقت کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ لاوا ٹھنڈا ہو جائے۔ پھر لاوے کے ٹھنڈے ہونے کے بعد سانچہ کو کھول دیا جاتا ہے وہ لاوہ مطلوبہ شکل وصورت کی شے وجود میں آجاتی ہے۔

مولف ہذا اس موقع پر استفسار پیش کرتا ہے

استفسار: جملہ کمالات کے تقابل عدم کو لانے کے لئے کونسا آلہ، واسطہ یا وجود ہے، جو اس اہم ذمہ داری کو پوری کرنے والا ہے، کیونکہ جملہ کمالات میں نہ تو تنزل اور نہ ہی تبدل ہے وہ اپنے اپنے مرتبہ اور مقام پر ہیں۔ اور ان کے تقابل کیلئے عدم ہی تنزل وتبدل رکھتا ہے۔ اس تبدل تنزل کی ذمہ داری کو نبھانے کیلئے کونسا وجود ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو آج تک سامنے نہیں آیا۔ جس کا جواب یہ ہے مطلوبہ وجود وجودِ احمد ﷺ ہے۔ جو جملہ کمالات وصفات اسماء کا جامع مظہر ہے۔ جس کے روبرو عدم کا آئینہ لایا گیا ہے تو اُس آئینہ میں کائنات کی اشیاء ظہور میں آنے لگیں۔ جاننا چاہیے کہ عدم سے مراد اس جگہ عدم خارجی ہے جو وجود خارجی کے مقابل ہے پس اس کے ایجاد کے منافی جو کہ مرتبہ وہم میں واقع ہوگا۔ اور ثبوت وہمی اس سے کوئی جنگ نہیں رکھتا، اس کے باوجود میں (مجدد الف ثانی) کہتا ہوں کہ عدم کا منافی وجود ہے، جو کہ اس کا نقیض ہے اور عدم وجود نہیں ہوتا لیکن اگر بالغرض عدم موجود ہو جائے تو بھی کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ حکماء نے وجود کے متعلق کہا ہے کہ جو معقولات ثانویہ سے ہے۔ جو کہ خارج میں معدوم ہے اس تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اشیاء کے حقائق اعدام ہیں کہ مرتبہ وجود تعالیٰ شانہ کے کمالات ان میں منعکس ہوئے اور انہوں نے خداوندی جل سلطانہ کی ایجاد سے وہمی ثبوت وتحقیق پیدا کر لیا اور مرتبہ حس ووہم میں استقرار واستمرار حاصل کیا ہے۔ گویا کہ اشیاء کی ذات تو وہ اعدام ہیں اور ان میں کمالات کا نعکاس ان اعدام

Marfat.com

کے ہاتھ پاؤں کی طرح ہیں اور اس کے قویٰ و جوارح ہیں۔

(مکتوب 60 دفتر سوم ص 1418 تا 1419)

مندرجہ بالا پیرہ 4 کی عبارت میں مرتبہ حس و وہم میں استقرار اور استمرار حاصل کرنے کی وضاحت یوں ہے۔

عدم جو ایک آئینہ ہے، جس کے مقابل جملہ کمالات ہوں گے۔ تو ان کی صورتیں اور اشکال آئینہ میں ظاہر ہوں گے، وہ صورتیں اور شکلیں جو آئینہ میں ظاہر ہوئی ہیں وہ وہم اور حس کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لئے کہ جب کسی شخص کے آئینہ کو تقابل سے ہٹالیا جائے تو وہ صورتیں اور شکلیں وہم و حس کی طرح معدوم ہو جاتی ہیں ہاں جب اللہ تعالیٰ اپنی صفت وجود کا ثبوت رکھتے ہیں جو در حقیقت وہ اشیاء حس وہم ہیں۔ جب ان کو وجود عطا کیا گیا تو قائم بھی ہو گئیں۔ اور ان سے آگے سلسلہ تخلیق جاری بھی ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کا ایک مکتوب جو اپنے صاحبزادوں کے نام لکھا۔

حضرات مخدوم زادگان کبار جامع الاسرار والعلوم خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہما کی طرف صادر فرمایا۔

(فنائے اتم کے بیان میں جو کہ زوال ذات وصفات سے وابستہ ہے اور وجود واجب سبحانہ کی تخلیق اور ممکن سے عدم کے زوال اور اس کے عروج و ثبوت کا بیان اور دوسرے باریک نکات)

پوری فنا اس وقت متحقق ہوتی ہے۔ جبکہ فانی کی ذات وصفات کا زوال حاصل ہو جائے اور اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے۔

سوال 1: ممکنات کی حقیقت جب کہ اعدام ہیں جنہوں نے نسبت سے امتیاز حاصل کیا اور اسماء وصفات واجبی جل سلطانہ کا آئینہ ہوئے جیسا کہ ہم نے اس معنی کی تحقیق اپنے

Marfat.com

مکاتیب میں کی ہے تو لازم آتا ہے کہ اس فنا کے حصول کی تقدیر پر کوئی نام ونشان عدم سے جو کہ اس کی حقیقت ہے ممکن میں باقی نہ رہے اور خالص وجود کے سوا اس میں کوئی چیز نہ رہے ۔اس لئے کہ دو نقیض میں سے ایک کا زوال دوسرے کے نقیض کے حصول کو مستلزم ہے تاکہ ارتفاع نقیضین لازم نہ آئے اور صوفیہ کے نزدیک وجود عین واجب تعالیٰ ہے یا اس کی خاص ترین صفات میں سے ہے، اور ہر صورت میں حقیقت کا الٹ لازم آتا ہے اور یہ الحاد وزندقہ کو مستلزم ہے۔

2: جواب: عدم کا نقیض ایسا وجود نہیں ہے جو واجب تعالیٰ ہو یا اس کی خاص ذاتی صفات میں سے ہو بلکہ عدم کا نقیض اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے عکوس میں سے ایک عکس ہے۔ مختصر یہ کہ ہر وجود جس کے مقابل عدم ہے امکان کے مظان سے ہے اور رفع جو کہ اس کا نقیض ہے کہ احتیاج رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ امکان کے دائرہ سے ہیں۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے احتیاج رکھتی ہیں اور ہر ایک کے مقابل اعدام ہیں تو وہ امکان کی آمیزش سے باہر نہیں ہیں۔ اور ان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی احتیاج ہی گیر ہے اگر غیر کی احتیاج ہے تو نقص اور امکان کامل ہے اور امکان کے دائرہ میں داخل ہے اور اگر غیر کی احتیاج نہیں تو پھر بھی امکان کی بو رکھتی ہے اگر وہ امکان کے دائرہ میں داخل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال سے کمتر ہے

پس وجوب کامل خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے متحقق ہوتا ہے جو کہ نقص کے گمان اور قصور کے گمان سے پاک اور منزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات اگرچہ دائرہ وجوب میں قدم رکھتی ہیں۔ لیکن چونکہ وہ ذات کی محتاج ہیں لہٰذا ان کا وجوب اللہ تعالیٰ کے وجوب سے کمتر ہے جیسا کہ ان کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کے وجود سے کمتر ہے۔ کیونکہ صفات کا وجود عدم نقیض رکھتا ہے۔ جو کہ مثال کے طور پر عدم علم اور عدم قدرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا کوئی مقابل نہیں ہے اور نہ کوئی نقیض متصور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے وجود کا اعدام

Marfat.com

میں سے کوئی عدم نقیص ہو تو اس نقیض کے رفع کا محتاج ہوگا۔ احتیاج نقص کی علامات سے ہے جو کہ امکان کے حال کے مناسب ہے۔ (مکتوب 78 ص 1427/175 دفتر سوم)

پوشیدہ نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق امکان کا لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں۔ اگرچہ امکان تک کھینچنے والا ہے لیکن وہ حدوث کے وہم سے خالی ہے اور نقیض کے حصول کا عدم جو کہ عدم ہوگا اللہ تعالیٰ کے لئے کشفی اور شہودی ہے، اگرچہ بصورت استدلال نظر آتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ کسی بدیہی بات پر استدلال کی صورت میں تنبیہ کریں۔

3: اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ ممکن سے بر تقدیر فنا زوالِ عدم کے بعد وجود کے سوا کوئی اور چیز اس میں باقی نہیں رہتی اور سوائے ثبوت تخلیق اور تخلیق کے کوئی چیز اس کے نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ذات اور صفت سے عدم منتفی ہو چکا ہے لیکن یہ وہ وجوب وثبوت ہے جو کہ ممکن کے لئے وہم اور حس کے مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور آثار کو اس پر مرتب کیا ہے اور زوال عدم کے بعد اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بنا ہے جیسا کہ عدمِ زائل ممکن کی حقیقت ہوا ہے اور یہ ثبوت صفات سے زوال سے پہلے عدم تھا کہ جس کو مرتبہ حس و وہم میں ثابت کیا اور اب وہی ثبوت زوالِ عدم کا کارخانہ اس پر برپا ہوا اور یہ کارخانہ جو عدم کو نیابت کے ساتھ تھا اس حد تک ثابت ہے کہ اس ثبوت کا نقیض اپنی جگہ قائم ہے اور امکان کو بقا ہے۔

اور ثبوت کے نقیض سے معاملہ اوپر چلا جاتا ہے۔ تو وجود کا کوئی مقابل نہیں رہتا بلکہ عدم کو بھی اس کے مقابلہ کی مجال نہیں رہتی اور امکان کے لئے گنجائش نہیں رہتی اس وقت دوسرا کاروبار دوسرا ہے اور دوسرے ہی ومساز وغمگسار ہیں۔ او ادنیٰ (یا اس سے بھی بہت قریب) کا راز اس جگہ سے تلاش کرنا چاہیے اور ہر وہ جگہ جہاں امکان کی آمیزش اور عدم

Marfat.com

اوادنیٰ کی شرح

کی مجال ہے اگرچہ نقیض کی صورت میں ہو وہ قاب قوسین (دوکمان کا اندازہ) میں داخل ہے۔اور جب امکان اور عدم پوری طرح اپنا سامان باندھ لیتے ہیں اور کوچ کا نقارہ بجاتے ہیں تو اوادنیٰ کے کمالات سامنے آتے ہیں نہ اس طرح کہ اس وقت ممکن واجب تعالیٰ کی ذات سے ثابت ہو جاتا ہے۔اور وہ قیام جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ تھا ذائل ہو جاتا ہے۔

کسے کہ در خدا گم شد خدا انیست

آپ قدس سرہ بحیثیت عارف کا صفاتِ الٰہی کے درجات سے انوکھی مناسبت

اس عارف کا ذات واجب سے قیام اللہ تعالیٰ کی صفات کے قیام کی طرح ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں بلکہ اس کا قیام اس مرتبہ میں ہے۔کہ اس جگہ صفات کچھ بھی ملحوظ نہیں ہیں۔اگرچہ صفات کو ذات خداوندی سے علیحدگی نہیں لیکن صفات کا قیام ازلی اور ابدی ہے اور وہ قدیمی ہیں اور اس کا قیام ازلی نہیں ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے لیکن صفات کے نقیض موجود ہیں کہ عدم ہیں۔مثلاً عدم علم، عدم قدرت، اور اس عارف کا معاملہ اعدام کی نقاضت سے اوپر چلا گیا ہے جیسا کہ تحقیق ہو چکا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جب معاملہ نقاضت سے اوپر چلا جاتا ہے تو وجوب متحقق ہو جاتا ہے اور ممکن واجب ہو جاتا ہے اور وہ محال ہے۔

میں کہتا ہوں کہ واجب اس وقت ہو گا جب کہ وجود خارجی پیدا کرے گا اور ممکن کا ثبوت مرتبہ اور فرق قیام صفات اور قیام عارف کے درمیان پیدا ہوا۔کہ قیام صفات باعتبار وجود خارجی ہے اور قیام عارف باعتبار وجود وہمی اگرچہ اس نے ثبات واستقرار پیدا کیا ہے اور مبداء اثار ہے۔

Marfat.com

جاننا چاہیے کہ عارف سے انا (میں) کی بقا عدم کی بقا تک ہے جو کہ اس کی حقیقت ہے ،اور جب عدم زائل ہوا تو انا کا کوئی مورد نہ رہا جس پر اس کا اطلاق کیا جا سکے، زوال عدم کے بعد ثبوت کے معاملات اگرچہ بڑا دراز دامن رکھتے ہیں اور اگرچہ ثبوت ممکن کی ذات ہو چکا ہے لیکن کلمہ انا (میں) کا اس جگہ کوئی مورد نہیں، گویا کہ لفظ انا حقیقت عدمیہ کے لئے وضع ہوا ہے جو کہ حقیقت ثبوتیہ سے نفرت رکھتا ہے ہاں ممکن میں جزو اعظم عدم ہے اور ممکن عدم سے ممکن ہوا ہے اور ممکن کا کارخانہ عدم سے فراخ ہوا ہے اور وہ احتیاج جو ممکن ہے وہ عدم سے آئی ہے اور وہ وحدوث جو امکان کا دامن گیر ہے۔ وہ بھی عدم سے ظاہر ہوا ہے اگر ممکن میں کثرت ہے تو وہ بھی عدم کی راہ سے آئی ہے اور اگر امتیاز ہے تو وہ بھی اس کی راہ سے ممکن کے حق میں وجود مستعار ہے اور وہ بھی خیالی اور وہمی ہے اگرچہ اس میں ثبات اور استقرار ہے۔

جان لینا چاہیے کہ وہ صفات اللہ جل سلطانہ سے قیام رکھتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی پوری ذات ان صفات میں سے ہر ایک صفت کے ساتھ ظہور فرماتی ہے۔ یہ نہیں کہ ذات کا کچھ حصہ ایک صفت سے متصف ہوا اور دوسرا کچھ کسی دوسری صفت سے متصف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں تبعض و تجزی (حصے اور جزو ہونا) نہیں ہے وہ بسیط حقیقی ہے، ہر حکم جو اس جگہ ثابت کریں گے وہ کلیت کے اعتبار سے ہوگا جیسا کہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ساری علم ہے ساری ارادہ ہے اور پوری کی پوری قدرت ہے اور وہ قیام جو عارف کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اسماء وصفات کے ملاحظہ کے بغیر پیدا ہوتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے جو پوری طرح اس کے رنگ میں باہر آتا ہے برخلاف دوسرے آئینوں کے کہ وہ اس کے تعین سے اپنی آئینگی کو ظاہر کرتے ہیں، جس نے سمجھ لیا۔

Marfat.com

قیامت اے مسکین سعدی بدیں شیریں سخن گفتگو
مسلم نیست طوطی رابدو درانت تشکر خائی

ترجمہ: اے سعدی تو قیامت بپا کرتا ہے اتنی میٹھی بات کہتا؟ تیرے زمانہ میں طوطی کی میٹھی باتیں کرنا مسلم نہیں ہے۔

اس طرح کا ظہور کہ آئینہ پوری طرح اس صورت کو ظاہر کرے اگر عارف کو فنائے اتم کے بعد اس ظہور کے ساتھ پیدا ہوئی ہے تو اس کے اکمل تعینات سے ہوگا۔ کیونکہ وجود موہوب حقیقی نہیں ہے جو کہ اس کو تخلیق ثانی سے میسر ہوا ہے اور یہ تعین باوجود حدوث وامکان کے چونکہ ہر مرتبہ جمع سے پیدا ہوا ہے تو دوسرے تعینات پر جو اس مرتبہ سے پیدا نہیں ہوئے بزرگی اور فضیلت رکھتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے قرآن مجید کے کلمات وحروف کو دوسرے کلمات پر فضیلت حاصل ہے اگرچہ دونوں حدوث وامکان سے داغدار ہیں کوئی بیوقوف ہی ہوگا جو اپنی ظاہر بینی سے ان تعینات کو دوسرے تعینات کے برابر سمجھے اور قرآن مجید کے ان کلمات وحروف کو دوسرے کلمات وحروف کے برابر جانے اس جگہ سے عارف کی فضیلت کو سمجھ اور اس کی فضیلت دوسروں پر خدا تعالیٰ کے کلام کی طرح ہے دوسروں کے کلام پر قیاس کر۔

بیت:

ہر کس افسانہ بخواند افسانہاست
وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

بشر اور رسول میں امتیاز

جو لوگ محجوب تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح ان کو تصور کیا تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا اور صاحب دولت لوگ کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے عنوان سے جانا اور دوسرے لوگوں سے ان کو ممتاز دیکھا اور ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے اور اہل نجات ٹھہرے۔

Marfat.com

تنبیہ: بعض دقیق مطالب کی ادائیگی میں جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے تعلق رکھتے ہیں۔عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں کہ صفات کے متواہم ہوتے ہیں اور جو نقص وقصور کو مستلزم ہیں ان الفاظ کو ظاہر سے پھیر دینا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام صفات کے نقص اور قصور کی علامات سے پاک اور منزہ جاننا چاہیے اور بعض ایسے الفاظ جو شریعت میں اللہ تعالیٰ کے متعلق وارد نہیں ہوئے ہیں، مشائخ عظام کی تقلید میں ان کو بطریق مجاز استعمال کیا ہے۔مثلا مرآیت وغیرہ میں ان سے لرزاں وترساں ہوں۔اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہم پر مواخذہ نہ کرنا ،اگر یہ کہا جائے کہ تمہاری عبارت میں جو لفظ تجلی اور ظہور ظلی وغیرہ آئے ہیں۔تو ان سے مراتب ظہورات وجود کا تنزل لازم آتا ہے جیسا کہ دوسرے مشائخ نے کہا ہے حالانکہ تم تنزل وجود کا انکار کرتے ہو اس کی کیا وجہ ہے تو میں کہوں گا کہ تنزل اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ میں مظہر کو عین ظاہر کہوں جیسا کہ دوسرے کہتے ہیں۔لیکن اگر میں عین نہ کہوں تو تنزل کیوں ہوگا؟ اور اس فقیر کے نزدیک پسندیدہ ظاہر کی مظہر سے عدم عینیت ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ (مکتوب 64 دفتر سوم)

مندرجہ بالا مکتوب 64 کی عبارت میں ادنیٰ کی تشریح بیان کی گئی ہے۔

نوٹ: تشریح کے لئے دفتر سوم کا مطالعہ معاون ہے کیونکہ لفظ او ادنیٰ سورہ نجم کا حصہ ہے

مندرجہ بالا مکتوب نمبر 64 کی عبارت میں پیرہ 3 کا آغاز یوں ہوتا ہے

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں تا آخر جو اوپر درج ہے جس میں درج ذیل امور کا ذکر ہے۔

1: (اور وہ وجود جو) زوال عدم کے بعد اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بنا ہے جیسا کہ عدم زائل ممکن کی حقیقت ہوا ہے،اور یہ ثبوت صفات سے زوال عدم سے پہلے عدم تھا کہ جس کو مرتبہ حس و وہم میں ثابت کیا اور وہی ثبوت زوال عدم کے بعد اس کا قائم مقام ہوا اور

Marfat.com

ممکن کی ذات بنا، اور صفات کو اپنی طرف منسوب کیا اور عدم کا کارخانہ اس پر بپا ہوا اور یہ کارخانہ جو عدم کی نیابت کے ساتھ تھا اس حد تک ثابت ہے کہ اس ثبوت کا نقیض اپنی جگہ پر قائم ہے اور امکان کو بقا ہے۔ اور ثبوت کے نقیض سے معاملہ اوپر چلا جاتا ہے تو وجود کا کوئی مقابل نہیں رہتا بلکہ عدم کو بھی اس کے مقابلہ کی جرات نہیں رہتی اور امکان کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی، اس وقت دوسرا کاروبار دوسرا ہے اور دوسرے دمساز و غمگسار ہیں۔

او ادنی (یا اس بھی قریب)

مندرجہ بالا عبارت میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ وہ وجود پہلے عدم کے آئینہ میں ظاہر و ثابت ہوا تھا، چونکہ وہ آئینہ میں ظاہر و ثابت ہوا تھا۔ اور وہ آئینہ میں اصل وجود نہ تھا بلکہ عکس تھا چونکہ عکس وجود نہیں رکھتا، اس لئے وہ حس و وہم میں ثابت ہوا تھا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حس و وہم کو اپنی قدرت کاملہ سے وجود عطا کیا تھا تو صاحب حیات ،تو عالم آخرت کے معاملات جزاء سزاء اس پر مرتب ہونے والے ہیں۔

وہ وجود جو حس و وہم سے وجود میں آیا تھا اس کی اصل عدم تھی جب وہ بتدریج ترقی کرتے ہوئے مرتبہ وہم و حس پر رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اس وجود کے تقابل عدم زائل ہو جاتا ہے تو وہ فنا سے مستثنٰے قرار پاتا ہے پس وہ اثبات جو اس عدم کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اس موقع پر وہ ثبات ہی اس وجود کا اصل ہو جاتا ہے ایسا وجود ہی نفس الامری کی صفت میں داخل ہو جاتا ہے اور وہ نفس الامری وجود ہی اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ ہو جاتا ہے، چونکہ نفس الامری وجود اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ ہو چکا ہے ایسی صورت میں اس پر ''او ادنیٰ'' کا اطلاق ہو جاتا ہے۔

مقامِ قوسین اور ادنیٰ کے اسرارِ غریبہ

مکتوب نمبر ۱۱۱ دفتر سوم جو شیخ نور محمد تہاری کی طرف صادر فرمایا۔

{ مقام قاب قوسین او ادنیٰ کے اسرار غریبہ کے بیان میں اور اس راز کا بیان کہ عارف اپنے بائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا اور یہ معارف بھی منقول بمعنی ہیں }

Marfat.com

پیرہ…1 قاب توسین کے معاملہ میں ظاہر میں مظہر کا رنگ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ سالک سے ذات وصفت کے زوال کا معاملہ حاصل نہیں ہوا بخلاف اوادنیٰ کے اس جگہ مظہر سے کوئی حکم اور اثر باقی نہیں رہا ہے پس اس مرتبہ ثانیہ میں لازماً مظہر ایک ایسا معاملہ ہوگا جو مرتبہ وجوب سے مستفادہ ہوگا۔ اور وہ ایک خاص خلعت ہے عارف کو معاملہ پورا کر لینے کے بعد مرتبہ اصل سے عنایت فرماتے ہیں اور اس کو افاضہ صورت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہ ایک بڑا گہرا راز ہے انشاءاللہ اس کی تفصیل کسی اور موقع پر تحریر کی جائے گی پس مظہر اس معاملہ میں ایک ایسا امر ہوتا ہے جس میں عدم کی بو راہ نہیں پا سکتی اور امکان کے شائبہ کو اس میں دخل نہیں ہے پس اگر ہم اس مرتبہ میں انفعال (اثر قبول کرنا) کا اثبات کریں تو وہ اپنے آپ سے ہوگا نہ کہ غیر کی طرف کیونکہ غیر کا کوئی اثر اور نشان باقی نہیں رہا ہے۔

ولوجهه من وجهه قمر ولعينه من عينه كحل

پیرہ…2 اگرچہ وہ انفعال جو مرتبہ قاب قوسین میں ثابت کیا جائے گا وہ بھی حق ہے اور وہ حضور جو اس مرتبہ میں ہوتا ہے اصل کا ظہور ہے لیکن اس میں ظلیت کا شائبہ ہے اور مرتبہ بلند کے لائق نہیں ہے۔ وہ افعال جو اس مرتبہ مقدسہ کے لائق ہوتا ہے جس میں ظلیت کی بو راہ نہ پاتی ہو اور کسی صورت میں بھی غیر کو درمیان میں کوئی دخل نہ ہو کیونکہ غیر عدم کی آلودگی سے خالی نہیں ہے اور امکان کے نقص سے باہر ہے ہاں مراتب ظلال کے انفعالات اس طرح کے ہوں تو ان کی گنجائش ہے۔

پیرہ…3 جاننا چاہیے کہ اس معاملہ میں اوادنیٰ کہ جس کا کچھ تذکرہ ہو چکا ہے عارف اپنے بائیں جانب کے ملنے والے کو نہیں پاتا اور اس کا راز یہ ہے کہ اس وقت میں اس کا بائیں جانب دائیں جانب کا حکم حاصل کر لیتی ہے کیونکہ شمال (بائیں جانب) عدم کے تقاضوں میں

Marfat.com

سے ہے پھر جب عدم کے احکام زائل ہو گئے اور خالص باقی رہ گیا تو اب اس جگہ بائیں جانب ہے ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اس کو سمجھ اور بے دینی میں مبتلا نہ ہو۔

دنیٰ اور اوادنیٰ میں فرق

پیرہ.....4 جب تم نے ان گہرے اسرار اور معارف غریبہ کو معلوم کر لیا تو اب سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ثم دنا فتدلیٰ) ''پھر وہ قریب ہوا پھر لپکا'' جان لے کہ اس دنو (اقرب) کا تحقق اوادنیٰ کے تحقق کے بعد ہ جو پہلے ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ جب تک عارف کا کوئی اثر اور حکم باقی اور عدم کی آلودگی سے مبرا نہیں ہوا اس کو ''دنو'' کی لیاقت نہیں ہے اور اس دنو کے تحقق کے بعد تدلیٰ (لپکنا) ہے نزول کے روبرو ہے جب تدلیٰ کا تحقق ہو جاتا ہے اور عارف کو خلق میں لاتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت ظاہر ہوتی ہے اگرچہ قوس اول کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہا ہے لیکن جب اس کو تدلیٰ سے مشرف فرماتے ہیں تو اس وقت قوسین کی صورت متوہم ہوتی ہے۔

نوٹ: سورہ نجم میں الفاظ کی ترتیب یوں ہے (ثم دنیٰ فتدلیٰ ، فکان قاب قوسین او ادنیٰ) جبکہ اوپر عبارت میں اس آیت کے برعکس بیان کیا گیا ہے کہ اوادنیٰ پہلے ہے اور دنیٰ بعد میں ہے۔ دنیٰ کے بعد تدلیٰ ہے اور اس کے بعد قوسین ہے اس طرح مکتوب میں قرآنی آیات کی ترتیب الٹ دی گئی ہے اس میں کیا راز ہے؟

نوٹ: مؤلف حبیبی عظیمی نہایت احترام و ادب سے گزارش کرتا ہے کہ آیت کی ترتیب الٹنے کے راز سے پردہ اُس وقت اٹھتا ہے جب کائنات کے نقشہ جات کی تفہیم اچھی طرح ہو جاتی ہے۔

پس بعد از تدلیٰ فکان اس اعتبار سے فرمایا ہے کہ قوسین کی پہلی صورت ثابت ہے نہ کہ اُس کی حقیقت اوادنیٰ یعنی بلکہ اس سے بھی قریب کیونکہ اس جگہ قوسین ثانی کا کوئی اثر حکم باقی نہیں رہا تو اس جگہ حقیقت میں دونوں ہیں ہی نہیں، یہ معارف اللہ تعالیٰ کے اسرار سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے خاص الخواص پر ظاہر فرماتے ہیں۔ بقیہ صفحہ 162

Marfat.com

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والزم متابعته المصطفیٰ الصلوات وابرکات العلیٰ:

مندرجہ بالا مکتوب 111 دفتر سوم کئی پیرہ گراف پر مشتمل ہے اس کے تیسرے پیرہ گراف میں عدم اور اوادنی زیر بحث ہیں۔ چونکہ ہمارا موضوع ''عدم'' پر تحقیق کرنا ہے اس لئے عدم کی حد تک ہی تحقیق کا دائرہ محدود رہے گا۔

پیرہ نمبر 3 کی عبارت کو یہاں دوبارہ لکھا جاتا ہے تاکہ مطلوبہ امور میں ربط قائم رکھنے میں آسانی رہے۔

عبارت:

عارف اپنے بائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا اور اس کا راز یہ ہے کہ اس وقت میں اس کا بائیں جانب دائیں جانب کا حکم حاصل کر لیتی ہے کیونکہ شمال (بائیں جانب) عدم کے تقاضوں میں سے ہے پھر جب عدم کے احکام زائل ہوگئے اور خالص باقی رہ گیا تو اب اس جگہ بائیں جانب ہے ہی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں اس کو سمجھ اور بے دینی میں مبتلا نہ ہو۔

مفہوم: مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ عارف کی بائیں جانب لکھنے والا فرشتہ جو کہ منفی کردار کو ریکارڈ کرتا ہے اور منفی کردار کا ثمر اور محل دوزخ ہے، حقیقت میں عدم کے تقاضوں میں سے بھی ہے جب عارف سے عدم ہی زائل ہوگیا تو منفی کردار ریکارڈ کرنے والے کی کیا گنجائش رہی تو ایسی صورت میں دونوں ہاتھ مثبت کردار کے حامل ہوگئے لہٰذا دونوں دائیں ہوگئے۔

جب یہ بات واضح اور ثابت ہوگئی کہ عارف کے دونوں ہاتھ دائیں ہوتے ہیں۔ تو وہ عارف اللہ تعالیٰ کا نائب ہوگیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، چونکہ عارف اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اس لئے اس کی اتباع عین اللہ تعالیٰ کی اتباع نہ جاننا بے دینی میں مبتلا ہونا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ (مؤلف جیبی عظیمی)

Marfat.com

پیرہ کراف 4: میں عارف کی تخلیق ثانی اور مقام تخلیق ثانی اور تخلیق کے طریقہ کار سے آگاہ کیا گیا ہے، اور عارف کی تخلیق کا عمل درحقیقت اس انسان اول کی تخلیق کا ظل ہے جس کا ذکر حدیث کنت نبیاً میں پوشیدہ ہے، جو مقام دنا اور تدلّٰی سے مناسبت رکھتی ہے۔

نوٹ "اخص الخواص" کا ذکر ہے، تفکر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اخص الخاص کا مرتبہ بلند ہے اور جب اخص الخواص کے مرتبہ پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ اخص الخواص وہ ہستی ہے جس طرح عارف کی تخلیق ظلی ہے تو اس کی اصل تخلیق کی معرفت کا حامل ہوتا ہے جس کا تعلق اس حدیث (کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین) خلق انسان اول کی تخلیق کی معرفت کا عارف ہوا اور کنت کنزاً مخفی واجیت خلقا کی کامل معرفت رکھتا ہو۔

(مفہوم): مکتوب 111 دفتر سوم میں درج حقائق و معارف نیز رموز و اسرار زیر قلم کتاب کے اندورنی صفحات پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ بنی آدم میں سے وہ صاحب نصیب جب منصب عارف سے سرفراز کیا جاتا ہے تو اس کا وجود فنا سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے یہی باعث ہے کہ انبیاء علیہا السلام کے اجسام مٹی پر حرام ہیں نیز کامل متبعین بھی اس صف میں شامل ہیں ، اکثر بار افراد امت کے جسم کئی کئی سو سال کے بعد قبروں میں ویسے ہی ملے جیسے وہ ابھی تازہ ہیں۔ گزشتہ صفحات میں عدم پر گفتگو کا مقصد یہ تھا کہ نور نبی ﷺ کو جب "کن" سے پیدا کیا گیا تو اس وقت عدم کے آئینہ کے تقابل کسی مرتبہ کی نسبت منسوب تھی جس کا عکس آئینہ عدم میں ظاہر ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس ظل و عکس کو وجود عطا فرما کر نور قرار دیا۔ اس دقیق اور عمیق راز کو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے ایک مکتوب میں یوں قلمبند کیا ہے۔

ماہ رمضان کی آمد آمد ہے اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ تمام کمالات ذاتی اور شیوانی کا جامع اور دائرہ اصل میں اس طرح داخل ہ کہ ذرہ برابر ظلیت اس طرف

Marfat.com

راہ نہیں پاسکتی اور حقیقت محمدی ﷺ اس کا ظل اول ہے مکمل مناسبت رکھتا ہے، اسی مناسبت کی بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول ماہ مبارک میں واقع ہوا

(مکتوب نمبر ۸۴ دفتر اول)

مندرجہ بالا عبارت کے پہلے حصہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حقیقت محمدی ﷺ حقیقت قرآن کا ظل اول ہے۔

جب عدم کے آئینہ میں ظل کا تصور کیا جاتا ہے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے حقیقت محمدی کا اصل حقیقت قرآن ہے جو عدم کے تقابل ہوئی تو حقیقت محمدی بصورت ظل وعکس آئینہ عدم میں ظاہر ہوگئی تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے وجود عطا فرمایا تو وہ نور نبی ﷺ قرار پایا پس نور نبی ہی وہ خوردترین ذرہ نور تھا جو کان مخلوقات ہے جس ذرہ نوری کو اہل تصوف نے حقیقت محمودی کے نام سے تعبیر کیا اور قرآن کریم نے اسے نجم کے نام سے متعارف کرایا اور حضور ﷺ نے اسے اپنا نور فرمایا۔

نور نبی کا تعارف امام ربانی قدس سرہ ایک مکتوب میں یوں کراتے ہیں لیکن راقم تعارف پر مشتمل عبارت کو نقل کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی شانوں کو مراتب کے لحاظ سے درج کرتا ہے۔

1: اول مرتبہ شان حیات
2: دوسرا مرتبہ شان علم
3: مرتبہ شان ارادہ
4: چوتھا مرتبہ شان قدرت
5: پانچواں مرتبہ شان سمع
6: چھٹا مرتبہ شان بصر
7: ساتواں مرتبہ شان کلام
8: آٹھواں مرتبہ تکوین ہے

چونکہ شان کلام ساتویں درج پر نیچے ہے، اس لئے وہ اوپر والی چھ شیونات کی جامع ہے، اس لحاظ سے قرآن کریم کی حقیقت تمام شیونات اور کمالات کی جامع ہے شان علم کی بلندی اور اس مرتبہ مقدسہ کا بیان جو اس سے اوپر ہے جسے خالص نور کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

اگر چہ شان علم شان الحیوۃ کے تابع ہے لیکن علم کو اللہ تعالیٰ کے مرتبہ ذات میں صفات وشیون کے اعتبار کے سقوط کے بعد ایک ایسی شان اور گنجایش ہے کہ وہ حیوۃ کو بھی نہیں ہے ۔ پھر دوسری صفات اور شیون کا کیا حال ہے وہ ایک مرتبہ ہے جو تمام نسبتوں سے تجرد کا مقام ہے کہ اطلاق نور کے علاوہ اپنے لئے کچھ اور تجویز نہیں کرتے ۔ میں جانتا ہوں کہ علم کو بھی اس جگہ گنجائش نہیں لیکن وہ علم نہیں جس کو حصولی یا حضوری کہتے ہیں ۔ کہ وہ اپنی دونوں قسموں کے ساتھ حیوۃ کا تابع ہے بلکہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی طرح بے چون بے چکون ہے اور وہ سب سے بے چون شعور ہی شعور ہے اس میں عالم ومعلوم کا اعتبار نہیں ہے اور اسی مرتبہ کے اوپر ایک مرتبہ ہے کہ علم کو بھی دوسرے شیون کی طرح اس مقام میں گنجائش نہیں ہے اور اس جگہ سب نور ہے کہ اس کا اصل بے چون و بے چگون شعور ہے اور جب حضرت نور کا ظل بھی بے چون بے چکون ہے تو نور اصل جو کہ عین نور ہے کی بے چونی و بے چونگی کے متعلق کیا کہوں اور کیا کہا جا سکتا ہے اور چکوں وہ جو وجوبی ہوں یا امکانی نور کے ظلال ہیں اور نور کے ساتھ قائم ہیں وجود بھی نور وجود ظاہر ہوا ہے اور مبدا آثار ہوا ہے پہلا جو کہ حضرت نور کے مرتبہ سے صرف انحطاط کی بو رکھتا ہے تو وہ شعور تمام کمالات کا جامع ہے نبی ﷺ نے اس کو مخلوق کہا ہے اور کبھی اسے عقل سے تعبیر فرمایا ہے ۔

اول ماخلق الله العقل (سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ عقل ہے)

اور کبھی اس کو نور سے یاد فرمایا اور کہا :

اول ماخلق الله نوری (سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے ۔)

اور یہ دونوں ایک ہیں یہی نور ہے اور یہی عقل وشعور اور چونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرتبہ کی اپنی طرف نسبت کی ہے ''میرا نور'' فرمایا تو کہا جا سکتا ہے کہ حقیقت محمدی کا مرتبہ تھا اور یہ تعین اول ہوگا وہ حقیقت وتعین اول جو کہ متعارف ہو چکی ہے، کیونکہ وہ تعین اگر اس تعین کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے کیونکہ اس عقل سے مراد وہ عقل نہیں ہے کہ فلاسفہ نے اس

Marfat.com

کو اللہ تعالیٰ سے بطریق اضطرار صادر اول کہا ہے اور اس کو صدور کثرت کا مصدر بنایا ہے

(ترجمہ مکتوب 76 دفتر سوم ص 1477/18)

مندرجہ بالا مکتوب میں جن باتوں کو خصوصاً ذکر کیا ہے ان کو نیچے لکھا جاتا ہے۔

1- شان علم جو مرتبہ میں شان حیات سے کم مرتبہ ہے اور مرتبہ حیات کے تابع ہے ،اس کے باوجود یہ شان علم اپنے کمالات کی وجہ سے شان حیات سے سبقت رکھتی ہے۔

2- یہ شان علم ہی شعور و نور ہے۔

3- اس شعور و نور کے بارے میں فرمایا ہے، یہ حقیقت محمدی کا وہ مرتبہ نہیں جو علماء کے عام علوم میں متعارف ہو چکی ہے اور یہ حقیقت محمدی لوگوں میں متعارف ہے، وہ حقیقت محمدی ،اس حقیقت محمدی کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے۔

4- جس حقیقت محمدی کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی حقیقت محمدی کے مراتب ہیں، تو وہ مراتب کیا ہیں؟

5- جس حقیقت کا ذکر اس مکتوب 76 دفتر سوم میں کیا گیا ہے اس حقیقت محمدی کے مرتبہ کا ذکر مکتوب 4 دفتر اول میں نور ہی کو حقیقت قرآن کا ظل قرار دیا گیا، اور وہ شان کلام کا ظل ہے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مکتوب 162 دفتر اول جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شان کلام تمام شانوں کی جامع ہے پھر مکتوب 76 دفتر سوم میں حقیقت محمدی کو شان علم کا مظہر کہا گیا ہے تو معلوم ہوا

شان علم:

شعور اور حقیقت قرآن دونوں نور ہیں یہ بات اس لیے لکھی گئی ہے کہ مکتوب 76 دفتر سوم میں بیان کیا گیا ہے کہ حقیقت محمدی ہی نور و شعور ہے یعنی حقیقت محمدی ۔۔۔نور و شعور کا مجموعہ ہے لیکن جب ایک دیگر مکتوب 122 دفتر سوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو حقیقت

Marfat.com

محمدی یعنی نور نبی ﷺ ایک تیسرے مرتبہ کا بھی جامع ہے جس کا ذکر یوں ہے اور حقیقت محمدی جو کہ حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر (مجدد الف ثانی) پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا ہے وہ تعین وظہور حبی ہے جو کہ تمام ظہورات کا مبدا اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے کنت کنزاً (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں) پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تخت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانا رکھتا۔ [1] (ترجمہ مکتوب 122 دفتر سوم ص 1609/149)

مندرجہ بالا مکتوب 122 کی عبارت میں حقیقت محمدی یعنی نور نبی تھا، جو شعور نور کا جامع تھا وہ تین چیزوں کا مجموعہ ہے جس کی ترتیب یوں ہے۔

1: جوہر محبت 2: شان علم کا مظہر 3: حقیقت قرآن کا ظل ہے

پس نور نبی ﷺ مذکورہ بالا تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں بات ثابت ہو چکی ہے کہ نور نبی تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اور یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ نور نبی (حقیقت محمدی) ہے جو عام متعارف ہے وہ نور نبی کے ظل کا ظل ہو تو بھی غنیمت ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معروف حقیقت محمدی نوری نبی کا ظل نہیں ہے بلکہ ظل کا ظل ہو سکتی ہے جب اس نقطہ نظر سے مکتوبات امام ربانی کا مطالعہ کیا جاتا ہے "حقیقتوں کی نشاندہی ہوتی ہے"

1- حقیقت احمدی 2- حقیقت محمدی

حقیقت محمدی کو حقیقت احمدی کا ظل قرار دیا گیا ہے۔

1: کن کا پس منظر یا عدم۔

Marfat.com

''رسالہ''مبدا''معاد''میں لکھی گئی عبارت کہ کعبہ ربانی کی حقیقت، حقیقت محمدی کی مسجود ہو گئی، کیونکہ خانہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوئی۔

(ترجمہ مکتوب 209 دفتر اول ص 463/42)

مندرجہ بالا عبارت میں حقیقت محمدی کو حقیقت احمدی کا ظل قرار دیا گیا ہے، تو ثابت ہو گیا کہ وہ حقیقت محمدی جس کی نشاندہی مکتوب 76، دفتر دوم میں کی گئی ہے ۔وہ مذکورہ بالا دونوں سے الگ مرتبہ رکھتی ہے، جس کی نشاندہی تو کر دی گئی مگر اس کا نام تجویز نہیں کیا گیا۔

راقم الحروف نے جب اس پر تفکر کیا تو ایسا واضح ہوا کہ جس لمحہ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب 76 کی مذکورہ بالا عبارت کو ظہور میں لا رہے تھے تو واردات کی کثرت اتنی زیادہ تھی کہ بارش کی مثال بھی کوئی وزن نہیں رکھتی، تو ایسے حال میں نام تجویز کرنے کی بجائے نشاندہی کرنا بھی عظیم کارنامہ ہے۔

راقم الحروف نہایت احترام اور معذرت کے ساتھ گزارش کرتا ہے کہ جس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے وہ دراصل حقیقت محمودی ہے جس کا ظل حقیقت احمدی ہے اور حقیقت احمدی کا ظل حقیقت محمدی ہے۔

حقیقت محمودی ہی کو حضور ﷺ نے اپنا نور فرمایا جسے قرآن کریم میں نجم کے نام سے متعارف کرایا گیا، اور اہل نظر اور اہل تصوف نے حقیقت محمودی کے نام سے تعبیر کر کے اپنی عبارتوں کے تسلسل کو قائم رکھنے کی راہ ہموار کی ہے تاکہ عبارتوں کے مفاہیم ہر قسم کی الجھنوں سے پاک ہو جائیں پس یہ حقیقت محمودی ہی ہے جو ایک خوردترین ذرہ نور ہے جو تین مراتب (جوہر محبت، جوہر شعور، اور جوہر نور) کا مجموعہ ہے۔

گزشتہ عبارت میں حقیقت محمودی جو نور نبی ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ وہ تین مراتب

Marfat.com

کا مجموعہ ہے، اس مجموعہ کو یکے بعد دیگرے دو لباس خلعت[1] پہنا دیئے گئے۔ پہلے لباس کے زیب تن کرنے سے حقیقت احمدی کہلائی پھر حقیقت احمدی کو لباس خلعت پہنایا گیا تو اسے حقیقت محمدی کے نام سے موسوم کیا گیا، اس طرح مندرجہ بالا تین پرتوں کی جامع حقیقت محمدی کا پہلا قالب احمدی ہے، جس کی تخلیق بحیثیت انسان اول کی گئی، نیز جس کو کنت نبیا کا منصب عطا کیا گیا، جس کی تخلیق کا محل عالم ارواح ہے اور حقیقت محمدی کے قالب محمدی کی تخلیق کا جہاں عالم دنیا ہے، جبکہ آدم علیہ اسلام کا وجود جو وجود احمد کا ظل ہے اس کی تخلیق کا جہاں عالم اجسام ہے اور حقیقت محمودی کے قالب محمودی کی تخلیق کا جہاں عالم آخرت ہے اور اس جہاں میں مقام محمود ہے جس کے دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھا ہے ۔(مولف حبیبی)

خلاصہ:

درج ذیل امور واضح ہو چکے ہیں۔

1- عدم کیا ہے، کب سے ہے، کب تک رہے گا، یہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق

2- نور نبی ﷺ کی تخلیق کو عدم کے آئینہ میں کس طرح ظہور میں لایا گیا

3- نور نبی ﷺ تین مراتب کے مجموعہ کا نام ہے۔

4- نور نبی ﷺ کو دو خلعت پہنا کر حقیقت محمدی کے مرتبہ پر لایا گیا، یعنی حقیقت محمودی کو صفات سے متصف کر کے صفات کے لباس کی خلعت سے نوازا گیا، اور حقیقت احمدی کا نام دیا گیا پھر حقیقت احمدی کو اسماء کے لباس کی خلعت سے سرفراز کر کے حقیقت محمدی کے مرتبہ پر لایا گیا تو وہ تین پرتوں کی جامع ہو گئی۔ (بحوالہ استفسارات در اسرار حبیب سورۃ نجم کی شرح)

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے روح اول کی تخلیق پر لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور معلوم ہو گیا کہ روح کی تخلیق کب اور کیسے ہوئی تھی جس سے وہ اہم مسئلہ جو حل طلب تھا وہ یہ تھا کہ انسان اول کا قالب، کب، کیسے اور کہاں پر پیدا کیا گیا تھا؟

---

1 سورۃ نجم کی آیات اِن ھو الا وحی یو حیٰ الا علمه شدید القوی کا معنی و مفہوم ہے (دو لباس بحوالہ سفر تخلیق انسان و کائنات و آدم)

Marfat.com

لیکن انسان اول کے قالب کی تخلیق پر کلام سے پہلے عدم کا پہلو زیر بحث لانا ہوگا ۔تا کہ شیطان جو عدم کا کامل مظہر ہے اس کی تخلیق کے بارے میں امام ربانی قدس سرہ یوں فرماتے ہیں۔

حقیقتِ شیطان کیا ہے؟

جس طرح وجود ہر خیر وکمال کا مبدا اور ہر حسن وکمال کا منشا ہے تو عدم جو اس کے مقابل ہے وہ لازمی طور پر شر ونقص کا مبدا ہوگا ،اور ہر قبیح وفساد کا منشاء اگر وبال ہے تو اسی سے پیدا ہوا ہے اور اگر گمراہی ہے تو وہ بھی اسی سے ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کچھ ہنر بھی ودیعت کیے گئے ہیں اور کچھ خوبیاں بھی اس میں پوشیدہ ہیں وجود کے مقابلہ میں اپنے آپ کو نیست مطلق بنانا اور محض لاشے سمجھنا اس کی خوبیوں میں سے ہے اور اپنے آپ کو وجود کی پناہ اور شرور نقائص کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی اس کے اچھے ہنروں میں سے ہے اور پھر وجود کا آئینہ ہونا اور اس کے کمالات کا اظہار کرنا اور اسی طرح ان کمالات کو علم کے خانہ سے باہر لانا ایک دوسرے سے الگ کرنا اور اجمال سے تفصیل میں لانا اس کی اچھی صفات میں سے ہے، مختصر یہ کہ وجود کی خدمت گزاری اس سے قائم ہے اور وجود کا استغنا اس کی محتاجی سے ہے۔اور وجود کی عزت اس کی ذلت سے ہے اور وجود کی کبریائی عظمت اس کی کمینگی اور خساست کے ذریعے ہوتی ہے اور وجود کی شرافت اس کی وغارت سے ظاہر ہے اور وجود کی سرداری اس کی غلامی سے ظاہر ہوتی ہے۔

منم استاد را استاد کردم غلام خواجه را آزاد کردم

ترجمہ: میں ہوں جس نے استاد کو استاد بنایا میں غلام ہوں لیکن خواجہ کو میں نے آزاد کیا ہے۔

ابلیس لعین جو ہر فساد گمراہی کا منشا ہے، وہ عدم سے بھی زیادہ شریر ہے اور وہ ہنر جو عدم ہیں پوشیدہ ہیں وہ بے دولت ان ہنروں سے بھی بے نصیب ہے ،''انا خیر منہ'' (میں اس سے بہتر

Marfat.com

ہوں) کا قول جو اس سے صادر ہوا ہے اس نے بھلائی کے مادہ کو قطع کر دیا ہے اور خالص شرارت کی طرف رہنمائی کی ہے عدم جب اپنی نیستی اور لاشے ہونے کی صورت میں وجود کے سامنے آیا تو لازمی طور پر وجود کے حسن و جمال کا آئینہ ہو گیا اور ابلیس لعین نے جب اپنی ہستی اور بہتر ہونے سے معارضہ کیا، تو لازماً مردود و مقہور ٹھہرا، اچھے تقابل کو عدم سے سیکھنا چاہیے جو ہستی کا تقابل نیستی سے کرتا ہے اور کمال کے مقابلہ میں نقص سے پیش آتا ہے اور جب محنت و جلال دوسری طرف میں ظاہر ہوتا ہے تو وہ اپنی ذلت وانکساری کو ظاہر کرتا ہے،

ابلیس مردود نے گویا عدم کی شراتوں کو اپنے تکبر و سرکشی کے سبب سے جو وہ اپنے اندر رکھتا تھا اپنے اندر جذب کیا ہے اور یہ خیال گزرتا ہے کہ عدم میں سوائے بھلائی کے اس نے کوئی چیز کم ہی چھوڑی ہے، ہاں جب تک بھلائی نہ ہو بھلائی کا مظہر اور آئینہ نہیں بنایا جاسکتا، بادشاہ کی بخششوں کو بادشاہ کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ مثل مشہور ہے۔

اور معلوم ہوا کہ ابلیس بھی اس پرشکوہ کارخانہ میں ضرور چاہیے تھا، کہ جو خاکروبی کر کے تمام گندگیوں کو اپنے سر پر اٹھالے، اور دوسروں کو پاک وصاف کر دے لیکن وہ بیدولت جب تکبر اور ترفع کی راہ سے آیا اور اپنے بہتر کو نظر میں لایا تو اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا اور اجر سے محروم ہو گیا۔ (خسر الدنیا والاخرۃ) اصل میں اسی کے حال کا نشان ہے بر خلاف عدم کے کہ وہ باوجود شرارت ونقص ذاتی نیستی کے جو وہ رکھتا تھا محرومی سے باہر آ گیا اور حضرت وجود کا آئینہ بننے سے مشرف ہوا۔

نے گفت کہ من نیم شکر خورد　　　　شاخے کہ بلند شد تبر خورد

ترجمہ: گنے نے کہا میں نہیں ہوں تو اس کو شرینی مل گئی اور جو شاخ بلند ہوئی اس نے کلہاڑا کھایا

سوال: ابلیس میں ''زیادہ شرارت'' کہاں سے پیدا ہوئی کہ عدم کے علاوہ تو ''وجود'' ہے کہ جس میں شرارت نہیں ہے؟

Marfat.com

عدم جس طرح وجود کا آئینہ ہے اور اس کے خیر و کمال کا مظہر ہے اسی طرح وجود بھی عدم کا آئینہ شر اور نقص کا مظہر ہے

جواب: اور ابلیس نے عدم کی جانب میں عدم سے شرارت کو حاصل کیا ہے کیونکہ وہ علامت شر کا پیغام ہے اور وجود کی جانب میں بھی اس نے شرارت متوہمہ کو اخذ کیا جو کہ عدم کا مظہر اور آئینہ ہونے کی وجہ سے وجود کے آئینہ میں ظاہر کی تھیں، پس وہ طرفین کی شرارت کا حامل ہے ذاتی کا بھی عرضی کا بھی اصل کا بھی تو اس کے شرارت نما وجود کو ماخولیا نے نیستی اور لاشیئت سے جو کہ عدم کی نیک صفات سے تھیں بھی محروم وجود کی جانب میں وہ شرارت جو کہ عدم کی آئینگی سے متوہم ہوئی تھی اس سے بھی اس نے حصہ لیا تو نتیجتاً ابدی نقصان کو پہنچا، اے ہمارے رب ہم کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے، والسلام۔

(مکتوب 98 دفتر دوم ص 1238)

بقیہ صفحہ 151

کائنات میں سفر کے دو رخ ہیں نزولی اور صعودی سورۃ نجم کی عبارت سفرِ نزولی کی ترجمان ہے اس لئے نزول کرتے ہوئے پہلے مقامِ دنیٰ اور بعد میں اوادنیٰ ہے لیکن جب کوئی سالک اوپر کی طرف سفر کرتا ہے تو پہلے اوادنیٰ بعد میں مقام دنیٰ آتا ہے۔ امامِ ربانی قدس سرہٗ نے مکتوب نمبر ۱۱۱ دفتر سوم میں صعودی سفر کو بیان فرمایا۔ کائنات کے نقشوں میں دونوں مقامات کے محلِ وقوع واضح ہیں اس لئے نقشوں سے مدد لی جائے۔

Marfat.com

عدم وجود اور امکان کے بارے میں معلومات

از مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی

عدم کا آغاز کب ہوا

اور جس طرح وجوب منتزعات کے قبیل سے ہے اسی طرح امتناع عدم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منتزعات سے ہے جہاں خالص تعالیٰ کی ذات ہے وہاں جس طرح وجوب وجود کی نسبت نہیں ہے اسی طرح امتناع عدم کی نسبت بھی نہیں ہے۔

اور جب وجوب وجود کی نسبت پیدا ہوئی تو امتناع عدم بھی جو کہ اس کے بالمقابل ہے ظاہر ہوا اور استحقاق عبادت کی نسبت جو کہ نسبت وجوب وجود پر متفرع ہے وہ بھی ظہور میں آ گئی، اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اگرچہ وہ نسبتیں اور اعتبارات ہی کیوں نہ ہوں پھر جب نسبتیں ظاہر ہو گئیں تو تقابل بھی ظاہر ہوا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

(مکتوب 14 دفتر سوم ص 1290/38)

وجود عدم اور امکان کے درمیان ہے

کے بارے میں امام ربانیؒ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: امکان کے آثار و احکام کا بقا مقام قاب قوسین میں ظاہر ہے کہ قوسین امکان و قوس وجوب اس جگہ پر ہے لیکن مقام او ادنیٰ جو کہ اصل میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے امکان کے احکام کا بقا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟

جواب: وجوب اور امکان میں ما بہ الامتیاز چیز عدم ہے جو کہ امکان کی ایک طرف ہے کیونکہ امکان کی دوسری طرف وجود ہے جو قدر مشترک ہ درمیان وجوب و امکان کے اور مقام ادنیٰ میں اس عدم کے احکام زوال پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور قوسین کا امتیاز رفع ہو جاتا ہے نہ کہ امکان بالکل مرتفع ہو جاتا ہے اور وجوب سے بدل جاتا ہے کہ وہ محال ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا البتہ اس قدر ضرور ہے کہ مقام قاب قوسین ظلماتی حجابات سے باہر نہیں آتا ہے۔

Marfat.com

کہ وہ عدم کے آثار ہیں اور مقام اوادنیٰ میں اگر حجاب ہیں تو نورانی ہیں اور وہ وجود امکانی کی راہ سے آتے ہیں اور اسی توجیہہ پر اس بزرگ کے بیت کے معنی کو محمول کیا جاسکتا ہے جو کہ اوپر گزرا اور یوں ہے۔

چوں ممکن گرد امکان بر فشاند، بجز واجب درد چیز ے نہ ماند

ترجمہ: (جب ممکن کی گرد جھاڑ دیتا ہے تو واجب کے سوا کوئی چیز اس میں باقی نہیں رہتی)

اور امکان کی گرد جھاڑنے کا مطلب عدم کے احکام کا زوال ہے جو کہ سر سر کدورت ہے۔

مکتوب نمبر 122 طویل مکتوب 16 صفحات پر مشتمل ہے مکتوب کے درمیانی کا صفحہ

(مکتوب 122 دفتر سوم، ص 1618/158)

عدم وجود کے بائیں طرف ہے

امام ربانیؒ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

جاننا چاہیے کہ معاملہ میں اوادنی کہ جس کا کچھ تذکرہ ہو چکا عارف اپنے بائیں جانب کے لکھنے والے کو نہیں پاتا اور اس کا راز یہ ہے کہ اس وقت اس کی بائیں جانب، دائیں جانب کا حکم حاصل کر لیتی ہے، کیونکہ شمال (بائیں عدم کے تقاضوں میں سے ہے پھر جب عدم کے احکام زائل ہو گئے اور خالص وجود باقی رہ گیا تو اس جگہ بائیں جانب ہے ہی نہیں ''بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں'' اسکو سمجھ اور بے دینی میں مبتلا نہ ہو۔

عدم دو دور پر ہے عدم سابق اور عدم لاحق

امام ربانیؒ قدیم اور حادث کی بحث کے ضمن میں عدم کے دو دور بیان فرماتے ہیں۔

(i) وہ بیوقوف ہے بلکہ قرآنی نص کا منکر جو ماسوا میں سے بعض چیزوں کے قدیمی ہونے کے متعلق لب کشائی کرکے اور افلاک و کواکب کے قدیمی ہونے کا حکم لگائے اور بسیط

Marfat.com

عناصر کو قدیم جانے اور عقول و نفوس کو ازلی و قدیم تصور کرے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے حادث ہونے پر تمام اہلسنت کا اجماع ہو چکا ہے اور سب نے عدم سابق کے بعد ماسوائے وجود میں آنے کا حکم لگایا ہے چنانچہ امام حجتہ الاسلام غزالی نے اپنے رسالہ ''منقذ عن الضلال'' میں اس معنی کی تصریح کی ہے اور اس جماعت کو جو اجزائے عالم میں سے بعض اجزاء کے قدیم ہونے کے قائل ہے اس وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس ممکن اشیاء میں سے بعض کے قدیم ہونے کا حکم لگانا دین اسلام سے نکلنا ہے اور فلسفہ میں داخل ہوتا ہے۔

اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کے لئے عدم سابق ثابت ہے عدم لاحق بھی اس کا دامن گیر ہے۔

اسی مکتوب میں اگلے صفحات پر یوں رقمطراز ہیں۔

(ii) ممکنات میں عدم لاحق (کو) عدم سابق کے اثبات کی طرح تسلیم کرنا دین کی ضروریات سے ہے اور اس پر ایمان لانا لازم ہے اور وہ جو علماء نے کہا ہے کہ سات چیزیں فنا نہ ہوں گی۔

(i) عرش (ii) کرسی (iii) لوح (iv) قلم

(v) بہشت (vi) دوزخ (vii) روح

یہ باقی رہیں گی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ چیزیں فنا قبول نہیں کرتیں اور زوال کی قابلیت نہیں رکھتی حاشا و کلا (ایسا ہرگز نہیں) بلکہ قادر مختار جل شانہ جس کو چاہے اپنی حکمت و مصلحت کی بناء پر وجود کے بعد فنا کر دے اور جس کو چاہے باقی رکھے۔

(iii) اسی مکتوب کے آخر میں امام ربانی یوں لکھتے ہیں۔

اشیاء اپنے عدم پر رضی اور خوش ہیں اور ہرگز وجود کی رغبت نہ کریں گی اس سے کہ ان کے وجود کو سفظی کی بنائی ہوئی چیز کی طرف منسوب کیا جائے اور قادر مختار جل سلطانہ کی قدرت کی طرف ان کو منسوب ہونے کی سعادت سے محروم کر دیا جائے۔ مکتوب 57 دفتر سوم

Marfat.com

☆ کیا عدم وجود کا محدد اور وجود عدم کا محدد ہے؟

عدم اور وجود ایک دوسرے کے محدود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں امام ربانیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

''تم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ تشبیہ اس کے نزدیک خارج میں مفقود ہے اور خارج میں موجود یہی خالص تنزیہ ہے پس ان میں سے ایک دوسرے کے لئے محدد و مقید نہ ہوگا ۔جیسا کہ وجود خارجی اور عدم خارجی کہ نہ تو عدم وجود کا محدد ہے اور نہ وجود عدم کا محدد ہے بلکہ وجود عدم سمیت اپنے اطلاق پر ہے اور عدم وجود سمیت بھی اپنے اطلاق پر ہے اور ان میں سے ایک دوسرے سے مقید نہیں ہے کہ اگر عدم وجود کا محدد ہوتا تو اس لائق ہوتا کہ حکم کیا جاتا کہ وجود اور عدم کے جمع کرنے میں یہی کمال ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کا عین ہوتا اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔(مکتوب 74 دفتر سوم ص 1454/202)

عدم جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہے

اس کے بارے میں امام ربانیؒ یو لکھتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ جس جگہ بھی تعین ہے اس میں امکان کی بو ہے اور عدم کی آمیزش اس کے ہمراہ ہے جو تعین و تمیز وجود کا باعث ہوا۔

وبضدھا تبین الاشیاء (چیزیں اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات جنہوں نے تعین و تمیز پیدا کیا ہے وہ باوجود قدیمی ہونے کے واجب لذاتھا نہیں ہیں بلکہ واجب لذات الواجب ہیں کہ اس کا خاص وجوب بالغیر ہے جو کہ امکان کے اقسام سے ہے۔ مگر صفات قدیمہ میں امکان کے لفظ سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے حدوث کا وہم ہوتا ہے اور اس جگہ مناسب وجود کا اطلاق ہے جو کہ ذات واجب سے آیا ہے لیکن حقیقت میں اس جگہ امکان کی گنجائش ہے کیونکہ ان کا وجوب ذاتی نہیں ہے۔

Marfat.com

اور غیر کی طرف آیا ہے اگر چہ اسکو غیر یہ کہیں گے اور اصطلاحی غیر کہیں گے لیکن وہ (اثنیت) غیریت کا تقاضا کرتی ہے۔

''وہ آپس میں متغائر ہوتے ہیں۔'' یہ ارباب معقول کا مسلمہ قاعدہ ہے۔

(مکتوب 76 سوم ص 1476/16)

☆ عدم کے مقابل وجود کی حیثیت:

عدم کے مقابل وجود کی حیثیت جب واضح ہوتی ہے تو عدم کی حیثیت از خود واضح ہو جاتی ہے۔امام ربانیؒ یوں فرماتے ہیں۔

عدم کا نقیض ایسا وجود نہیں ہے جو عین واجب تعالیٰ ہو یا اس کی خاص ذاتی صفات میں سے ہو بلکہ عدم کا نقیض اس وجود کے ظلال میں سے ایک ظل ہے اور اس کے عکوس میں سے ایک عکس ہے مختصر یہ کہ ہر وجود جس کے مقابل عدم ہے امکان کے مظان سے ہے۔اور رفع عدم جو کہ اس کا نقیض ہے کہ احتیاج رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات اگر چہ امکان کے دائرہ سے خارج ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے احتیاج رکھتی ہیں اور ہر ایک کے مقابل اعدام ثابت ہیں تو وہ امکان کی آمیزش سے باہر نہیں ہیں اور ان کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی احتیاج دامن گیر ہے اگر چہ وہ قدیم ہیں اور ذات واجب تعالیٰ سے جدا نہیں ہیں۔کیونکہ نفس احتیاج امکان کی دلیل ہے اگر غیر کی احتیاج نہیں تو پھر بھی امکان کی بو رکھتی ہے اگر چہ وہ امکان کے دائرہ میں داخل نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی ان کا کمال اللہ تعالیٰ کی ذات کے کمال سے کمتر ہے۔ (مکتوب 64 صفحہ 1427/74)

☆ اسی مکتوب میں قاب قوسین اور اوادنی کے اسرار و معارف بیان کرتے ہوئے عدم اور وجود کے بارے میں امام ربانی یوں لکھتے ہیں:

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور سوال کے جواب میں کہتے ہیں۔

Marfat.com

کہ ممکن سے بر تقدیر فنا و زوالِ عدم کے بعد وجود کے سوا کوئی اور چیز اس میں باقی نہیں رہتی اور سوائے ثبوت اور تحقیق کے کوئی چیز اس کے نصیب نہیں ہوتی کیونکہ اس کی ذات اور صفت سے عدم منفی ہو چکا ہے لیکن یہ وہ وجوب و ثبوت ہے جو کہ ممکن کے لئے وہم اور حس کے مرتبہ میں ثابت کیا ہے اور آثار کو اس پر مرتب کیا ہے اور زوال عدم کے بعد اللہ تعالیٰ کے کمالات کا آئینہ بنا ہے جیسا کہ عدم زائل ممکن کی حقیقت ہوا اور یہ ثبوت صفات سے زوال عدم سے پہلے عدم تھا کہ جس کو مرتبہ وہم و حس میں ثابت کیا اور اب وہی ثبوت زوال عدم کے بعد اس کا قائم مقام ہوا اور ممکن کی ذات بنا اور صفات کو اپنی طرف منسوب کیا اور عدم کا کارخانہ اس پر برپا ہوا اور یہ کارخانہ جو عدم کی نیابت کے ساتھ اس حد تک ثابت ہے کہ اس کا ثبوت نقیض اپنی جگہ پر قائم ہوا اور امکان کو بقاء ہے۔

اور (جب) ثبوت کے نقیض سے معاملہ اوپر چلا جاتا ہے تو وجود کا کوئی مقابل نہیں رہتا بلکہ عدم کو بھی اس کے مقابلہ کی مجال نہیں رہتی اور امکان کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس وقت دوسرا کاروبار دوسرا ہے اور دوسرے ہی و مساز و غمگسار "او ادنی" (یا اس سے بھی زیادہ قریب) کا راز اس جگہ سے تلاش کرنا چاہیے اور ہر وہ جگہ جہاں امکان کی آمیزش اور عدم کی مجال ہے اگرچہ نقیض کی صورت میں ہو وہ قاب قوسین (دو کمان کا اندازہ) میں داخل ہے۔ اور جب امکان اور عدم پوری طرح اپنا سامان باندھ لیتے ہیں اور کوچ کا نقارہ بجاتے ہیں تو او ادنیٰ کے کمالات سامنے آتے ہیں نہ اس طرح کہ اس وقت ممکن واجب تعالیٰ کی ذات سے ثابت ہو جاتا ہے۔ اور وہ قیام جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ظلال میں سے کسی ظل کے ساتھ تھا زائل ہو جاتا ہے۔

کسے کو در خدا گم شد خدا نیست ترجمہ: جو آدمی خدا میں گم ہو گیا وہ خدا نہیں ہے۔

اس عارف (امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ذات واجب سے قیام اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

صفات کے قیام کی طرح ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں بلکہ اس کا قیام اس مرتبہ میں ہے۔ کہ اس جگہ صفات کچھ بھی ملحوظ نہیں ہیں۔ اگرچہ صفات کو ذات خداوندی سے علیحدگی نہیں لیکن صفات کا قیام ازلی اور ابدی ہے اور وہ قدیمی ہیں اور اس (عارف) کا قیام ازلی نہیں ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے لیکن صفات کے نقض موجود ہیں کہ عدم ہیں۔ مثلاً عدم علم، عدم قدرت، اور اس عارف کا معاملہ اعدام کی نقاضت سے اوپر چلا گیا ہے جیسا کہ تحقیق ہو چکا۔ (مکتوب نمبر 1427/1751429/177)

☆ اسی عبارت کو آگے یوں لکھا ہے:

جاننا چاہیے کہ عارف سے انا (میں) کی بقا عدم کی بقا تک ہے۔

جو کہ اس کی حقیقت ہے، اور جب عدم زائل ہوا تو انا کا کوئی مورد نہ رہا جس پر اس کا اطلاق کیا جا سکے، زوال عدم کے بعد ثبوت کے معاملات اگرچہ بڑا دراز دامن رکھتے ہیں اور اگرچہ ثبوت ممکن کی ذات ہو چکا ہے لیکن کلمہ انا (میں) کا اس جگہ کوئی مورد نہیں، گویا کہ لفظ انا حقیقت عدمیہ کے لئے وضع ہوا ہے جو کہ حقیقت ثبوتیہ سے نفرت رکھتا ہے۔

(مکتوب 64 دفتر سوم ص 1429)

☆ عدم کے نقائص اور خوبیاں اور ہنر جو اس میں پوشیدہ ہیں ان کے بارے میں امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں لکھا ہے۔

جس طرح وجود ہر خیر و کمال کا مبدا اور ہر حسن و کمال کا منشا ہے تو عدم جو اس کے مقابل ہے وہ لازمی طور پر شر و نقص کا مبدا ہوگا، اور ہر قبیح و فساد کا منشاء اگر وبال ہے تو اسی سے پیدا ہوا ہے اور اگر گمراہی ہے تو وہ بھی اسی سے ہے لیکن اس کے باوجود اس میں کچھ ہنر بھی ودیعت کیے گئے ہیں اور کچھ خوبیاں بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔

ا۔ وجود کے مقابلہ میں اپنے آپ کو نیست مطلق بنانا اور محض لاشے سمجھنا اس کی خوبیوں میں سے ہے۔

Marfat.com

ب۔ اپنے آپ کو وجود کی پناہ بنانا۔

ت۔ شر و نقائص کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی اس کے اچھے ہنروں میں سے ہے۔

ث۔ اور پھر وجود کا آئینہ ہونا اور اس کے کمالات کا اظہار کرنا۔

ج۔ اسی طرح ان کمالات کو علم کے خانہ سے باہر لانا ایک دوسرے سے الگ کرنا۔

خ۔ اجمال سے تفصیل میں لانا اس کی اچھی صفات میں سے ہے۔

مختصر یہ کہ وجود کی خدمت گزاری اس سے قائم ہے اور وجود کا استغنا اس کی محتاجی سے ہے۔ اور وجود کی عزت اس کی ذلت سے ہے اور وجود کی کبریائی عظمت اس کی کمینگی اور خساست کے ذریعے ہوتی ہے اور وجود کی شرافت اس کی وغارت سے ظاہر ہے اور وجود کی سرداری اس کی غلامی سے ظاہر ہوتی ہے۔

منم استاد استاد کردم غلام خواجہ را آزاد کردم

ترجمہ: میں ہوں جس نے استاد کو استاد بنایا میں غلام ہوں لیکن خواجہ کو میں نے آزاد کیا ہے۔

(مکتوب 98 دفتر دوم ص 1236/141)

عدمِ محض کی نشاندہی اور عنصر کی افضلیت

امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مکتوب میں یوں فرماتے ہیں۔

''لطافت انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے باقی تمام اجزائے انسانی خواہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب میں اس مقام اس عنصر پاک کے تابع ہیں۔ اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ میسر نہیں ہوا ''او ادنیٰ'' کے بعد

Marfat.com

"تدلی" کی حقیقت اسی مقام پر ظاہر ہوتی ہے اور قاب قوسین اور ادنیٰ کا سر (بھید) اسی جگہ منکشف ہوتا ہے! اور اسی سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی ولایت صغریٰ، کبریٰ، وعلیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کیلئے شبح ومثال کی طرح ہیں۔ اور روشن ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے پھر قیاس کرنا چاہیے کہ ان سب کمالات کو تمام گزشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی، دریائے محیط کو بھی نظر کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے۔ لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس سر (بھید) سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے (چھوٹا منہ بڑی بات)

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب ﷺ کے صدقہ سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو "عدم محض" میں جا پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کا پنجا ہمیشہ باد بدست ست دا رام

ترجمہ: عنقا کسی شکار میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا جال سمیٹ لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال کے حصہ میں ہوا آتی ہے۔ (مکتوب 260 دفتر اول ص 665/115)

نوٹ: مکتوب ـــــــــ دفتر ـــــــــ میں عدم لاحق دو قسم پر بیان کیا گیا ہے اور اوپر درج عبارت میں عدم محض کا ذکر ہے ان تینوں میں فرق واضح کر دیا ہے۔

ایک دیگر مکتوب میں امام ربانیؒ نے لکھا ہے کہ وجود کی تخلیق کے لئے عدم کو موم کی طرح نرم کرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

عدم کے بارے میں چند سوالات و جوابات

سائل: وجود کے مقابل عدم ہے عدم کے بارے میں چند سوالات ہیں۔

(i)۔عدم: کب سے ہے؟

(ii)۔ عدم: کب تک رہے گا؟

(iii)۔عدم: کا حجم کتنا ہے یا اس کا حدود اربعہ کیا ہے؟

(iv)۔عدم: کو قدیم سکالرز نے وجود کا آئینہ قرار دیا ہے؟ کیا آئینہ کا بھی وجود ہے؟

(v)۔عدم: کیا وجود کو محیط ہے یا وجود عدم کو محیط ہے؟

مسئول: محترم آپ کے سوالات سے پرخلوص نادانی ظاہر ہوتی ہے،، بحرحال جوابات حاضر ہیں:

☆ جواب برائے سوال نمبر(i,ii,iii) ہر شے کے لئے علیحدہ علیحدہ عدم ہے وقت مشیت سے وقت وجود تک کا عرصہ عدم کہلاتا ہے۔ البتہ وہ عدو حدد، ایام وسنوات سے مبراء ہے، کیونکہ وہ عالم مشیت تخلیق ہے۔

☆ جواب برائے سوال نمبر(iv) آئینے میں تو ایک شے نظر آتی ہے اور عدم جو کہ ایک دورانیہ ہے میں کسی شے کا نظر آنا لازم نہیں، ہر شے کا وجود مختلف جبکہ آئینہ کا وجود وقوت انعکاس ہے۔

☆ جواب برائے سوال نمبر(v): عدم ایک نامعلوم دورانیے کا نام ہے، عدم نہ وجود کے لئے محیط ہے اور نہ وجود عدم کے لئے۔ البتہ اللہ تعالیٰ مشیت وجود پر محیط ہے۔

عدم سے متعلق توضیع:

عدم کے مقابل وجود نہیں بلکہ قدم ہے قدم ایک فعل ہے جس کے معنی ہے اقدام کرنا جس نے اقدام کیا وہ ذات قدیم کہلاتا ہے۔ اس اقدام کے نتیجے میں وجود پیدا ہوا لوگوں نے زمانے کے مرور ساتھ عدم کے مقابلے میں قدم کو چھوٹ کر وجود کے

Marfat.com

ساتھ عدم کا استعمال شروع کر دیا۔ جس طرح کے مخاطب نے بھی تحریر کیا ہے عدم میں عین کے معانی آنکھ یعنی دیکھنے کی صلاحیت، دال کے معنی دابتہ میم کے معانی ماء قدم میں قاف کے معانی قوۃ قیام دنیا، دال معانی دابتہ اور میم کے معانی ماء کے ذریعے، یعنی ذات قدیم نے دوآب کو ماء (آب حیات) کے ذریعے قوۃ قیام دے کر مبصر بنایا۔

توضیع اقدام:

اقدام ذات قدیم سے مراد کلمہ کن ہے جس کے بعد مراحل تخلیق وجود ظاہر ہو جاتے ہیں اور تمام تخلیقات کا دارومدار اس ذات قدیم کے ارادے پر ہے۔قدیم کے مقابلے میں عدم سے عدیم بمعنی محتاج، فقیر، قابل وجد، گم کردہ، سفیہ۔

عدم کے کئی مدارج ہیں

عدم بلحاظ تخلیق: یعنی ابھی کوئی شے خلق نہیں ہوا۔

عدم بلحاظ عوالم: ابھی کوئی شے کسی اور عالم میں ہے جس کا ہمیں ادراک نہیں۔

عدم بلحاظ ایجاد: ابھی کوئی شے پیدا ہوئی ہے اور اسی عالم میں ہے مگر ہم اسے نہ پا سکے ہیں۔

عدم بلحاظ مراتب: ابھی کوئی شے پیدا ہوئی ہے اور اسی عالم میں ہے مگر ہم میں سے بعض کے لئے وہ مانند عدم کے ہے۔ مثلاً بے بصارت نابینا شخص جس کے لئے کئی چیزیں عدم ہے۔

(ماہنامہ لمحات، جولائی 2006)

تحریر: جناب ایم شیراز کراچی بنام فضل احمد حبیبی عظیمی

Marfat.com

حضور قلندر بابا اولیاء (قدس سرہٗ) عدم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں

تخلیق کی ساخت دو قسموں اور دو وضع پر ہے۔ اول نفس کلی یا علم شے اور دوئم نفس جزوی یا خود شے۔ گویا علم شے، پھر شے اور شے کے بعد علم شے ہے۔

مثال:

جب ہم گلاب کو دیکھتے ہیں تو یقین کی حد تک یہ سمجھتے ہیں کہ گلاب کے اوپر کی نسلیں موجود تھیں۔ یہ نسلیں علم شے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر چہ وہ باغبان کے سامنے موجود نہیں ہیں۔ اور باغبان ان کو دیکھ بھی نہیں سکتا گلاب کا موجود ہونا اوپر کی نسلوں کے موجود ہونے کی شہادت کامل ہے شے کے بعد پھر علم شے آتا ہے یعنی گلاب کے بعد گلاب کے آئندہ نسلوں کا ہونا یقینی ہے۔ حالاں کہ گلاب کی آئندہ نسلیں بھی باغبان کے سامنے نہیں ہیں۔

علم شے کو بقائے دوام حاصل ہے اور اسی کا دوسرا نام عدم ہے، علم توحید کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے علم شے ہے اور اجداد و اولاد علم شے ہے اور یہی علم شے صفت ربانیت ہے۔ صرف شے یعنی گلاب فنا ہونے والی چیز ہے لیکن علم شے یا صفت ربانیت کو ہمیشگی حاصل ہے۔ (لوح و قلم، ص 120)

(مولف) میاں فضل احمد حبیبی

نور علےٰ نور فاؤنڈیشن فضل پلازہ رامتلائی روڈ گجرات فون 0322-6414463

27-11-2010 تا 27-10-2011

Marfat.com

نظام تخلیق کی بنیادیں؟

یہ بات کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں کہ تخلیق کا آغاز "امر کن" کے نفاذ سے ہوا تھا، لیکن اس راز کو بہت کم بلکہ بہت ہی کم افراد جانتے ہیں کہ کن کے نفاذ سے کتنی چیزیں ظہور میں لائی گئیں تھیں، حقیقت حال یہ ہے کہ تین چیزیں ظہور میں لائی گئیں تھیں، جن کا ذکر زیر قلم کتاب کے آغاز میں سورہ قدر کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ان تین چیزوں کو نیچے دوبارہ لکھا جاتا ہے۔

۱۔ نزول حقیقت قرآن ۲۔ تخلیق نور نبی ۳۔ ظہور عدم

وضاحت:

نزول حقیقت قرآن:

امر کن میں لفظ "کن" ہے۔ جو قرآن کریم کا حصہ ہے۔لہٰذا لفظ "کن" قرآن کریم کا حصہ ہونے کے باعث سب سے پہلے نازل کیا گیا تھا اور کن میں نور نبی جو ایک وجود ہے کی تخلیق کی داستان بھی درج ہے۔اور عدم کی داستان بھی پوشیدہ ہے نیز عدم وجود کی ضد ہے۔

(۱) حقیقت قرآن:

حقیقت قرآن کا لفظی معنی تو ہے کہ قرآن کی روح اور وہ ایک نقطہ نور تھا۔جو حروف والفاظ کا مصدر ومنبع ہے۔

(۲) نور نبی:

نور نبی درحقیقت روح محمدی ہے ﷺ جو حقیقت قرآن یعنی نقطہ نور کا ظل اول ہے۔[1] جسے قرآن میں نجم[2] اور حضور ﷺ نے اسے اپنا نور قرار دیا ہے۔[3] اور اہل تصوف

1: مکتوب 4 دفتر اول 2: سورہ نجم 3: مکتوب 76 دفتر دوم (حدیث نبوی)

Marfat.com

نے حقیقت محمودی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ایک ذرہ نور تھا۔ جو کائنات کی تمام اشیاء کی کان ہے۔ جسے منبع کائنات کہہ سکتے ہیں۔ اور مصدر کائنات کا نام دے سکتے ہیں۔

(۳) عدم:

عدم کو اہل تصوف نے آئینہ کا نام دیا ہے، عدم وہ آئینہ ہے جس میں جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ پیدا کرنا پسند فرماتا ہے۔ اس چیز کی اصل کے عکس کو آئینہ عدم میں ظاہر کر کے اسکو وجود عطا کرتا ہے لہٰذا اس تناظر میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی وجود کی تخلیق سے پہلے آئینہ کا موجود ہونا لازم ہے۔ لہٰذا عدم وجود سے پہلے موجود تھا۔

نوٹ:

جس صاحب قلم کو تخلیق کے موضوع پر کام کرنا ہو تو اسے سب سے پہلے عدم کے بارے معلومات پر عبور ہونا لازم ہے ورنہ وہ اس موضوع کو بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرۃ نے عدم کے آغاز کا ذکر فرمایا، کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات سے نسبتیں ظاہر ہوئی۔ اسی لمحہ سے عدم بھی ظہور میں آ گیا تھا۔

نسبت سے مراد اللہ تعالیٰ کے اعتبارات، اللہ تعالیٰ کے کمالات، اللہ تعالیٰ کی شانیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سب کی نسبتیں جب ظاہر ہوئیں۔ تو ان کے ساتھ عدم بھی ظہور میں لایا گیا۔ (اور جب تک قائم ہیں عدم رہے گا

(مکتوب نمبر 14 دفتر سوم کا خلاصہ ہے۔)

امر کن کی وضاحت کا اجمال بیان ہو چکا ہے، وضاحت کے بعد کی صورت حال کچھ یوں ہے۔

نجم (روح محمودی) کی تربیت کا دور شروع ہو گیا۔ جس کا ذکر حضور ﷺ کی ایک طویل حدیث کے آغاز میں ہے۔

Marfat.com

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔

''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ سیر کرتا رہا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے حصہ سے قلم، دوسرے حصہ سے لوح اور تیسرے حصہ سے عرش کو پیدا کیا''

یہ طویل حدیث ہے جس کا پہلا حصہ بیان کیا گیا ہے جس دور میں نور نبی سیر کرتا رہا ہے وہ دور ہی حقیقت محمودی کی ترتیب کا دور ہے۔ اسی دور میں حقیقت محمودی کو حقیقت احمدی کا لباس پہنا کر حقیقت احمدی کے نام سے موسوم کیا۔ پھر حقیقت محمدی کی خلعت سے نواز کر حقیقت محمدی کے نام سے متعارف کرایا گیا۔ پھر روح کے تین پرتوں کے مجموعہ سے قالب احمدی کو پیدا کیا گیا۔ جب یہ دور تربیت مکمل ہو گیا تو پھر کائنات کی تخلیق کا آغاز کیا گیا۔ اور کائنات سے پہلے قالبِ انسان اول کو پیدا کیا گیا۔

مفہوم: (آیات 4 تا 7 سورۃ نجم بحوالہ استفسارات در اسرار حبیب)

قالب احمد درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کے جلوؤں کا مجموعہ ہے جو انسانی صورت کا ہیولائے نور تھا۔

جب روح اور قالب کی تخلیق ہو گئی تو اس کے بعد دونوں کے اتصال کا دور شروع ہوا۔ روح سے انبیاء کے ارواح کو اور قالب سے انبیاء کے قالبوں کو پیدا کیا گیا۔ پس اس سے کائنات کی تخلیق کے دور کا آغاز ہوا۔

روح جو تین پرتوں کا اور قالب جو مجموعی پرتوں کا مظہر ہے ان کے اتصال سے کائنات کی اشیاء کو پیدا کیا گیا۔ چونکہ کائنات کی اشیاء کو روح اور قالب کے جامع انسان کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ لہٰذا کائنات کے نظام کی بنیادوں کی تعداد دو (۲) ہے۔ روح اور

Marfat.com

قالب: جس طرح انسان روح اور قالب کا جامع ہے اسی طرح کائنات بھی روح اور قالب کا مجموعہ ہے۔پس کائنات کی جن اشیاء کی نسبت وتعلق روح ہے۔وہ تین پرتوں کی جامع ہیں۔اور جن کا تعلق اور نسبت قالب ہے وہ سات پرتوں کی جامع ہیں۔

جب کائنات کی اشیاء کا شمار کیا جاتا ہے۔تو جو چیزیں تین پرتوں کی جامع ہیں ان کے نام پہلے اور جو چیزیں سات پرتوں کی جامع ہیں ان کو بعد میں لکھا جاتا ہے۔وہ اس لئے کہ روح کو قالب سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔

روح سے تعلق والی اشیاء

-1 قرآن کریم کے نزول کے تین دور ہیں۔

i۔ حروف مقطعات ii۔حروف غیر مقطعات

iii۔ قرآن کریم کی عبارت دونوں قسم کے حروف کی جامع ہے

-2 تین انسان:

i۔ انسان اول ii۔ انسان دوم iii۔ انسان سوم

-3 کائنات کے تین دائرے:

i۔ عالم ارواح کا دائرہ ii۔ عالم اجسام کا دائرہ iii۔ عالم دنیا کا دائرہ

-4 کائنات میں تین آئین ہیں۔

i۔ آئین تخلیق کائنات ii۔ آئین تکوین کائنات iii۔ آئین ترتیب کائنات

-5 تین عبادتیں تین پرتوں کی جامع ہیں۔

i۔ سحری کے وقت تین وتر ii۔ نماز مغرب کے تین فرض

iii۔ ہر ماہ میں چاند کی 15.14.13 تاریخ، ایام بیض کے تین روزے

Marfat.com

6- کائنات میں پائے جانے والے دن تین

i۔ عالم دنیا کا دن 24 گھنٹے کا ii۔ عالم اجسام کا دن ایک ہزار سال کا

iii۔ عالم ارواح کا دن پچاس ہزار سال کا

7- معاہدات تین ہیں:

i۔ میثاق انبیاء ii۔ میثاق ملائکہ iii۔ میثاق (الست بر بکم) نبی آدم

8- معراج تین ہیں۔

i۔ معراج ھوی ii۔ معراج دنا iii۔ معراج اسری (او ادنی)

مندرجہ بالا آٹھ اشیاء کے علاوہ بھی ہوسکتیں ہیں۔

قالب سے متعلق اشیاء

i۔ سورہ فاتحہ کی آیات سات

ii۔ قرآن کریم کی منزلیں سات

iii۔ قرآن کریم کے باطن سات

iv۔ شریعت کی اتباع کے درجات سات

v۔ قرآن کے حروف 28 جو سات کے عدد پر برابر تقسیم ہوتے ہیں۔

vi۔ چاند کی تخلیق اور تحلیل 28 دنوں میں ہوتی ہے۔ جو سات پر تقسیم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

vii۔ ہفتے کے دن سات ہیں۔

ہفتہ اتوار سوموار منگل بدھ جمعرات جمعہ

کائنات کی تخلیق کے ایام کی گنتی کی الٹی ترتیب یوں ہے:

جمعہ جمعرات بدھ منگل سوموار اتوار ہفتہ

یعنی الٹی گنتی کرنا ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ عالمِ اجسام کے ایام کی ابتداء کا پہلا دن جمعہ تھا۔ اور وہ دن عصر سے مغرب کے درمیان پایا جانے والا ہے اور یہ دن پہلا دن تھا جو جس کے ظہر کے وقت سورج کو پیدا کیا تو دنوں کا آغاز ہو گیا

viii۔ آسمانوں کی تعداد سات ہے۔

ix۔ زمین کے طبق سات ہیں۔

x۔ طواف کعبہ کی تعداد سات ہے۔

xi۔ جدید سائنسی دور میں اہم جو خوردترین ذرہ ہے سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق تین اکائیوں کا مجموعہ ہے

ممکن ہے ان چیزوں کے علاوہ بھی چیزیں سات پرتوں پر مشتمل ہوں لیکن ہمارے علم میں نہیں۔

نوٹ: عدم پر تحقیق کم و بیش دس (10) سال صرف ہوئے۔ بہت سے علماء اور مشائخ کی طرف رجوع کیا گیا مگر جواب تسلی بخش نہ تھے ان جوابات میں سے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے عمدہ راہنمائی فرمائی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا رسالہ لمحات میں اچھی کوشش ہے۔

Marfat.com

نقشہ کائنات کی تشکیل کے اغراض ومقاصد

اغراض ومقاصد:

مکتوبات امام ربانی میں سے بعض مکتوبات ایسے ہیں۔ جن میں تین قسم کے حقائق درج ہیں۔ جن کو علماء باطن یقیناً جانتے ہیں۔

وہ ان کا مشاہدہ رکھتے ہیں لیکن اس سائنسی دور میں سائنسدانوں نے کائناتی مشاہدات کو جس طرح عوام الناس کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس سے عوام الناس کے اعتماد اور عقائد کو اتنا متاثر کیا ہے کہ اعتقادات ان کی گرفت میں آچکے ہیں۔ اور ہمارے علماء ظاہر ان کائناتی حقائق کو جاننے کی طرف بالکل راغب نہیں ہیں۔ جس کے نقصانات ظاہر ہو رہے اور دن بدن بڑھتے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے ہم سائنسدانوں کے بعض مفروضوں پر یقین نہ کریں اور نہ ہی عقیدہ کی حد تک ان کو مان لیں۔ جیسے جدید سائنسی تجربات سے یہ ثابت کیا جارہا ہے۔ کہ زمین کو سورج سے الگ کیا گیا تھا۔ نیز کائنات کی تخلیق (BIG BAN) کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ ایسے نظریات جو بے بنیاد مفروضے ہیں۔ ان کے مقابلے میں قرآن کریم جو حقائق بیان کرتا ہے۔ وہ کبھی بدل نہیں سکتے۔ مفروضے بدلتے رہتے ہیں۔ جن کی قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ نفی کرتے ہیں۔

ہمیں ان مفروضوں کو بے بنیاد ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کے حقائق کو بیان کرنا ہوگا۔ جس کے لئے علماء ظاہر کے لئے کائنات کے حقائق سے آگاہی لازمی ہے تاکہ وہ عوام الناس تک پہنچا سکیں۔ اور بداعتقادی کے سیلاب کو روک سکیں۔ اس کار عظیم کو سرانجام دینے کے لئے کائنات کے کارخانہ کی عمارت کا نقشہ تشکیل دیا گیا ہے جس کی مدد سے علماء ظواہر درس وتدریس کے کام کو آسانی سے جاری کرسکیں۔ لہٰذا حقائق کو بیان کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حقائق کے اقسام و درجات

١..... کائناتی حقائق ٢..... انسانی حقائق ٣..... حقائق الٰہیہ

(نوٹ) یہ حقیقت ہے کہ۔اور ہر اصل اپنا ظل اسایہ اعکس رکھتی ہے۔اور دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ ہر ظل کا ایک اصل ہے۔

کائناتی حقائق

کائناتی حقائق سے مراد وہ مقامات ہیں۔جب سے کائنات بنی ہے وہ مقامات جس جگہ پر بنائے گئے تھے وہ اس جگہ پر کل قیامت کے دن تک قائم رہیں گے۔ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی مقام اوپر سے نیچے آجائے یا نیچے والا مقام اوپر چلا جائے۔ہر ایک مقام اپنے اپنے محل وقوع میں قائم ہے،قائم رہے گا۔ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی۔

اے دوست! کرہ ارض وہ حقیقت ہے جو کسی حقیقت کا ظل ہے زمین جس دن پیدا کی گئی تھی اس دن سے آج تک بلکہ روز قیامت تک کائنات میں اپنے محل وقوع پر قائم رہے گی۔

کرہ ارض کائنات کا سب سے نچلا کونہ ہے۔اس کے اوپر آسمان ہیں۔

پھر آسمانوں کے اندر بہت سے مقامات ہیں جیسے زمین پر خانہ کعبہ ہے،مسجد اقصیٰ،مدنیہ منورہ ہے۔دنیا کے تمام ممالک ہیں۔سب کرہ ارض پر واقع ہیں۔آسمانوں میں سے کسی آسمان پر بیت المعمور ہے،سدرۃ المنتہیٰ ہے۔اس کے اوپر جنت الماوی ہے۔اس کے اوپر عرش ہے ،عرش سے اوپر لوح کا مقام اور لوح سے اوپر قلم کا مقام ہے۔پھر افق اعلیٰ ہے اور یہی مقام دنا ہے جس مقام سے روحِ احمدی نے عروج فرمایا تھا پھر اسکے اوپر عالم ارواح کا آخری کونہ مقام تدلیٰ ہے۔اس طرح زمین سے مقام تدلیٰ تک نیچے سے اوپر تک مقامات قائم ہیں۔

نقشہ کائنات میں ان مقامات کا تعین جب تک واضع نہیں ہو جاتا۔قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر ان کے تعین کے بغیر ممکن ہے۔اس طرح بعض مکتوبات کی تشریح و تفہیم بھی ناممکن ہے۔

Marfat.com

لہٰذا نقشہ کائنات کی اشاعت دین کا جزو لازم ہے۔

حقائق انسانیہ:

حقیقت یہ ہے کہ کائنات ہو یا قرآن دونوں کا مرکزی نقطہ انسان ہے۔ اگر پہلے انسان نہ ہوتا تو کائنات وجود میں نہ آتی۔ اور اگر انسان نہ ہوتا تو قرآن کا نزول نہ ہوتا۔ کارخانہ کائنات کی عمارت کے نقشہ کی تشکیل کے دوران یہ بیان ہو چکا ہے کہ انسان بالحاظ تخلیق اور بالحاظ مراتب تین طرح ہے اور یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کائنات کے تین دائرے ہیں۔ اور یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ کائنات کی حدود کے اندر قرآن کے نزول کے تین مراحل ہیں۔ پہلے مرحلہ میں چودہ حروف مقطعات انسان اول کے لئے مرکزی مقام عرش اعظم (افق مبین) پر عالم ارواح کے مرکزی مقام میں نازل ہوئے۔

دوسرا مرحلہ میں چودہ حروف غیر مقطعات انسان دوم پر عالم اجسام کے مرکزی مقام عرش عظیم پر نازل کئے گئے۔ تیسرے مرحلہ میں قرآن کریم ۲۸ حروف پر مشتمل عبارت انسان سوم پر دنیا کے مرکزی مقام کرہ ارض پر نازل کی گئی۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مندرجہ بالا تین اکائیوں کا ذکر مکتوب ۳۰ دفتر سوم میں یوں کیا ہے۔ کہ انسان تین ہے۔

سب سے اوپر والا انسان اول ہے۔ اس سے نیچے والا انسان اوپر والے انسان کا ظل ہے۔ اور سب سے نیچے والا انسان اپنے سے اوپر والے انسان کا ظل ہے۔ جس کی ترتیب یوں ہے۔

۱۔ اصل انسان، انسان اول ہے۔

۲۔ ظلی انسان، انسان دوم ہے۔

۳۔ ظلی انسان کا ظلی انسان، انسان سوم ہے۔

Marfat.com

امام ربانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں سب سے نچلا انسان سوم جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ترقی کرتے کرتے انسان دوم کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اس میں فناء بقا پانے کے بعد وہ خود کو انسان دوم کے روپ میں پانے سے یہ احساس معدوم ہو جاتا ہے کہ وہ کرہ ارض کا رہنے والا انسان سوم نہیں بلکہ انسان دوم ہوں پھر وہ انسان عروج کر کے انسان اول کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اس میں فنا و بقاء پانے کے بعد انسان اول کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ تو وہ خود کو انسان اول کے روپ میں پاتا ہے۔

امام ربانی قدس سرہ نے دونوں مقامات کے نہ تو نام بتائے ہیں اور نہ ان کے محل وقوع بیان کئے ہیں۔ جب تک ان مقامات کے نام اور محل وقوع کا تعین واضح نہیں ہوتا اور ان کے ناموں سے آگاہی نہیں ہو جاتی ہے نہ تو ہم مکتوب کی تشریح کر سکتے ہیں نہ ہی اس کی نشر و اشاعت کر سکتے ہیں تو ان مقامات کے نام اور ان کے محل وقوع کا تعین ہونا ضروری ہے۔

اس معاملہ میں راقم الحروف حبیبی عظیمی نہایت ادب اور انکساری سے درخواست گزار ہے کہ ان دونوں مقامات کا تعین کرنے کے لئے مکتوبات میں ایک اصول واضح ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان سوم عالم دنیا کے مرکزی مقام کرہ ارض پر قیام و استقرار رکھنے والا ہے اور انسان دوم عالم اجسام کے مرکزی مقام عرشِ عظیم پر تخلیق پانے والا ہے اور انسان سوم کی تخلیق عالم ارواح کے مرکزی مقام عرشِ اعظم (افق مبین) پر ہوئی تھی

مؤلف ہذا اسی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق سے لکھتا ہے کہ انسانِ سوم کا پہلا عروج عرشِ عظیم پر اور دوسرا عروج عرشِ عظیم سے اوپر عرشِ اعظم پر ہے۔

نوٹ: عرشِ عظیم پر فنا و بقاء حقیقتِ محمدی اور عرشِ اعظم پر فناء و بقاء حقیقتِ احمدی میں ہوتی ہے (حبیبی عظیمی)

Marfat.com

اگر کائنات کا نقشہ نہ تشکیل پاتا تو یہ مسئلہ ہرگز حل نہ ہوتا اور ہمارے علماء ظاہر اپنے شاگردوں کو اس پیچیدگی کا حل پیش کرنے میں راہنمائی سے قاصر رہتے۔

(نوٹ) جس طرح انسان اول۔ اصل ہے اور انسان دوم ظل ہے اور انسان سوم ظل کا ظل انسان ہے۔

اسی طرح کائنات کا دائرہ اول اصل ہے اور دائرہ دوم ظل ہے اور دائرہ سوم ظل کا ظل ہے۔

اس طرح قرآن کریم کے حروف چودہ اصل ہیں اور حروف غیر مقطعات ان چودہ کا ظل ہیں۔ اور قرآن کی عبارت جو ۲۸ حروف کی جامع ہے اور وہ ظل کا ظل ہیں۔

حقائق الہیہ

حقائق الہیہ تین ہیں۔

۱۔ حقیقت کعبہ ۲۔ حقیقت قرآن ۳۔ حقیقت صلوۃ

وضاحت:

۱۔ کعبہ اللہ کرہ ارض پر واقع ہے۔ اس کی اصل عرش عظیم ہے اور اس کی اصل عرش اعظم ہے۔ لہٰذا حقیقت کعبہ کا مقام عرش اعظم ہے۔

۲۔ جس مقام پر حقیقت کعبہ کی انتہا ہے اسی مقام سے حقیقت قرآن کی ابتداء ہے۔ اور حقیقت قرآن کی انتہا حدود کائنات سے باہر ہے۔

۳۔ جس مقام پر حقیقت قرآن کی انتہا ہے اس مقام کے اوپر سے حقیقت صلوۃ کا آغاز ہوتا ہے۔ حقیقت کعبہ حقائق الہیہ کا مین گیٹ ہے حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی کائنات کی عمارت میں داخل ہونے کے لیے مین گیٹ ہے۔

یہ کرہ ارض، چونکہ عالم اجسام کا حصہ ہے اور عالم اجسام عالم ارواح کا عکس معکوس ہے۔ چونکہ کرہ ارض مقام ظہور تدلیٰ کا عکس معکوس ہے لہٰذا کرہ ارض کا اس مقام کا قائم مقام ہے۔

Marfat.com

یہی باعث ہے کہ جب عنصر خاک عروج کرتا ہے تو وہ سب عناصر سے اوپر ہے کہ اس کی اصل مقام ظہور تدلّی ہے۔ جو نور علےٰ نور مقام ہے جس کا عکس معکوس کرہ ارض ہے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کو عنصر خاک سے بنایا گیا تھا لہٰذا کا عنصر خاک کرہ ارض پر جاتا لازم تھا۔ منشاء خداوندی یہی تھا طبعی مقام کرہ ارضی ہے۔ جب تک کائنات کا نقشہ سامنے نہ ہوگا ان حقائق اور ان کے ظلال کے مقامات کا تعین کرنا محال ہے۔

جب ہمیں کائنات میں پائے جانے والے حقائق کے مقامات کے ناموں اور ان کے محل وقوع سے اگاہی ہو جاتی ہے تو ہم سائنسدانوں کے مفروضوں کا قوی دلائل کے ساتھ رد کر سکتے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

۲: دوسری غرض: جب ہمارے سکالر حضرات اس قابل ہو جائیں گے کے قوی دلائل قرآن اور حدیث کی صداقت تسلیم کرا سکیں گے تو سائنسدانوں کو دعوت دے سکیں گے۔

۳: اہل باطن: جو باطنی سفر پر رواں دواں ہیں۔ ان کو اپنے سفر کی منزل کا اندازہ ہو جائے گا۔ کہ وہ کس مقام پر قدم رکھتے ہیں۔

حبیبی عظیمی

صائمہ ارشد

Marfat.com

نقشہ کائنات

کارخانہ کائنات کے نقشہ کی ضرورت کیوں پیش آئی

کارخانہ کائنات کے نقشہ کے بارے بات کرنے سے پہلے نقشہ بنانے کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے۔

پس منظر:

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔"**الحال والمرتحل**"

مفہوم:

صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اس سے کیا مراد ہے۔فرمایا۔قرآن کریم کی تلاوت ایک سفر ہے جونہی مکمل ہو اسے اسی لمحہ سے پھر سے شروع کر دیا کرو۔

جب مندرجہ بالا حدیث اور مفہوم پر تفکر کیا جاتا ہے تو معاملہ کچھ اس طرح واضح ہوتا ہے۔کہ بنی آدم (انسان) جو دو چیزوں قالب اور روح کا جامع ہے۔جب قرآن کی تلاوت کرتے وقت قالب اور روح کے جامع وجود کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے۔تو تلاوت قرآن کا سفر ظاہری زندگی میں معلوم اور محسوس تک نہیں ہوتا تو پھر جب معلوم محسوس نہیں ہوتا تو پھر وہ سفر کیسا؟۔۔۔۔جب اس نقطہ نظر سے غور و تفکر کیا جاتا ہے۔تو سفر دو قسم کا سامنے آتا ہے۔

☆ قالب کا سفر:

کرہ ارض کا میدان قالب کی سیرگاہ ہے۔

☆ روح کا سفر:

میدان کائنات روح کی سیرگاہ ہے۔بلکہ موجودات کی سیرگاہ ہے

Marfat.com

وضاحت:

(۱) قالب کا سفر عرضاً ہے جیسے قالین ڈال کر کسی خصوصی مہمان کے لیے راستہ بنایا جاتا ہے۔یعنی قالین کو لیٹا دیا جاتا ہے۔اسی زمین پر راستہ لیٹا ہوتا ہے ایسے راستہ کو عربی زبان میں عرضاً کہا جاتا ہے۔اگر کسی شخص کا ارادہ کرہ ارض کی سیر کرنے کا ہو تو ایک ایسا وقت آجائے گا کہ وہ کرہ ارض کے گرد چکر کاٹ کر آخری مرحلہ میں مشرق سے مغرب کی طرف چلتا ہوا اس پہلے مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے اس نے سفر شروع کیا تھا۔پھر اسی جگہ سے بغیر توقف اسی سمت سفر شروع کر کے چند قدم چل کر آرام کر لے تاکہ اس کو احساس ہو کہ باقی سفر مکمل کرنا ہے۔اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) روح کا سفر افقاً واقع ہے۔یہ ایسا سفر ہے جو نیچے کرہ ارض سے شروع ہو کر وہاں تک اونچا ہے جہاں کائنات کی آخری حد ہے۔اگر اس سفر کو کوئی شخص طے کرنا چاہے تو اس کا روح کرہ ارض سے عروج کر کے اوپر والی آخری حد تک جا کر پھر واپس کرہ ارض پر آجائے،تو اس کا کائنات کے گرد ایک چکر مکمل ہو جائے گا۔پھر وہ بلا توقف پہلے سفر پر چل پڑے تو ایسے سفر کو طے کرنے کا طریقہ حضور ﷺ نے تلقین فرمایا گویا تلاوت سے مراد روح کا سفر ہے جو کائنات کے گرد بار بار چکر لگانا ہے۔یہی باعث ہے کہ جب قرآن شریف کی تلاوت والناس پر ختم ہوتی ہے تو پھر سے قرآن کی تلاوت شروع کر دی جاتی ہے۔اور کم از کم ایک رکوع پڑھ کر چھوڑا جاتا ہے تاکہ مسافر اپنی منزل پر رواں ہو۔

کرہ ارض پر چلنے والا مسافر جب کسی دوسرے ملک میں پہنچے گا تو اس کے حالات اور واقعات کے مشاہدات کو قلمبند کر لے گا۔وہ واقعات اور حالات جو اس کا مشاہدہ ہے ان کو پڑھنے والے کے لئے علم ہو گا۔لہٰذا اسی بنیاد پر یہ ضرب المثل ہے۔

مشاہدہ علم کو جنم دیتا ہے اور
علم مشاہدہ کی جستجو عطا کرتا ہے۔

Marfat.com

حضور رسالت مآب ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ سب مشاہدات ہیں اور ان مشاہدات کو جب عبارت کی صورت میں مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے باطن میں یہ طلب پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں۔ چونکہ مشاہدہ کی صلاحیت ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے مشاہدہ کی خاطر کائنات کا نقشہ بنانے کے ساتھ ساتھ اس کی صحت کو درست تسلیم کرنے کے لئے علمی دلائل بھی لانا ضروری ہیں تا کہ نقشہ دیکھنے والے کو اطمینان نصیب ہو جائے کہ بیان کردہ حقائق درست ہیں۔

جب اہل تصوف بزرگ حضرات کی تصانیف کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو ان کی تصانیف میں جن حقائق کو بیان کیا گیا ہے ان کے محل وقوع اور ان کے ساتھ وابستہ معاملات کا درست تعین کرنا نقشوں کی مدد سے آسان ہو جاتا ہے۔

کائنات کی زندگی کا وہ دور جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ کے زمانہ تک کا دور ہے اس دور میں جس قدر تعلیمات وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں ان سب تعلیمات کا جامع قرآن کریم ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے شروع ہو کر قیامت تک کا دور ہے وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

1- الف اول   2- الف ثانی

(i) حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ایک ہزار سال سے کچھ سال زائد (الف اول) ہے۔ جس دور میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بعد جس قدر حضور ﷺ کے کمالات ظہور میں آئے تھے ان تمام کمالات کا امین اگلے ہزار سال کا دور ہے۔

(ii) حضور ﷺ کی بعثت کے دوسرے ہزار سال کے دور کے آغاز میں حضرت مجدد تشریف لائے۔ تو مجدد الف ثانی کہلائے۔ جس طرح قرآن کا وجود سابقہ تعلیمات کا امین ہے اسی طرح دوسرا ہزار سالہ دور (الف ثانی) پہلے ہزار سالہ دور کا امین ہے یہی باعث ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی پہلے ہزار سالہ کمالات

Marfat.com

اور تعلیمات کے امین ہیں اور دوسرے ہزار سالہ دور کے کمالات کے قاسم ہیں۔

(حبیبی عظیمی)

امام ربانی کی تصانیف میں وہ تعلیمات ہیں جو ابن عربی، عبدالکریم جیلی، مولانا روم اور شاہ شرف الحق یمینی قدس اسرارہم کی تعلیمات اور دیگر روحانی سکالر کی تصانیف کا تکملہ ہیں اور نیز دوسرے ہزار سالہ (الف ثانی) کے کمالات کے قاسم اور فیضان رساں مجدد الف ثانی ہیں۔

چنانچہ امام ربانی قدس سرہٗ کی تعلیمات ہی ایسا خزانہ ہیں جو شریعت کے علوم اور طریقت ، حقیقت اور معرفت کے رہنما ہیں نیز علم کائنات پر معلومات ماضی میں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کی جامع تعلیمات امام ربانی کی ہیں اور آنے والے حضرات بھی ان سے فیض پانے والے ہیں۔ اسی بنیاد پر کائنات کا نقشہ مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔

اہل تصوف نے اس سفر نامہ کو تصوف کا نام دیا ہے۔ جو در حقیقت روح کے مشاہدات ہیں۔ اہل تصوف نے عوام الناس سے کسی مصلحت کے تحت پوشیدہ رکھنے کے لئے اس کو تصوف قرار دیا ہے تاہم موجودہ سائنسی دور میں سائنس نے جتنی ترقی کی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ ان کی مزید راہنمائی کے لئے ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں کائنات کے بارے میں ایسی ٹھوس معلومات فراہم کی جائیں جن کا مشاہدہ ہمارے روحانی سکالرز کو حاصل ہے۔ اور ان حقائق کو جاننے کے بعد قرآن کریم کو الہامی کتاب تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ تاکہ سائنسدانوں کی نگاہ تحقیق کو کائنات کا وسیع میدان مل جائے۔

ہمارے روحانی سکالرز میں چند ایک برگزیدہ حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

- i۔ ابن عربی قدس سرہٗ
- ii۔ مولانا رومی قدس سرہٗ
- iii۔ عبدالکریم جیلی قدس سرہٗ
- iv۔ امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ

Marfat.com

۷۔ حضور قلندر بابا اولیاء قدس سرہٗ   vi۔ خواجہ شمس الدین عظیمی

مذکورہ بالا روحانی سکالرز کی تصانیف کے مطالعہ کے بعد یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ اس دور کے سائنسدانوں کی تحقیق کا دائرہ کائنات کے اس حصہ کے اندر تک محدود ہے جو کائنات کے دیگر دائروں سے سب سے چھوٹا دائرہ ہے اور یہ دائرہ عالم دنیا کا دائرہ ہے جس کی حدود کرہ ارض سے لے کر آسمانوں کی انتہاء تک محدود ہیں اور جسے چھ دنوں میں بنایا گیا تھا۔ ابھی تک سائنسدانوں کی رسائی سورج تک ہے۔ جب کہ سورج سے اوپر بہت زیادہ حصہ عالم دنیا کا باقی ہے جو سائنسدانوں کی تحقیق کے دائرہ سے وراء ہے۔ چونکہ ان کی تحقیق کا دائرہ بہت ہی محدود ہے اس لئے نقشہ کی مدد سے سائنسدان کائنات کے دیگر دائروں تک رسائی کا شعور پالیں گے۔ اور ان کی تحقیق کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔

روحانی سکالرز کی سیر کائنات کے دائروں سے وراء بھی ہے بلکہ جس نقطہ پر مخلوق کے دائرہ کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس سے وراء بھی اور اس سے بھی وراء پھر اس سے بھی وراء سیر گاہ ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد روحانی سکالر بننے کے بعد یہ سیر گاہیں ان کی رسائی میں آسکتی ہیں اور وہ روحانی سکالرز کی تصانیف سے کما حقہ، استفادہ کر سکتے ہیں۔

(حبیبی عظیمی)

Marfat.com

کارخانہ کائنات کا نقشہ

یہ جملہ اکثر زبان زدعام ہے کہ انسان خلاصہ موجودات اور نمونہ کائنات ہے اگر یہ درست ہے تو پھر موجودات سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات اور سب مخلوقات موجودات میں شامل ہیں۔

ان سب موجودات کا خلاصہ انسان ہے اور کائنات کا نمونہ ہے تو معلوم ہوا کائنات کا حلیہ اور اس کی شکل و صورت اور قد و قامت انسان کی صورت جیسے ہوں گے مگر ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیکھنے کی صلاحیت سے نواز رکھا ہے اور دیکھنے کے دو رخ ہیں ایک روشنی میں دیکھنا اور دوسرا رخ رات کی تاریکی میں دیکھنا ہے دن کی روشنی میں دیکھنے کا نام بصارت اور تاریکی میں دیکھنے کا نام بصیرت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دن کو مجاہدہ و مشقت کے لئے بنایا تا کہ انسان کاروبار زندگی انجام دے سکے اور رات کو آرام اور سکون کی خاطر بنایا تا کہ سو سکے اور خواب کے دوران انسان کا روح مصروف عمل ہوتا ہے۔ گویا بصارت کا تعلق قالب سے اور بصیرت کا تعلق روح سے ہے۔

کائنات کے نقشہ کا تعلق بصیرت سے ہے جو کائنات کی ہیئت کا مشاہدہ رکھتی ہے۔ جب بصیرت کائنات کا نقشہ سامنے لاتی ہے تو بصارت اسے دیکھ پاتی ہے مگر اسے اس وقت تک یقین نہیں آتا کہ کیا یہ نقشہ درست ہے یا نہیں۔ تو بصارت کے اطمینان کی خاطر مشاہدہ کردرست تسلیم کرانے کے لئے علمی و عقلی دلائل لائے جاتے ہیں چنانچہ اس غرض کے لئے کائنات کے تین دائروں کے نقشے بنا کر ان کی صحت اور عدم صحت پر دلائل پیش کئے جائیں گے

کارخانہ کائنات کی عمارت کا نقشہ:

کارخانہ کائنات کی عمارت کا نقشہ بنانے کی طرف جب توجہ مرکوز کی جاتی ہے تو نقشہ کی تیاری کے دو طریقے سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح

Marfat.com

جس پر مکمل کر دی گئی۔اس مقام پر انسان دوم کا قدم اول رکھا گیا۔گویا کائنات کے سب سے اوپر والے مقام پر انسان اول کا اور سب نیچے والے مقام پر انسان دوم کا قدم ہے۔انسان اول کے وجود سے کائنات کی عمارت کو پیدا کیا گیا۔اور پھر انسان دوم کو کائنات سے پیدا کیا گیا انسان دوم کے وجود سے بنی آدم کو پیدا کیا گیا اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نفس واحد سے جس کثرت سے اولاد کو پیدا کیا اس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔[1] تا کہ کرہ ارضی پر بسنے والا انسان جس کی سوچ بھی نچلی سطح کی ہے اس کو یقین آجائے کہ جس خالق نے نفس واحد سے اتنی کثیر اولاد پیدا کی ہے۔کیا وہ ایک وجود (انسان اول) سے کائنات کی عظیم الجثہ عمارت کو پیدا نہیں کر سکتا بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے۔اس نے پیدا کیا۔

اے میرے ہم سفر دوستو! آپ یہ فیصلہ خود کر لیں کہ سب سے نچلے مقام پر موجود انسان کی نگاہ اور سب سے اونچے مقام پر موجود انسان کی نگاہ و نظر میں کتنا فرق ہے۔پس اسی سے ہمیں اپنے شعور اور رسالت مآب ﷺ کے شعور میں فرق کو اگر ناپ سکتے ہیں تو ناپ لیں۔ہماری نظر آسمانوں کو چھو سکتی ہے ان کو عبور نہیں کر سکتی۔لیکن انسان اول ﷺ جس مقام پر ہیں وہ آسمانوں سے کھربوں میلوں میں بلند و بالا ہے۔انسان اول کے شعور کی بلندی کا عالم کیا ہوگا۔اور وہ شعور بھی تخلیق کے لحاظ سے ہے، بلند ہے جب اس

1: جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے۔ (نفس واحدہ سے اولاد آدم کو پیدا کر رہا ہے اور قیامت تک اولاد آدم پیدا ہوتی رہے گی) اقوام متحدہ کے شمار کے مطابق 1430 ہجری بمطابق 2009 میں کم و بیش چھ ارب انسان روئے زمین پر موجود ہیں۔اور جب یہ اندازہ لگایا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کم و بیش ساڑھے تیرہ ہزار سال (13500 سال) میں کتنی اولاد آدم پیدا ہو چکی ہے اور آئندہ چھ سو سال میں کس قدر انسان پیدا ہوں گے۔سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے اکیلے وجود سے پیدا ہونے والے ہیں۔اس سے قیاس کر لینا چاہیے اللہ تعالیٰ نفس واحد سے کائنات پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

Marfat.com

شعور کو نبوت کے شعور سے سرفراز کیا گیا تو اس کے شعور کا کیا عالم ہوگا۔

اے کرہ ارض کے رہائشی نادان انسان تجھے یہ بات کیسے زیبا ہے کہ تیرا دیکھنا انسان اول کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری چشم کو وہ بینائی عطا فرمائے کہ تو انسان اول ﷺ کے عالی مرتبہ مقام کی زیارت کر سکے تو تجھ پر ان کی قدر اور تجھے تیری قدر کا فرق معلوم ہو جائے۔ آمین!

آمدم بر مقصود۔ مقصود تو کائنات کا نقشہ تیار کرنا ہے جس کی تمہید کافی طویل ہو گئی ہے۔

نقشہ تیار کرنے سے پہلے اس جگہ کو ناپنا ہوگا کہ وہ کتنا طول و عرض رکھتی ہے اس کے طول و عرض کی نسبت کے لحاظ سے اس پر حد بندی کرنے کے بعد نقشہ تیار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جس جگہ یا جس میدان میں کائنات کی حد بندی کی گئی اسکا علم ہونا بھی ضروری ہے جو کچھ اس طرح ہے۔

جب امر کن نافذ کیا گیا تو اسی وقت ایک وسیع و عریض فضا میں اوپر سے نیچے تک خط تخلیق کھینچ دیا گیا۔ وہ خط ہی خط مستقیم ہے جو بعد میں صراط مستقیم کہلایا اس کو کاغذ کے ایک صفحہ پر کھینچ کر اس کی حدود واضح کی جاتی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

خط تخلیق کا نقشہ

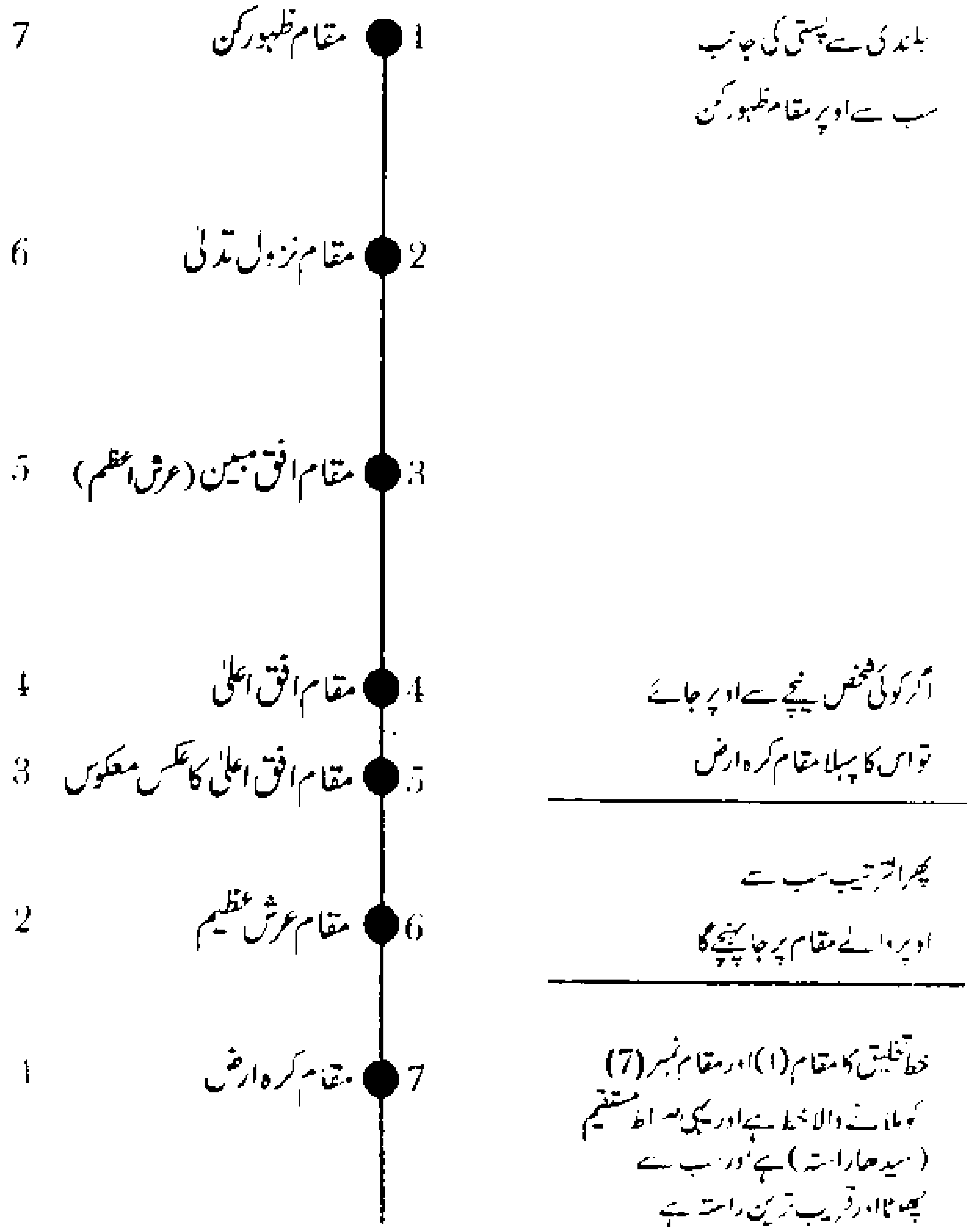

کائنات کی تخلیق کا آغاز مقام ظہور نزول تدلی سے ہو کر کرہ ارض پر مکمل ہو جاتا ہے۔ اور کائنات تین دائروں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ دائرہ اول کا مرکزی مقام افق مبین (عرش اعظم)

۲۔ دائرہ دوم کا مرکزی مقام عرش عظیم

۳۔ دائرہ سوم کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے۔

تین دائروں کے مرکزی مقام تین انسانوں کی تخلیق کے جدا جدا مقام ہیں۔

Marfat.com

۱۔ انسان اول کی تخلیق کا مقام افق مبین (عرش اعظم)

۲۔ انسان دوم کی تخلیق کا مقام عرش عظیم ہے۔

۳۔ بنی آدم کی تخلیق کا مقام کرہ ارض ہے۔

کائنات کے دائرہ اول کی تشکیل:

قرآن کریم کی سورہ نجم کی آیات نمبر 7 اور 8 میں انسان اول کی تخلیق اور آیت نمبر 9 میں کائنات کی تخلیق کے راز پوشیدہ ہیں۔

آیات: وھو بالا فق الاعلی + ثم دنا فتدلیٰ + فکان قاب قوسین او ادنی

مندرجہ بالا آیات کی تلاوت تو چند سیکنڈ میں ہو جاتی ہے۔ لیکن ان آیات میں تخلیق انسان اول اور تخلیق کائنات کے دائرہ اول میں صرف ہونے والا وقت بہت طویل ہے۔ جس کا اندازہ اس بات سے ہو جاتا ہے، عالم ارواح کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص عالم دنیا یعنی کرہ ارض کا رہنے والا اس جگہ ایک گھنٹہ گزار کر نیچے آئے گا تو یہاں بیس صدیاں گزر چکی ہوں گی۔ یعنی دو ہزار سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہوگا۔

چونکہ کائنات کا نقشہ بنانا مقصود ہے اس لیے کائنات کے دائرہ اول کے نقشہ سے آغاز کیا جاتا ہے۔

کائنات کا دائرہ اول یعنی عالم ارواح دو قوسوں کا مجموعہ ہے۔

i۔ قوس دنا ii۔ قوس تدلیٰ

قوس دنا نیچے اور قوس تدلیٰ اوپر کی طرف ہے جب دونوں قوسیں آمنے سامنے اوپر نیچے آپس میں مل جاتی ہیں تو ایک دائرہ ظہور میں آجاتا ہے۔ پس وہ دائرہ ہی کائنات کا دائرہ اول ہے جس کا معروف نام عالم ارواح ہے۔ جس مقام پر دونوں کا ملاپ ہوا تھا۔

Marfat.com

وہ مقام افق مبین کہلاتا ہے۔

دائرہ اول اصل ہے جیسے پانی کی سطح پر کھڑے شخص کا عکس پانی میں الٹا نظر آتا ہے جسے عربی زبان میں عکس معکوس کہا جاتا ہے۔ وہ عکس اصل نہیں ہوتا۔ عکس معکوس کو عام طور پر ظل کہا جاتا ہے۔ اس طرح عالم ارواح اصل ہے وہ کسی دوسرے دائرہ کا ظل نہیں دائرہ اول کا نقشہ۔

کائنات کے دائرہ اول کا نقشہ (عالم ارواح)

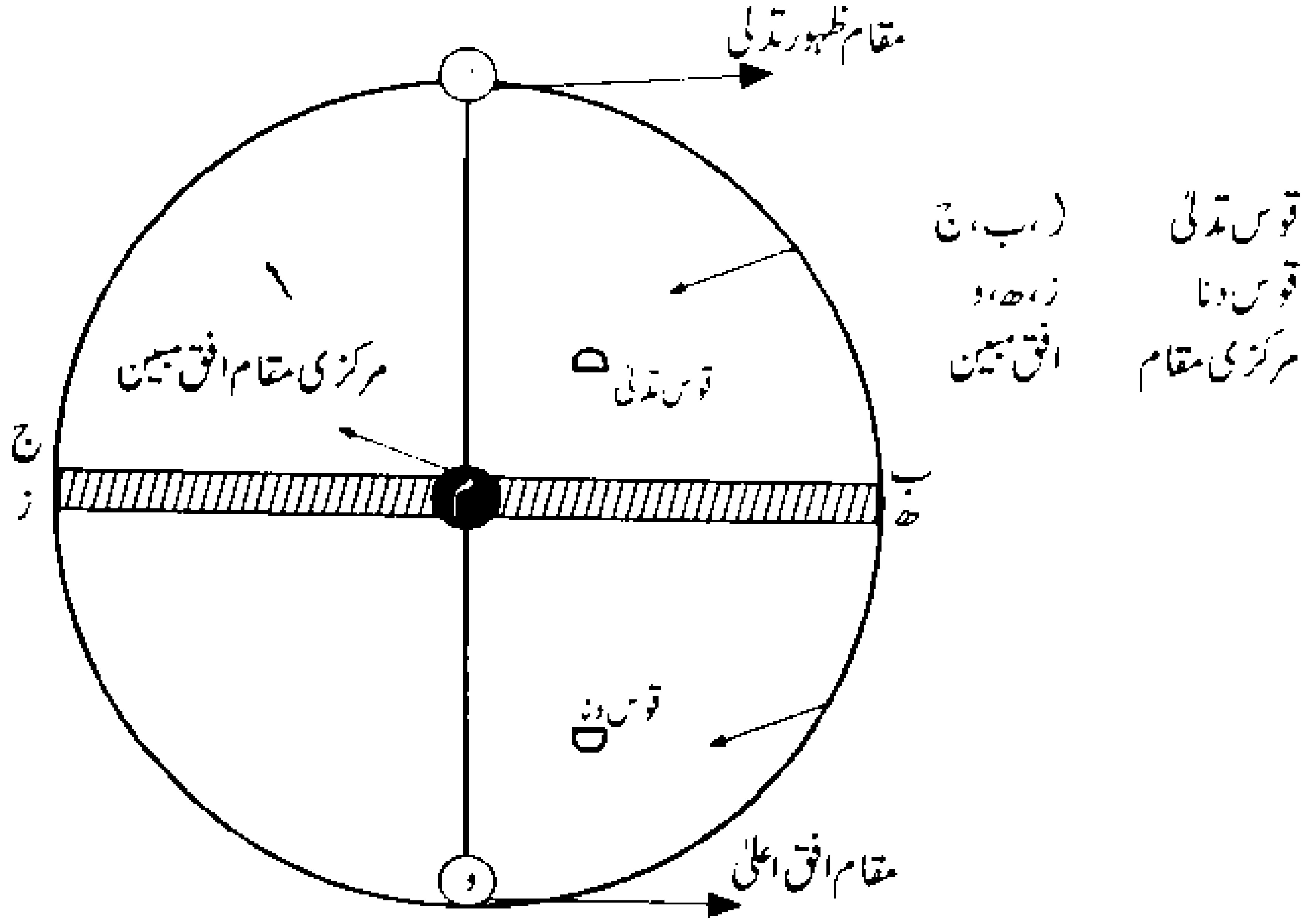

کائنات کے دائرہ دوم یعنی عالم اجسام کی تشکیل:

چونکہ عالم اجسام عالم ارواح کا عکس معکوس ہے۔ اس لئے عکس معکوس اصل کی نچلی طرف واقع ہے۔ چونکہ عکس معکوس اپنے اصل کے الٹا ہے۔ لہٰذا عالم اجسام کی ہر چیز اصل کا الٹ ہے۔

Marfat.com

کائنات کے دائرہ دوم کا نقشہ نمبر 3 (عالم اجسام)

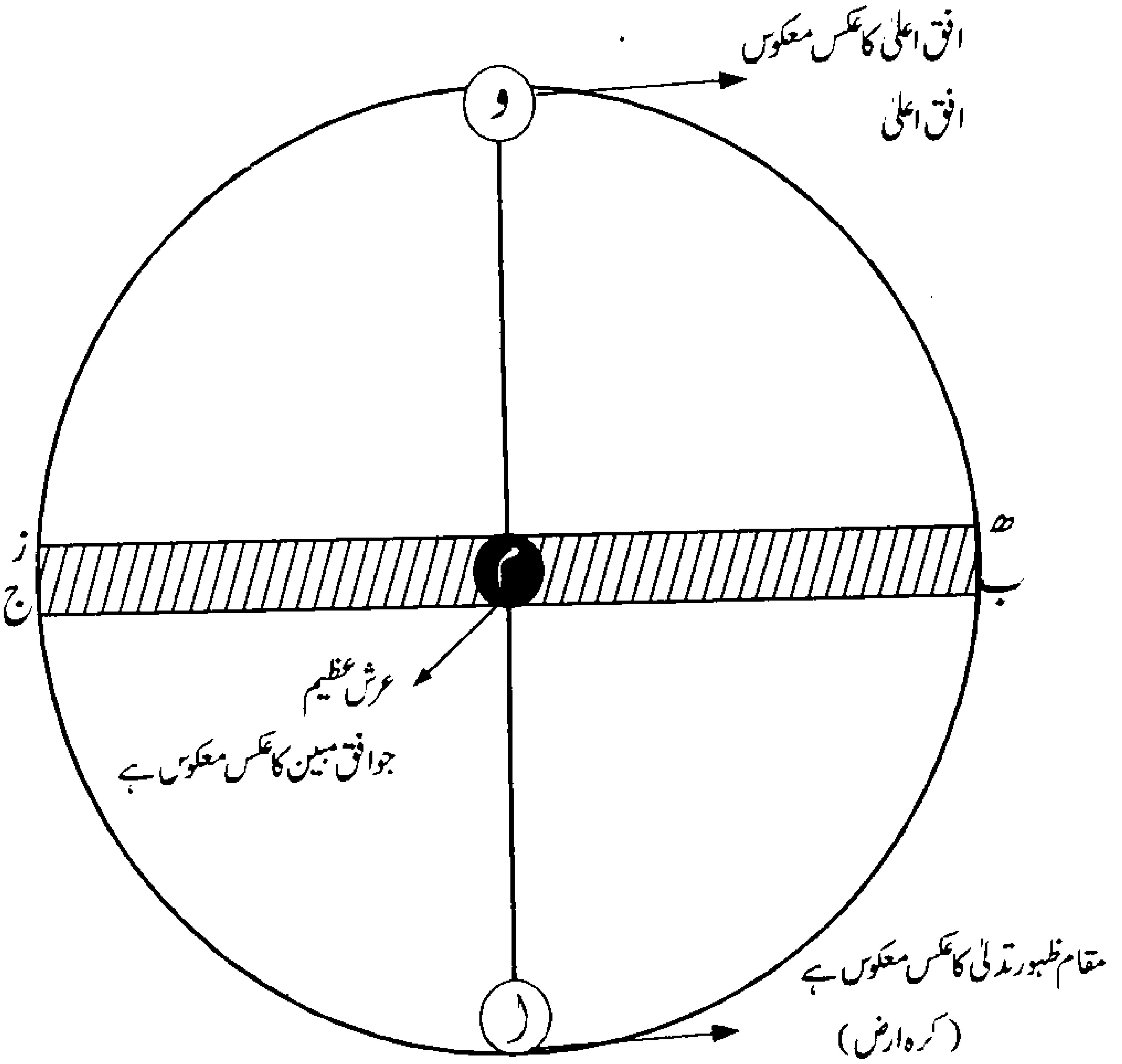

(۱) قوس تدلیٰ کا عکس معکوس عالم اجسام میں نیچے ہے۔ (ابج)

(۲) قوس دنیٰ کا عکس معکوس عالم اجسام میں اوپر ہے۔ (ھوز)

(۳) عرش عظیم عالم اجسام کا مرکزی مقام ہے جو افق مبین کا عکس معکوس (م) ہے۔

درحقیقت عالم اجسام میں دو قوسیں نہیں ہیں۔ یہ تو عالم ارواح کی قوسوں کا عکس معکوس ہیں ان پر قوسین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ان کو صرف مفہوم کو اجاگر اور سہل الفہم کرنے کے لئے قوسوں کے ناموں سے ظاہر کیا گیا ہے۔

جب ان دونوں دائروں کو اکٹھا کیا جاتا ہے تو ان کی شکل و صورت نقشہ نمبر 4 میں نظر آجاتی ہے۔

Marfat.com

عالم ارواح و عالم اجسام کا مشترکہ نقشہ = 4

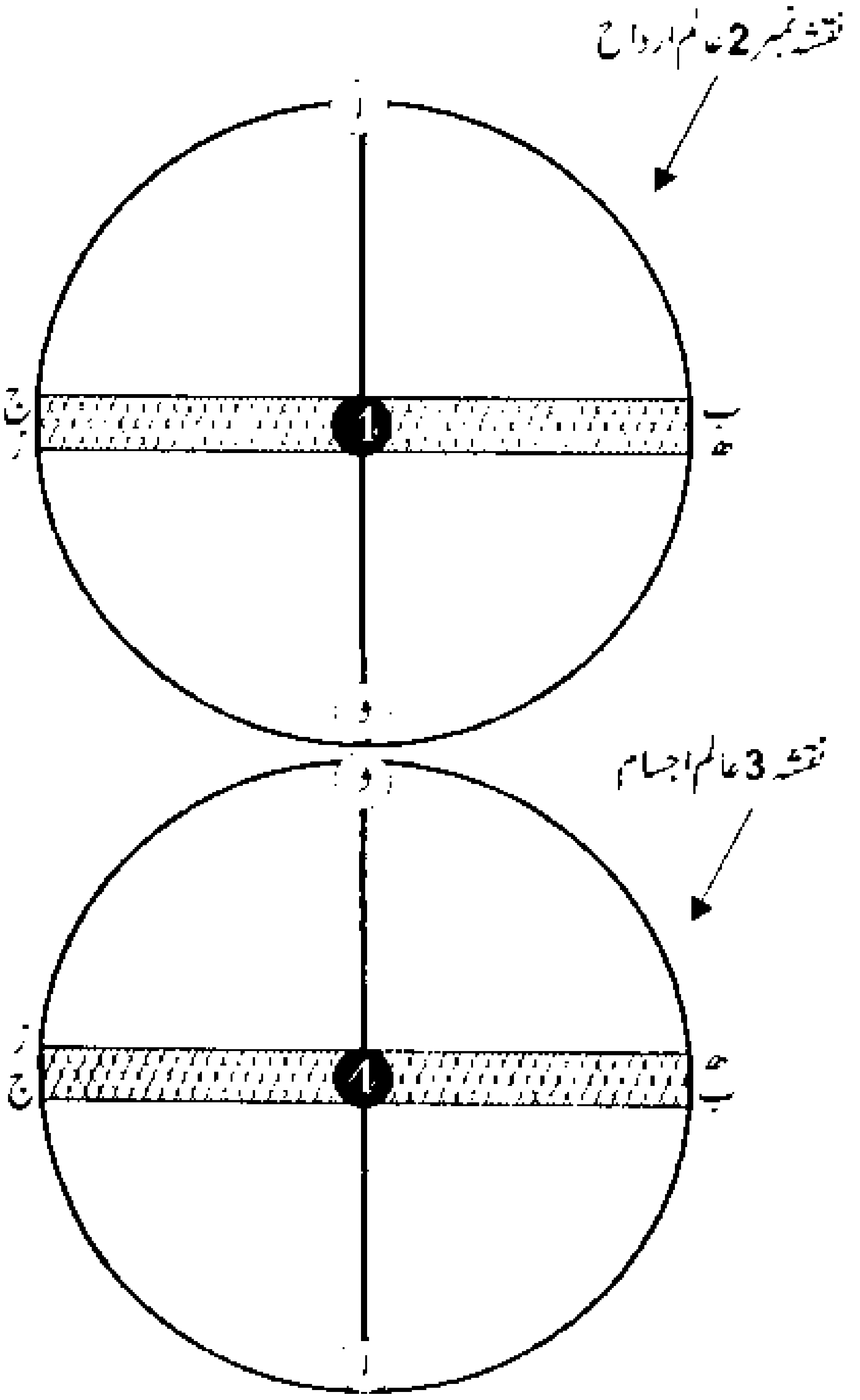

(i) عالم ارواح میں قوس تدلّٰی اوپر ہے۔ عالم اجسام میں قوس تدلّٰی کا عکس معکوس نیچے کی طرف ہے جو قوس ۔(ا۔ب۔ج)

(ii) عالم ارواح میں قوس دنا نیچے ہے۔ عالم اجسام میں قوس دنا کا عکس معکوس اوپر کی طرف (ھ۔و۔ز) ہے۔

(iii) عالم ارواح کا مرکزی مقام افق مبین ہے جس کا عکس معکوس عرش عظیم ہے۔ نیز افق مبین کو عرش اعظم کا نام دیا گیا ہے تاکہ عبارت اور مفہوم آسان فہم ہو جائے۔

Marfat.com

عالم دنیا کا نقشہ 5

یہ نقشہ کتاب: انسان کامل سے نقل کیا گیا
جو سیدنا عبدالکریم جیلیؒ کی تصنیف ہے۔

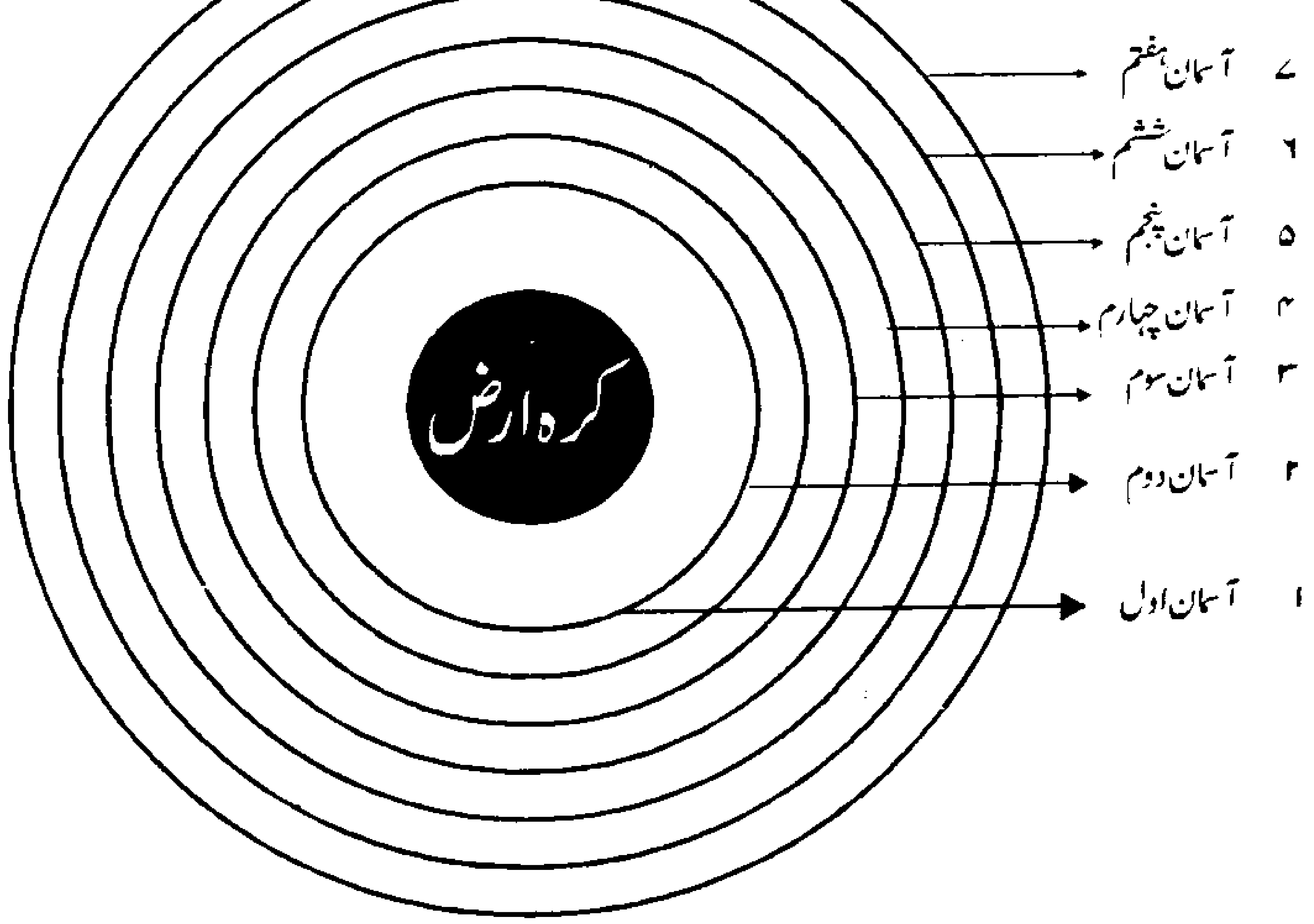

چونکہ عالم دنیا بھی عالم اجسام کا ظل ہے۔ اور عالم دنیا کی حدود میں سات آسمان اور زمین کے سات طبقات اور جو کچھ ان میں ہے۔ وہ سب کچھ عالم دنیا ہے۔ اور عالم دنیا کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے۔ جب کہ کرہ ارض عالم اجسام کا سب سے نچلا کنارہ بھی ہے۔ اور مقام ظہور تدلّٰی کا عکس معکوس بھی ہے۔ اور کل قیامت کے دن یہ اتنا وسیع ہوگا کہ یہ عالم آخرت کا میدان بھی ہے۔ جس پر جنت اور دوزخ رکھے ہوں گے اور روز محشر بھی اسی کا حصہ ہوگا۔ عرش اس پر رکھا ہوگا۔ عجیب بات ہے۔ آج عالم دنیا کی وسعت اور جنت کی وسعت قرآن کریم میں برابر بیان کی گئی، نیز عرش کی وسعت اس سے بھی زیادہ ہے۔ کل قیامت کے دن سب روئے زمین پر رکھے ہوں گے۔ واللہ اعلم کے قیامت کے بعد کرہ ارض کی وسعت کتنی ہوگی۔ عین ممکن ہے کہ زمین کی وسعت یہاں تک پھیل جائے گی کہ اس کی وسعت عرش کو چھوے گی۔ یا اس سے اوپر تک پھیلی جائے گی۔ اسی تناظر میں دیکھا جائے

Marfat.com

تو کسی دوسری جگہ کو اتنی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ جتنی زمین کو حاصل ہے۔

خلاصہ:

کرہ ارض کی حیثیتیں درج ذیل ہیں۔

(i) کرہ ارض مقام ظہور تدلّٰی کا عکس معکوس ہے۔ جبکہ مقام تدلّٰی عالم ارواح کا سب سے اوپر والا کنارہ ہے۔

(ii) کرہ ارض عالم اجسام کا سب سے نچلا مقام ہے نچلا کنارہ ہے۔

(iii) عالم دنیا کا مرکزی مقام ہے۔

(iv) عالم آخرت وہ وسیع علاقہ ہے جس کی حدود کیا ہوں گی جن کے اندر

۱۔ عرش عظیم ہوگا ۲۔ جنت ہوگا ۳ دوزخ ہوگا۔

۴۔ روز محشر کا میدان بھی اس کی حدود میں واقع ہوگا۔

(v) کرہ ارض ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ محبوب خالق کائنات رسالت مآب ﷺ جس میں آرام فرما ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا مقام استوا سب سے بلند مقام حرم نیاز ہے اور رسالت مآب ﷺ کا سب سے نیچے مقام حرم نیاز میں ہے۔ صاحب حرم ناز کا محبوب حرم نیاز میں اور صاحب حرم نیاز کا محبوب حرم ناز پر استوا فرما ہے۔

(vi) امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ عنصر خاک (جو حرم ناز کا حصہ ہے) کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں۔

"جاننا چاہیے کہ مراتب عروج میں جس طرح عنصر خاک سب سے بلند چلا جاتا ہے۔ اسی طرح مراتب ھبوط میں سب سے نیچے چلا جاتا ہے۔ سب سے نیچے کیوں نہ آئے جبکہ اس کا مقام طبعی ہی سب سے پست ہے۔ یقیناً اس مرتبہ والے کی دعوت اتم ہوگی اور اس کا افادہ اکمل ہوگا" (مکتوب نمبر 260 جلد اول)

Marfat.com

مکتوب نمبر 260 کے اقتباس میں امام ربانی قدس سرہ عنصر خاک کی دو صفتیں بیان کرتے ہیں۔

1- پہلی صفت کہ وہ مراتب عروج میں سب سے بلند چلا جاتا ہے۔

2- دوسری صفت کہ وہ مراتب ھبوط میں سب سے نیچے چلا آتا ہے مندرجہ بالا دو صفتوں پر غور کیا جاتا ہے۔ تو پہلی صفت صرف اوپر جانے کا ذکر ہے۔ لیکن نیچے آنے کی دو وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ وہ نیچے اس لیے آتا ہے کہ اس کا مقام طبعی سب سے نیچے ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ نیچے آنے والے کی دعوت اتم ہوگی اور اس کا فائدہ اکمل ہوگا۔

سوال = جب مندرجہ بالا وجوہات پر غور کیا جاتا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب سے نیچے اس لئے چلا آتا ہے اس کا مقام طبعی ہی سب سے پست ہے تو پھر جب وہ مراتب عروج میں سب سے بلند چلا جاتا ہے۔ تو اس کے سب سے بلند جانے کی کیا وجہ ہے؟ کیا راز؟

جواب = راقم الحروف جیبی احترام کے ساتھ گزارش کرتا ہے کہ عنصر خاک کا مرتبہ عروج میں سب سے زیادہ بلند جانے کی وجہ اور راز یہ ہے کہ نقشہ نمبر 4 میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کرہ ارض کی اصل مقام ظہور تدلّٰی ہے اور کرہ ارض اس کا ظل / عکس معکوس ہے۔ تو یہ بات اصولی ہے کہ ظل ہمیشہ اپنے اصل کے ساتھ ہوتا ہے۔ چونکہ کرہ ارض مقام ظہور تدلّٰی کا ظل ہے۔ اور عنصر خاک کرہ ارضی کا حصہ ہ لہٰذا عنصر خاک اپنے اصل کے ساتھ ہی ہوگا۔ چونکہ مقام ظہور تدلّٰی کائنات کے عالم ارواح کا مقام سب سے بلند ہے جس پر وہ چلا جاتا ہے۔ اس طرح ظل اپنے اصل سے مل جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عنصر خاک سب سے اوپر مرتبہ پر چلا جاتا ہے۔ اور اس کا افادہ اکمل ہوگا۔ (مولف جیبی)

Marfat.com

اوپر تیار کردہ نقشہ 5 عالم دنیا کا ہے جس کی ترتیب یوں

عالم دنیا کا نقشہ 5

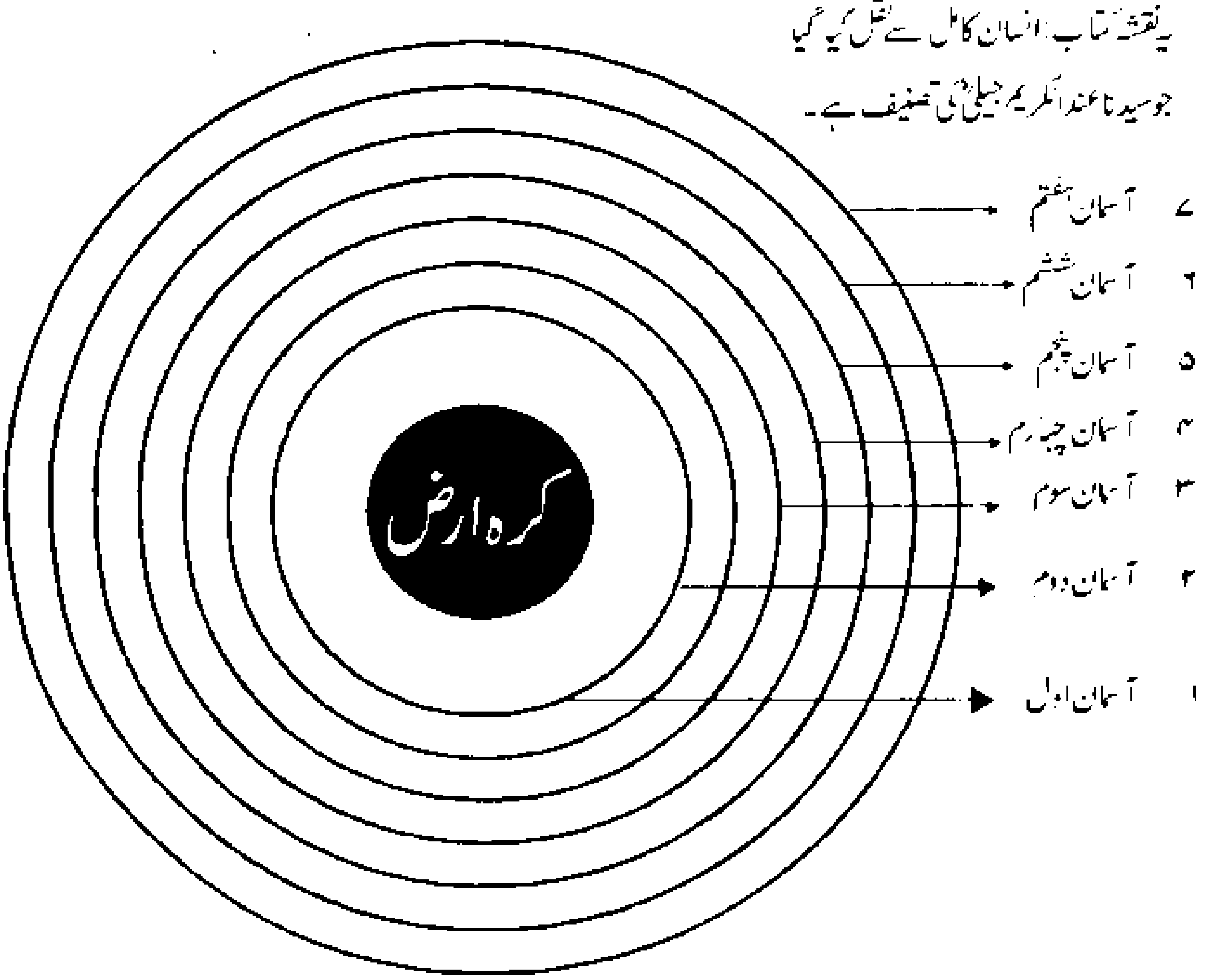

(i) عالم دنیا کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے

(ii) کرہ ارض کو آسمان چاروں طرف سے محیط ہیں۔

(iii) اور آسمان (ا) کو آسمان نمبر 2 محیط ہے اسی طرح تیسرا آسمان دوسرے کو اور چوتھا آسمان تیسرے اور چوتھے آسمان کو پانچویں اور پانچویں کو چھٹا اور چھٹے کو ساتواں آسمان محیط ہے۔

(iv) نقشہ نمبر 5 میں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کرہ زمین ہر طرف سے آسمانوں کے اندر اور سب آسمانوں کے نیچے واقع ہے۔ عربی زبان میں سب سے نچلے مقام کو اسفل اور اس کے طبقات کو سافلین کہتے ہیں۔ یعنی اسفل سافلین سے مراد کرہ ارض ہے۔

Marfat.com

نقشہ نمبر 5 اور نقشہ نمبر 4 (جو دائروں کا مجموعہ ہے) جب دونوں نقشوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے تو اس کی جو صورت سامنے آتی ہے اس کا نقشہ نمبر 6 درج ذیل ہے۔ جسے سب سے پہلے بنایا گیا تھا جو آسان ہے

نقشہ کائنات نمبر 6

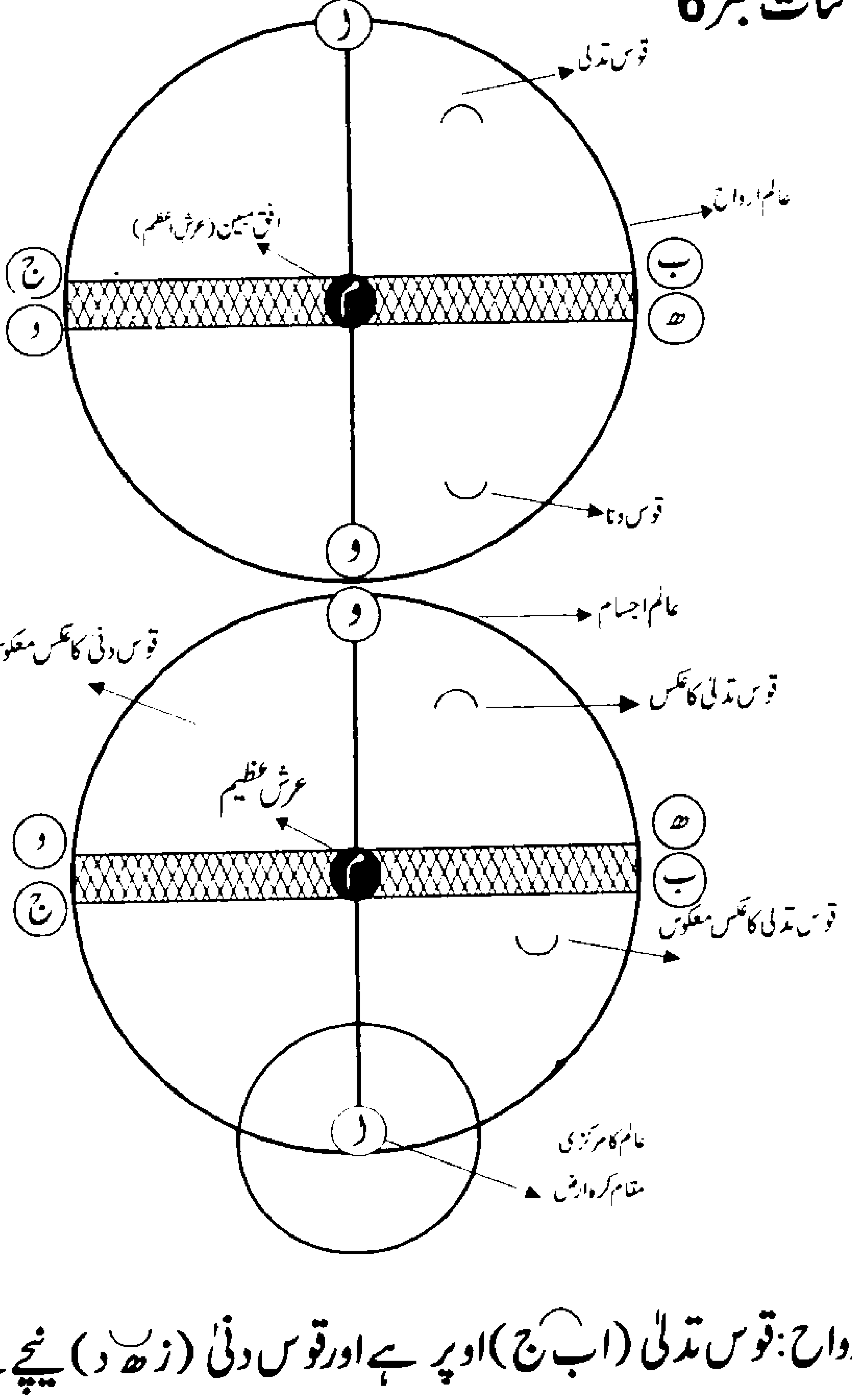

۱۔ عالم ارواح: قوس تدلی (اب ج) اوپر ہے اور قوس دنیٰ (ز ھ د) نیچے ہے۔

۲۔ عالم اجسام: قوس تدلیٰ کا عکس معکوس (اب ج) نیچے اور قوس دنی (ز ھ د) اوپر ہے۔

Marfat.com

۳۔ عالم ارواح کا مقام (ل) سب سے اونچا مقام ہے اور عالم اجسام کا سب سے نیچے مقام (ل) ہے۔

iv۔ عالم ارواح کا مرکزی مقام (م) ہے۔ عالم اجسام کا مرکزی مقام (م) ہے۔

v۔ عالم ارواح کا سب سے نچلا مقام (د) ہے عالم اجسام کا سب سے اونچا مقام (د) ہے۔

مندرجہ بالا دونوں نقشے ایک دوسرے کا الٹ ہیں جبکہ اوپر کا اصل اور نیچے والا نقشہ اوپر والے کا عکس معکوس ہے۔ جس پر دلائل اگلے صفحات پر ملاحظہ کر سکیں گے

(نوٹ)

عالم دنیا کا نقشہ اس طرح واقع ہے کہ یہ نقشہ نہ تو عکس معکوس اور نہ ہی عکس متوازی ہے یہ دائرہ اگر عکس معکوس ہوتا تو دائرہ اجسام کے نیچے ہوتا جیسے دائرہ دوم، دائرہ اول کے نیچے ہے۔ دوسری صورت یہ کہ عکس متوازی ہوتا جیسے آئینہ میں کسی شخص کا عکس اس کے متوازی ہوتا ہے۔ یہ دائرہ عکس متوازی بھی نہیں لیکن یہ دائرہ، دائرہ دوم کا ظل ہے۔

vi۔ دائرہ سوم کا مرکزی مقام (ل) ہے جو دائرہ دوم عالم اجسام کا سب سے نچلا مقام (ل) ہے۔ نیز عالم ارواح کے مقام (ل) کا عکس معکوس جو عالم اجسام میں مقام (ل) ہے۔

vii۔ جب کائنات کے تین دائروں کو دیکھا جاتا ہے تو تینوں دائروں کے مرکزی مقام نیچے سے اوپر تک ایک سیدھ میں ہیں یعنی ایک خط مستقیم پر واقع ہیں اور سب سے اوپر مقام افق مبین عرشِ اعظم ہے اس کے نیچے عرشِ عظیم کا مقام ہے۔ اور اس کے نیچے کرہ ارض ہے۔

Marfat.com

نقشہ کائنات کی صحت پر دلائل

سوال: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نقشے جس ترتیب سے واقع ہیں کیا یہ قرآن و حدیث کی رو سے درست ہیں:

دلیل نمبر 1

جواب: قرآن اور حدیث کی روشنی میں دلائل درج ذیل ہے۔

ارشاد نبوی:

اگر عرش پر سے پتھر نیچے پھینکا جائے وہ سیدھا خانہ کعبہ پر آ کر گرے گا۔ (حدیث)

(i) اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ خانہ کعبہ اور عرش عظیم دو الگ الگ مقام

(ii) دونوں ایک سیدھ میں ہیں۔

(iii) عرش اوپر ہے اور خانہ کعبہ نیچے ہے جو کرہ ارض پر واقع ہے بلکہ کرہ ارض کا مرکزی مقام ہے۔

مندرجہ بالا حدیث کے مفہوم کے مطابق عالم اجسام اور عالم دنیا کے مرکزی مقام کا نقشہ درست ہے۔ چونکہ دونوں مرکزی مقام درست ہیں لہٰذا دونوں نقشے درست ہیں۔

دلیل نمبر 2: عالم اجسام اور عالم دنیا کے دائرہ سوم کے نقشوں کی صحت حدیث سے ثابت ہو چکی۔ اگلی عبارت میں قرآن کریم عالم ارواح اور عالم اجسام کے دائروں کی صحت پر درج ذیل شواہد دیتا ہے۔

i۔ عالم ارواح اصل ہے اور عالم اجسام اس کا عکس معکوس ہے۔

ii۔ عالم ارواح اوپر ہے اور عالم اجسام نیچے ہے

iii۔ دونوں کے مرکزی مقام اوپر سے نیچے ایک سیدھ میں ہیں جیسے عالم دنیا اور عالم اجسام ایک سیدھ میں اور ایک ہی خط مستقیم پر واقع ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

Marfat.com

iv۔ عالم ارواح کا حجم بڑا ہے اور عالم اجسام کا حجم عالم ارواح سے چھوٹا ہے۔ اور عالم دنیا کا حجم عالم اجسام سے چھوٹا ہے۔ جن کے حجم پر شاہد تین دن ہیں۔

v۔ کائنات کے تین دائرے عالم ارواح، عالم اجسام، اور عالم دنیا کے دنوں کی طوالت کی نسبت سے چھوٹے بڑے ہیں۔

(i) عالم ارواح کا ایک دن عالم دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔
(سورہ المعارج آیت)

(ii) عالم اجسام کا ایک دن عالم دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے ۔(سورہ سجدہ)

(iii) عالم دنیا کا ایک دن چوبیس گھنٹوں کا طویل ہوتا ہے۔ (روزمرہ کا معمول کا مشاہدہ)

مندرجہ بالا تین دنوں کی طوالت کی نسبت سے تین دائروں کے حجم بڑے چھوٹے ہیں۔ عالم ارواح سب سے بڑا اور عالم اجسام اس سے چھوٹا ہے اور عالم دنیا عالم اجسام سے چھوٹا ہے۔

وضاحت:

انسان اول کی تخلیق کا عمل (وھو بالا فق الاعلیٰ ثم دنیٰ فتدلیٰ) میں ہے۔

عالم ارواح میں انسان اول کی تخلیق کا طریقہ

i۔ انسان اول کا قالب (تدلیٰ) عالم ارواح کے سب سے بلند مقام ظہور تدلیٰ پر تھا۔

ii۔ انسان اول کا روح (دنیٰ) عالم ارواح کے سب سے نچلے مقام افق اعلیٰ پر تھا۔

iii۔ ظہور تدلیٰ کا مقام اور افق اعلیٰ کا مقام دونوں اوپر سے نیچے ایک سیدھ میں خط مستقیم پر واقع ہیں۔

iv۔ روح نے افق اعلیٰ سے صعود فرمایا اور قالب نے مقام ظہور تدلیٰ سے ھبوط فرمایا

Marfat.com

دونوں ایک رفتار سے صعود وھبوط کرتے ہوئے جس مقام پر پہنچے اس مقام کا نام افق مبین کہلایا۔

7۔ پس مقام افق مبین پر دونوں کا ملاپ اس طرح ہوا کہ روح نے قالب کو پہن لیا اور قالب نے روح کو اپنے اندر مستور کرلیا۔تو دونوں کے ملاپ (اتصال) سے انسان اول کی تخلیق ظہور میں آ گئی۔

خلاصہ:

روح نے پستی سے بلندی کی طرف صعود کیا اور قالب نے بلندی سے پستی کی جانب ھبوط کیا دونوں ایک دوسرے کی محبت میں کشاں کشاں بڑھتے گئے جبکہ ان کا وصل مقام افق مبین پر ہوگیا۔تو انسان اول کا وجود قائم ہوگیا۔

vi۔ یہ بات قابل توجہ ہے۔قرآن کریم کی سورہ نجم کی آیت نمبر 7 (وھو بالا فق الا علیٰ) اور آیت نمبر 8 ثم دنیٰ اور فتدلیٰ صرف ونحو کے قانون کے مطابق

وھو بالا فق الا علیٰ: کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ افق اعلیٰ کے مقام پر روح جلوہ افروز تھا وہ اپنی حسب منشا قیام پذیر تھا۔

ثم دنی کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ روح نے اپنی خوشی اور پوری آزادی کے ساتھ پھر اسی طرف عروج کیا تھا جس طرف سے وہ پہلے ھبوط کر کے نیچے افق اعلیٰ پر جلوہ گر ہوا تھا۔

فتدلیٰ کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ قالب نے مقام ظہور تدلیٰ سے اپنی چاہت سے اور بغیر کسی خارجی دباؤ کے افق مبین کی طرف ھبوط کیا تھا۔دونوں یعنی روح اور قالب ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے اسی محبت کے جذبہ کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف لپک رہے تھے۔ان کا وصل بھی محبت کا ثمر تھا۔

خلاصہ: دونوں ایک دوسرے کی طرف لپکنے کے لئے مامور ومجبور نہ تھے بلکہ آزاد تھے۔

Marfat.com

نتیجہ: انسان اول کی تخلیق کا عمل پھر دہرا کر لکھا جاتا ہے تا کہ تخلیق کا عمل ذہن میں اچھی طرح نقش ہو جائے۔

انسان اول کے روح نے نیچے سے اوپر صعود کیا تھا اور قالب نے اوپر سے نیچے کی طرف ھبوط کیا تھا۔ دونوں اپنی منشا اور مرضی سے مقام افق مبین پر واصل ہوئے تھے۔ کوئی تیسرا وجود ان کو اوپر سے نیچے یا اوپر اٹھا کر نہ لے گیا تھا جیسا کہ انسان دوم کی تخلیق کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ کہ ان کے قالب کو فرشتے کرہ ارض سے اٹھا کر عالم بالا یعنی جنت میں لے گئے۔ پھر اسے اٹھا کر عرش پر لے گئے پھر عرش پر قالب میں روح کو پھونکا گیا تھا۔ روح نے اپنی مرضی اور منشاء سے قالب کو نہ پہنا تھا۔ اس کو حکماً قالب میں داخل کیا گیا تھا نیز انسان دوم کی تخلیق کے عمل کا اجمال سورہ والتین میں درج ہے۔ اور اس کی تفصیل قرآن کریم میں کئی دیگر مقامات پر بیان کی گئی ہے۔ جسے نیچے لکھا جاتا ہے۔

عالمِ اجسام میں انسان دوم کی تخلیق کا طریقہ

القرآن: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنہ اسفل سافلین
(سورہ والتین، آیت نمبر 4-5)

ترجمہ: البتہ ہم نے انسان خاص (آدم) کو اس سانچہ میں بنایا جو سب سے خوبصورت ہے۔ پھر ہم نے اس (انسان خاص) کو اسی جگہ اسی مقام پر واپس کر دیا لوٹا دیا جس مقام و جگہ سے ہم نے اسے اٹھایا تھا۔

مندرجہ بالا دو آیات کے متن اور ترجمہ پر تفکر کیا جائے تو درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

i۔ اس انسان خاص کو کائنات کے کس مقام پر پیدا کیا گیا تھا۔ جس جگہ سے اسے واپس لوٹا دیا گیا

ii۔ وہ کون سی جگہ تھی جس سے اس انسان خاص کو اٹھایا گیا تھا۔ اس جگہ کی نشاندہی کی گئی ہے کہ وہ کائنات کے سب سے نچلے مقام سے اٹھایا گیا تھا اور عالم دنیا کے نقشہ میں

Marfat.com

سب سے نچلا مقام کرہ ارض ہے۔تو معلوم ہوا انسان خاص کو کرہ ارض سے اٹھا کر کسی بلند مقام لے جایا گیا تھا جس کی نشاندہی سورہ والتین میں نہیں کی گئی لہٰذا یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ انسان خاص کو عالم بالا میں کونسی جگہ پر لے جایا گیا تھا؟

iii۔ قرآن کریم کے کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ جب میں اسے سنوارلوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو کس جگہ پر خطاب فرمایا تھا عالم بالا میں یا کرہ ارض پر؟ (تو یہ سوال بھی حل طلب ہے)

iv۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اس (قالب) میں روح کو پھونکا یعنی روح اپنی خوشی اپنے ارادہ سے قالب میں داخل نہیں ہوئی اسے تو پھونک کے ذریعہ داخل کیا گیا تھا۔روح مامور ہے عالم ارواح کی طرح اپنی مرضی کی مالک نہیں۔

v۔ سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔

vi۔ قرآن کریم میں ایک دیگر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اوران کی زوجہ کو فرمایا کہ تم جنت میں سکونت رکھواب سوال پیدا ہوتا ہے جنت کہاں پر واقع ہے

vii۔ جنت میں قیام کے دوران دونوں نے شجر ممنوعہ کو کھالیا۔توان کو حکم دیا گیا تم جنت سے نکل کر نیچے کرہ ارض پر چلے جاؤ۔ سورۃ بقرہ کی آیات (28 تا 38)

مندرجہ بالا آیات کے تناظر میں جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کے عمل کے مرحلوں کو دیکھا جاتا ہے تو جو باتیں اچھی طرح واضح ہوجاتی ہیں ان کو نیچے لکھا جاتا ہے۔

عالم اجسام میں انسان دوم کی تخلیق کا طریقہ یوں تھا۔

i۔ انسان دوم کا قالب عالم اجسام کے سب سے نیچے مقام زمین پر تھا۔

Marfat.com

ii۔ انسان دوم کا روح عالم اجسام کے سب سے اوپر والے مقام افق اعلیٰ کے عکس معکوس پر تھا۔

iii۔ قالب کو کرہ ارض سے اٹھا کر فرشتے جنت میں لے گئے اور روح کو اللہ تعالیٰ نے پھونکا تھا تو یقیناً وہ عالم بالا سے نیچے لایا گیا ہوگا۔ پھر دونوں کا ملاپ ہوگیا تو آدم علیہ السلام کا قالب زندہ ہوگیا تھا۔ جب کہ روح کے پھونکنے سے پہلے قالب بے حس و بے حرکت تھا۔ جب کہ عالم ارواح میں قالب خود اپنے ارادہ سے نیچے آیا تھا اور روح نے اپنے ارادہ سے عروج کیا تھا۔ دونوں میں بڑا فرق پایا جاتا ہے جس طرح عالم ارواح میں افق مبین پر روح و قالب کا وصل ہوا تھا۔ اس کے بر عکس عالم اجسام میں قالب میں روح کو داخل کیا گیا۔ جس سے آدم علیہ السلام کا وجود قائم ہوگیا

iv۔ پس عرش عظیم پر تخلیق کا عمل مکمل ہوا۔ چونکہ عرش عظیم جنت کا چھت ہے لہٰذا عرش عظیم جنت کا اوپر والا حصہ ہے اور عرش ہی عالم اجسام کا مرکزی مقام ہے۔

انسان دوم کی تخلیق کے مرحلوں اور انسان اول کی تخلیق کے مراحل کا موازنہ کیا جاتا ہے تو عالم ارواح میں انسان اول کی تخلیق کے مراحل، انسان دوم کی تخلیق کے مراحل کے الٹ اور برعکس واقع ہیں۔ جس کی ترتیب یوں ہے۔

☆ عالم ارواح کا سب سے اونچا مقام (ل) ہے۔ اس کے برعکس۔

☆ عالم اجسام کا سب سے نچلا مقام (ل) ہے۔

☆ عالم ارواح میں مقام افق اعلیٰ نیچے ہے۔ لیکن عالم اجسام میں افق اعلیٰ کا مقام سب سے اونچا ہے۔ جو افق اعلیٰ کا عکس معکوس ہے۔

i۔ مندرجہ بالا دلائل اس بات پر شاہد ہیں کہ عالم ارواح اوپر اور عالم اجسام نیچے ہے

Marfat.com

ii۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عالم ارواح اصل ہے اور عالم اجسام عکس معکوس ہے۔

iii۔ عالم ارواح کا مرکزی مقام افق مبین اور عرش عظیم دونوں اوپر نیچے ایک سیدھ میں ہیں اور ایک خط مستقیم پر واقع ہیں اگر ایک سیدھ میں نہ ہوں تو عکس معکوس نہیں ہو سکتے لہٰذا ایک سیدھ میں ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ عالم اجسام عکس معکوس ہے۔

iv۔ دونوں مرکزی مقام جدا جدا اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔

نتیجہ:

مقام افق مبین عرش اعظم اور مقام عرش عظیم اور فرش زمین تینوں اوپر سے نیچے تک ایک خط مستقیم پر واقع ہیں لہٰذا کائنات کا یہ نقشہ قرآن وحدیث کی رو سے درست ہے۔

کائنات کے اصل نقشہ کی صحت پر دلائل تمام ہوئے۔

کائنات کے جامع نقشہ کا متبادل نقشہ: 7

کائنات کے اس نقشہ میں بھی تین ہی دائرہ ہیں جن کی شکل اس طرح ہے۔

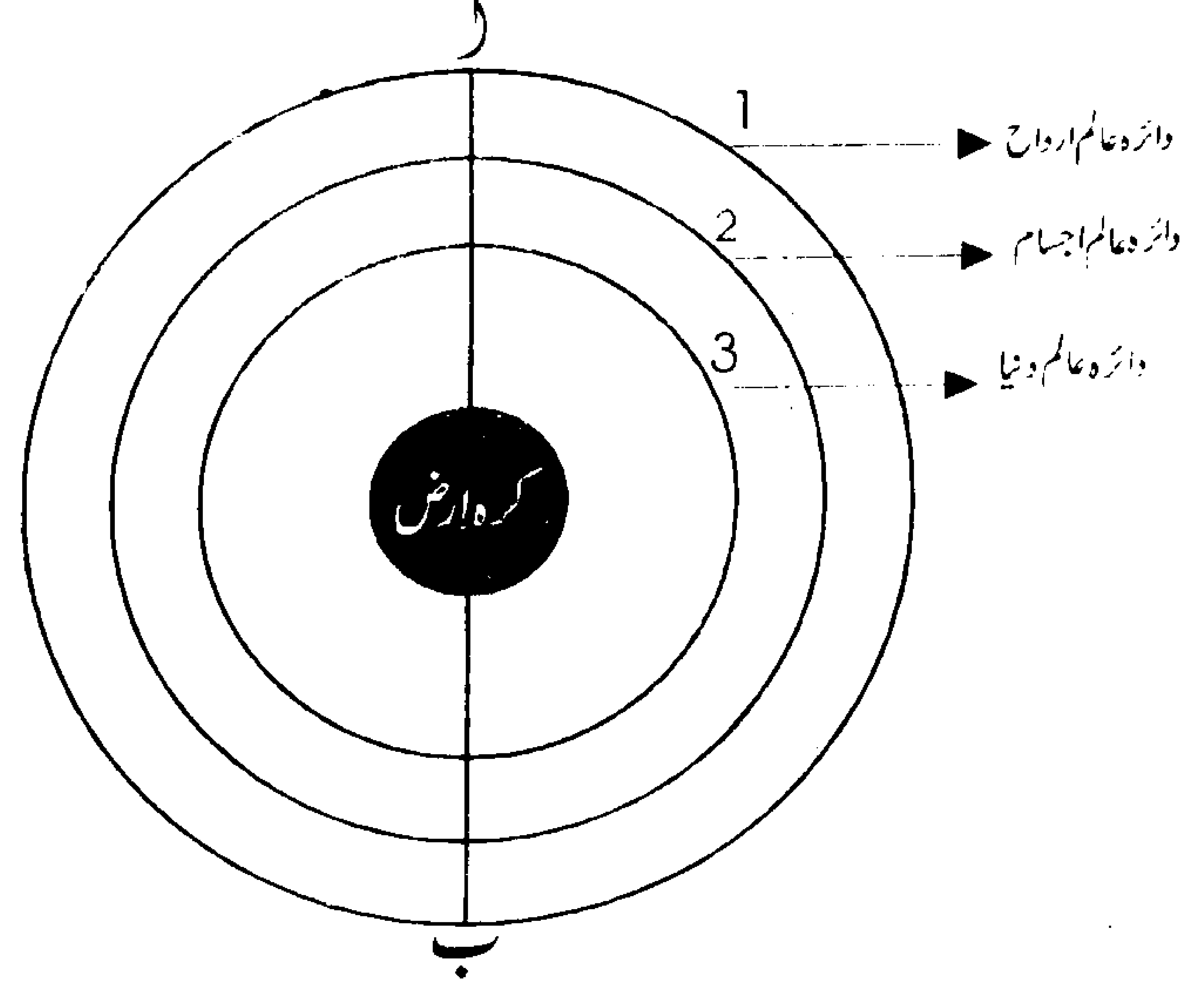

Marfat.com

سب سے بڑا دائرہ عالم ارواح ہے۔ جو دائرہ عالم اجسام کو محیط ہے۔

ii۔ عالم اجسام کا دائرہ عالم ارواح کے دائرہ سے چھوٹا ہے لیکن عالم دنیا سے بڑا ہے اور اس پر محیط ہے۔

iii۔ عالم دنیا کا دائرہ سب سے چھوٹا ہے لیکن کرہ ارض پر محیط ہے۔

iv۔ کرہ ارض تین دائروں کا مرکزی مقام

v۔ تین دائروں کو ایک خط مستقیم برابر برابر حصوں میں تقسیم کرنے والا ہے۔

چونکہ تین دائروں کا مرکزی مقام ایک ہے جبکہ قرآن اور حدیث میں تین دائروں کے مرکزی مقام جدا جدا ہیں جو قرآن کریم اور حدیث کے بیان کردہ نقشہ کی حقیقت سے مختلف ہیں اس لئے درست نہیں ہے۔

کائنات کے جامع نقشہ کا متبادل نقشہ 8

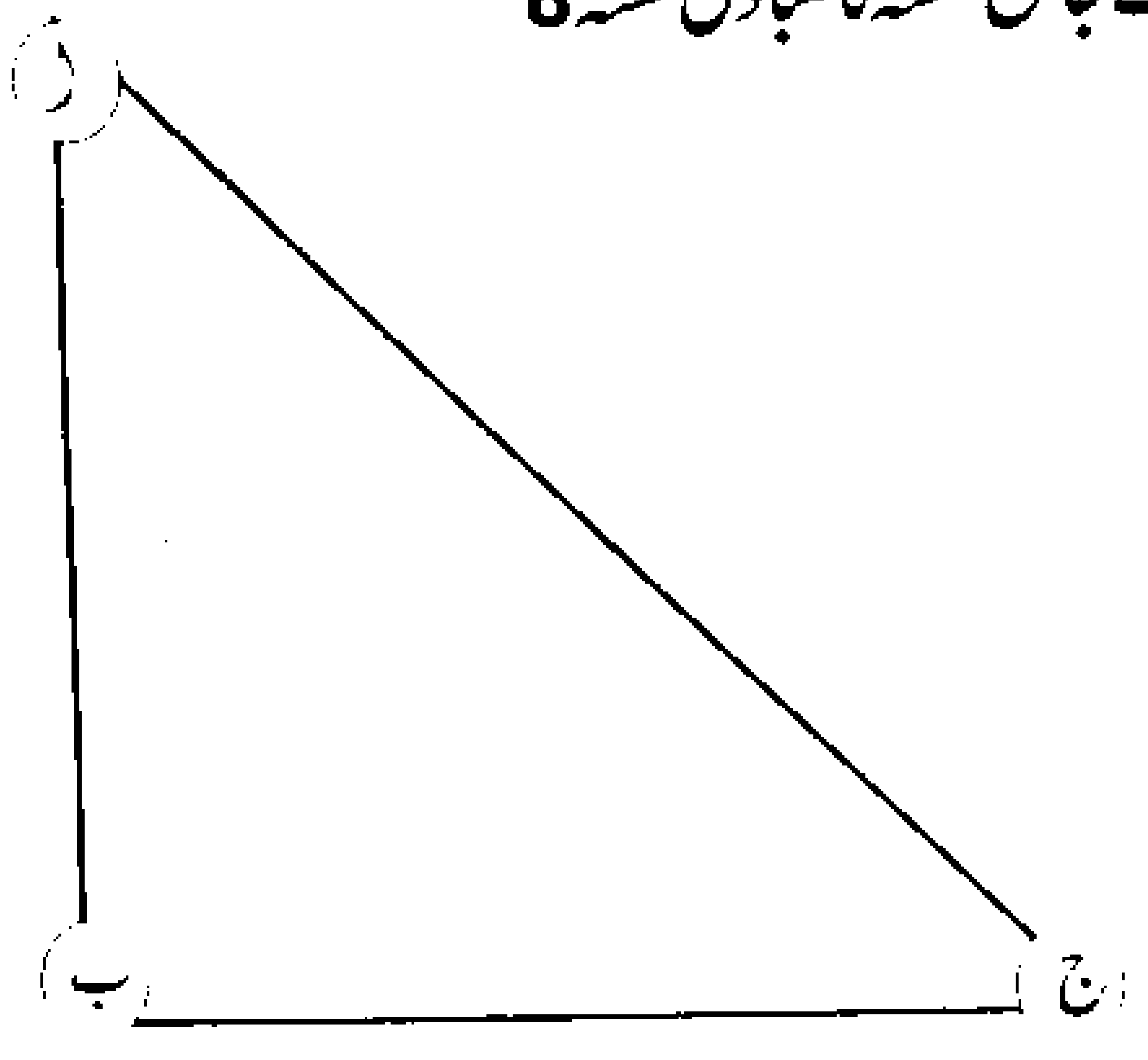

مندرجہ بالا نقشہ تکون (مثلث) ہے جس کے تین کونوں پر تین دائرے ہیں۔

i۔ اوپر والے دائرہ کو اول تصور کر لیا جائے اور (ب) کے دائرہ کو دائرہ اول کا ظل تصور کر لیا جائے تو یہاں تک تو درست ہوگا تیسرا دائرہ جو عالم دنیا ہے۔ دوسرے دائرہ کا

Marfat.com

حصہ نہیں ہے۔ چونکہ دوسرے دائرہ کا حصہ نہیں اس لئے یہ متبادل نقشہ نمبر 8 بھی درست نہیں۔ اور نہ ہی تینوں دائرے مرکزی مقام ایک سیدھ میں اوپر نیچے واقع ہیں اس لئے یہ نقشہ صحت کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا۔

نتیجہ: متبادل نقشہ 7 اور نقشہ 8 نا قابل فہم ہیں قرآن و حدیث کے نقطہ نظر کے خلاف ہیں اس لئے درست نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی دیگر نقشہ سامنے آئے جو قرآن و حدیث کے مفاہیم کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو اور اس سے بہتر ہو تو اسے تسلیم کر لیا جائے۔ تحقیق کا میدان ہر دن نیا پیغام لے کر آتا ہے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے کئی مواقع پر رجوع فرمایا ہے۔ اپنی تحقیق سے بہتر تحقیق کو تسلیم کرنے میں عظمت ہے۔

(حبیبی عظیمی)

Marfat.com

حضور اقدس ﷺ بحیثیت محمد بن عبداللہ اور بحیثیت محمد رسول اللہ ﷺ

حضور اقدس ﷺ نے بعض مواقع پر محمد بن عبداللہ اور اکثر مواقع پر محمد رسول اللہ دو حیثیتوں سے خود کو متعارف کرایا ہے جس کا پس منظر یوں ہے۔

جب حدیث ''کنت نبیاوآدم بین الماء والطین'' کی تشریح پر تفکر کیا جاتا ہے تو اس راز سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنا تعارف دو طرح پر کرانے میں جو راز ہے وہ سامنے آجاتا ہے تو ان دونوں حیثیتوں محمد بن عبداللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ میں پائے جانے والے عظیم فرق کی نوعیت مذکورہ بالا حدیث کے مطابق تخلیق اور مراتب کے لحاظ انسان تین طرح پر ہیں۔

i انسان اول ii۔انسان دوم iii۔انسان سوم

وضاحت:

۱۔ انسان اول کائنات کے دائرہ اول عالم ارواح کے مرکزی مقام عرش اعظم (افق مبین[1]) پر پیدا ہوئے۔ جو کائنات میں بلند ترین مقام ہے۔ اس نسبت سے انسان اول کا شعور بلند ترین شعور ہے جسے عرف عام میں ''تحت لاشعور'' کہا جاتا ہے۔

۲۔ انسان دوم کو کائنات کے دائرہ دوم عالم اجسام کے مرکزی مقام عرش عظیم پر پیدا کیا گیا جو عرش اعظم سے نیچے ہے۔ اسی نسبت سے انسان دوم کا شعور نیچے ہے۔ جو ''لاشعور'' کے نام سے معروف ہے۔

۳۔ انسان سوم کائنات کے دائرہ عالم دنیا کے مرکزی مقام کرہ ارض پر پیدا کیا جاتا ہے۔ جسے قرآن میں فرش قرار دیا ہے۔ یعنی فرش سب سے نیچے ہے۔ اسی

1۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ افق مبین آپ ﷺ کی تخلیق سے پہلے موجود نہ تھا جب آپ کے روح اور قالب کا ملاپ جس مقام پر ہوا اس کا نام افق مبین مقرر کر دیا گیا۔ (حافظ محمد اصغر)

Marfat.com

نسبت سے انسان سوم کا شعور انسان دوم کے شعور سے نیچے ہے۔ جسے "شعور" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس کا ملاحظہ کائنات کے نقشہ میں کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ:

مندرجہ بالا عبارت میں تین انسانوں کے تخلیق کے لحاظ سے شعور کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں جن کی ترتیب یوں ہے۔

۱۔ سب سے اوپر---------تحت لا شعور

۲۔ نیچے-----------لا شعور

۳۔ سب سے نیچے------شعور

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے سب سے اوپر والے انسان کو اصل اور اس سے نیچے والے جو انسان دوم ہے اسے انسان اول کا ظل قرار دیا ہے۔ انسان سوم کو انسان دوم کا ظل قرار دیا ہے۔ (مکتوب نمبر 30 دفتر سوم)

مندرجہ بالا عبارت کے تناظر میں ترتیب یوں ہے۔

۱۔ انسان اول = اصل سے مراد سید الانبیاء سیدنا احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو ابو الکائنات ہیں۔

۲۔ انسان دوم = اصل کا ظل سے مراد سیدنا ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۳۔ انسان سوم = انسان دوم کا ظل یعنی انسان سوم ہے جو ظل کا ظل ہے ۔ جو ابو الافعال ہے۔

جس طرح تخلیق اور مراتب کے لحاظ سے انسان تین ہیں اسی طرح ان کے شعور بھی اسی نسبت سے ہوں گے۔ انسان اول کا شعور اصل ہے۔ انسان دوم کا شعور اول کا ظل

Marfat.com

ہے۔اور انسان سوم کا شعور انسان دوم کا ظل ہے۔

جب مندرجہ بالا تین انسانوں کے مدارج اور تخلیق کے لحاظ سے مراتب اعلیٰ و افضل ہیں تو حضور اقدس ﷺ کا شعور ایسا شعور ہے جو کامل ترین اور اعلیٰ ترین شعور کے ساتھ ساتھ تینوں شعوروں کی کان ہے مصدر ہے منبع ہے جب تک اس شعور میں دیگر شعوروں کو فنا و بقا حاصل نہ ہو وہ انسان کامل نہیں ہوسکتا ہے۔لہٰذا حضور اقدس ﷺ تینوں شعور کے مصدر ہیں۔

۱۔ جب حضور اقدس خود کو محمد بن عبداللہ کے نام سے متعارف کراتے تو اس سے مراد انسان سوم ہے۔

۲۔ جب حضور اقدس خود کو محمد رسول اللہ کے نام سے متعارف کراتے تو اس سے مراد انسان اول ہی ہوتا جو شعور نبوت سے نوازا ہوا شعور ہے۔جو شعور خداوندی ہے۔تحت لاشعور اور شعور نبوت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا مخلوق اول اور خالق میں فرق پایا جاتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان دوم حضرت آدم علیہ السلام درحقیقت انسان اول احمد ﷺ کا ظل ہے تو اس میں کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔کہ دیگر تمام انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام بھی آدم علیہ السلام کی طرح سیدنا احمد ﷺ کے ظلال ہیں گویا دیگر انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام جن کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ سے زائد ہے۔سیدنا احمد ﷺ کی امت ہے جس طرح دیگر انبیاء علیہم الصلواۃ واسلام سیدنا احمد ﷺ کی امت ہیں اسی طرح ہر امت کے افراد اپنے نبی کے ظلال ہیں اور اسی اصول کے تحت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظلال امت محمدیہ کے افراد ہیں۔

جب یہ واضح ہوگیا کہ تمام انبیاء علیہ الصلواۃ والسلام حضور اقدس ﷺ وجود احمد کے ظلال ہیں۔جو رسول اللہ ﷺ کی پہلی امت ہے جو عالم ارواح میں کم و بیش ایک لاکھ

Marfat.com

چوبیس ہزار نوری انسانوں کی فوج تھی جن سے میثاق لیا گیا تھا جو سب کے سب نبی تھے۔

جس طرح دیگر انبیاء علیہ الصلواۃ والسلام حضور اقدس احمد ﷺ کے ظلال ہیں ۔اسی طرح تمام دیگر انبیاء کی امتون کے افراد اپنے اپنے نبی کے ظلال ہیں غالباً یہی باعث ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی امت محمد یہ کے افراد بھی اسی طرح ظلال ہیں جس طرح دیگر انبیاء علیہ الصواۃ والسلام کی امتوں کے افراد اپنے انبیاء کے ظلال ہیں۔اور یہ بات پورے وثوق سے کہی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ علماء امتی کا نبیاء نبی اسرائیل۔ میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔یعنی جس طرح تمام دیگر انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام ظلال ہیں اسی طرح امت محمد یہ کے علماء بھی ظلال ہیں لیکن امت محمد یہ کے علماء درجہ ولائت پر فائز ہیں اور انبیاء انبیاء ہی ہیں اور علماء امت ان کے ظلال کی حیثیت رکھتے ہیں۔علیہم الصلواۃ والسلام۔

خلاصہ:

جس طرح عالم ارواح میں سیدنا احمد علیہ الصلواۃ ولسلام کے ظلال تمام انبیاء ہیں اور ان کی امت ہوئے۔

اسی طرح عالم دنیا میں تمام انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی امتوں کے افراد اپنے اپنے نبی کے ظلال ہیں اسی اصول کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کے افراد آپ ﷺ کے ظلال ہیں۔

جب سید الانبیاء احمد رسول ﷺ کی امت اور سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کا موازنہ کیا جاتا ہے تو یہ راز روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یقیناً اسی بنیاد پر فرمایا کہ "العلماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل" میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں ایسا اس لئے ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام

Marfat.com

سیدنا احمد علیہ الصلوۃ والسلام کے ظلال ہیں اسی طرح سیدنا محمد رسول ﷺ کی امت کے افراد آپ کے ظلال ہیں چونکہ حضرت سیدنا محمد ﷺ تینوں شعوروں کے جامع مظہر ہیں لہٰذا دوسری امتوں سے امت محمدیہ کو اس زائد اور افضل شرف کی سعادت حاصل ہے کہ امت محمدیہ علیہ الصلواۃ والسلام کو براہ راست حضور ﷺ سے پیدا کیا گیا اور اس کے شرف کے حصول یعنی امت محمدیہ میں پیدا ہونے کی دعائیں دیگر انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام نے کی ہیں۔ یقیناً حضرت عیسٰے علیہ السلام کا امت محمدیہ کے دور میں آسمانوں سے نیچے آنا، ان دعاؤں کا نتیجہ ہے اور یہ بات قابل تفکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں اور حضور علیہ الصلواۃ والسلام بنی اسماعیل کے آخری نبی ہیں انبیاء بنی اسرائیل کا خلاصہ اور ثمر حضرت عیسٰے علیہ السلام ہیں۔ غالباً حضرت عیسٰے علیہ السلام کا اتباع شریعت محمدیہ کے ثمرات تمام بنی اسرائیل کے انبیاء کے حق میں ثابت ہوتے ہیں۔

جن لوگوں نے حضور ﷺ کو اپنی مانند سمجھا وہ دولت ایمان سے محروم ہو گئے اور خسارے میں چلے گئے۔

والسلام

(حبیبی عظمی)

Marfat.com

بسمہ تعالیٰ

میلاد النبی ﷺ کیلنڈر کا پس منظر

رسالت مآب ﷺ کی ولادت قدسی کی تاریخ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اسے دور کرنے کیلئے سیرت نبوی پر کام کرنے والے حضرات نے بڑی محنت کی تا کہ درست تاریخ کا تعین ہو سکے ان میں سب سے زیادہ قابل قدر کوشش ''رحمۃ للعالمین'' کے مصنف کی نظر آتی ہے۔انہوں نے رائج تمام سنین کے اعداد و شمار جمع کر کے 9 ربیع الاول کا تعین کیا ہے۔لیکن اختلاف تا حال باقی ہے۔اختلاف جن وجوہات کی بنیاد پر مستحکم ہے وہ درج ذیل ہیں:

1-اللہ تعالیٰ نے امت محمدی ﷺ کو ''وسط'' قرار دیا ہے۔

قرآن: وکذالك جعلنا کم امته و سطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک اعتدال (وسط) پر رہنے والی امت بنایا تا کہ (افراط و تفریط سے پاک ہو کر کعبہ کی طرح امم عالم کے لئے مرکز و محور ہدایت بنو) اور تم لوگوں پر نگران رہو اور (ہمارا) رسول تم پر نگراں رہے (تمہارا نگران حال ہو تمہارے عمل صالح پر گواہ ہو)

(سورہ بقرہ:2آیت:143ترجمہ فیوض القرآن)

2-صحابہ کرام کی روایات کے مطابق ولادت قدسی ماہ ربیع الاول کے وسطی عشرہ کے پہلے دنوں میں واقع ہوئی تھی جب کہ ''رحمۃ اللعالمین'' میں 9 ربیع الاول درج ہے جو ربیع الاول کے پہلے عشرہ کی تاریخ ہونے کے باعث قابل قبول نہیں ہے۔

وضاحت: مندرجہ بالا آیت کے مفہوم پر غور کرنے سے جو باتیں سامنے آتی ہیں وہ درج

Marfat.com

ذیل ہیں:

ا۔امت وسط ۲۔ حضور ﷺ کا وسط میں ہونا

(اس لیے ہے کہ آپ اپنی امت وسط کے نگران ہیں)

1-امت وسط سے مراد:

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسالت مآب ﷺ کے اعلان نبوت کے دن تک کے درمیانی عرصہ کو پہلا دور شمار کر لیا جائے جس میں تمام انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام کی امتیں پائی جاتی ہیں پھر حضور علیہم الصلواۃ والسلام کے اعلان نبوت سے لے کر قیامت کے دن تک کے درمیانی عرصہ کو دوسرا دور شمار کر لیا جائے پھر قیامت سے لیکر ابد تک کے زمانہ کو تیسرا دور شمار کر لیا جائے تو اس طرح امت محمدی ﷺ پہلے اور تیسرے دور کے وسط میں واقع ہے اس لئے امت وسط ہے۔

2- حضور ﷺ کا وسط سے مراد دو طرح پر ہے۔

(الف)۔ تخلیق اول کے لحاظ سے تخلیق قدسی کا مہینہ وسط میں ہے۔

(ب)۔ تخلیق اول کے لحاظ سے ولادت کا دن وسط میں ہے۔

تشریح (الف)۔ تخلیق اول کے لحاظ سے تخلیق کا مہینہ

تخلیق اول (حقیقت محمدی) کا ظہور ماہ رمضان میں ثابت ہوتا ہے۔

(مکتوب امام ربانی نمبر 4 دفتر اول)

مکتوب بالا کی روشنی میں پہلا: ماہ رمضان، دوسرا: شوال، تیسرا: ذی قعدہ، چوتھا: ذی الحج، پانچواں: محرم، چھٹا: صفر، ساتواں: ربیع الاول جو وسط میں ہے۔ اس کے بعد آٹھواں ربیع الثانی، نواں: جمادی الاول، دسواں جمادی الثانی، گیارھواں: رجب، بارھواں: شعبان

مندرجہ بالا مہینوں کی ترتیب سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت (وسطی ماہ ربیع

Marfat.com

الاول) میں واقع ہوئی تھی۔

(ب)۔ تخلیق کے لحاظ سے ولادت قدسی کا دن:

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے دن انتہائی عصر کے وقت میں ہوئی تھی ۔ چونکہ دنوں کی تعداد سات ہے جن کی ترتیب یوں ہے۔

جمعہ، ہفتہ، اتوار، (سوموار)، منگل، بدھ، جمعرات (حدیث نبوی جس کا ذکر اگلے صفحات میں ہے) سوموار کا دن وسط میں ہے اس دن کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی ولادت قدسی اس دن میں واقع ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا شواہد اور دلائل کی بنیاد پر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول کو نہ ہے بلکہ دوسرے عشرہ میں واقع ہوئی تھی ۔ نیز قمری سال کا ہر ماہ 29 یا 30 دنوں کا ہوتا ہے اور ہر ماہ تین عشروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلا عشرہ	1 تا 10 تاریخ
دوسرا عشرہ	11 تا 20 تاریخ
تیسرا عشرہ	21 تا 30 تاریخ

مندرجہ بالا حقائق کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاتی ہے کہ ولادت قدسی کی تاریخ 11 ربیع الاول ہی ہے کیونکہ وہ دوسرے عشرہ کا حصہ ہے اور اس پر مزید دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

1- پہلی دلیل: کتاب رحمۃ اللعالمین کی جلد دوم کے ص 387 پر بعثت سے رحلت تک کے 23 سالہ دور کی جنتری کا خاکہ درج ہے جب اس خاکہ کو تفصیل سے مطالعہ کیا جاتا ہے تو درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔ جو اہل ہیئت کے اصولوں کے خلاف ہیں۔

اس لئے کہ اہل ہیئت 30 سال قمری کا ایک دور صغیر شمار کرتے ہیں جس میں 19 سال

Marfat.com

354 دنوں کے اور 11 سال 355 دنوں کے ہوتے ہیں نیز دور صغیر کے کل دنوں کی تعداد 10631 ہے 355 دنوں کے سالوں کا جو نقشہ اور قاعدہ اہل ہیئت نے بیان کیا ہے اسکی ترتیب یوں ہے: 2-5-7-10-13-16-18-21-24-26-29=11 سال

(حوالہ جوہر تقویم صفحہ 16 از ضیاء الدین لاہوری ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2- کلب روڈ لاہور)

کتاب رحمۃ اللعالمین کے ص: 387 پر درج جنتری کا خاکہ درج ذیل ہے۔

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14
سن ہجری	ربیع الاول	ربیع الثانی	جمادی الاول	جمادی الثانی	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذی قعد	ذی الحج	محرم	صفر	میزان
41	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	30	355
42	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	354
43	29	30	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	354
44	30	29	30	29	30	29	30	30	29	30	29	30	355
45	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	354
46	30	29	30	30	29	30	29	30	30	29	30	29	355
47	30	29	30	30	29	30	29	30	29	30	29	30	355
48	29	30	29	30	29	30	29	30	30	29	30	29	354
49	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	354
50	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	354
51	29	30	29	30	29	30	30	29	30	30	[illegible]	30	354
52	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	30	355
53	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	30	29	354
54	29	30	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	354
55	30	29	30	29	30	29	30	30	29	30	29	30	355
56	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	354
57	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	354
58	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	355
59	29	30	29	30	29	30	29	30	30	29	30	29	354
60	29	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29	354
61	30	29	30	30	29	30	29	30	29	30	29	30	355
62	29	30	29	30	29	30	29	30	29	30	29'	30	354
63	30	29	30	29	30	29	30	29	29	30	30	30	355

Marfat.com

حضور ﷺ کے بعثت سے رحلت کے 23 سالہ دور کی جنتری کے خاکہ کے جائزہ سے سامنے آنے والی باتیں یوں ہیں۔

1- پہلے (7) سات سالوں میں 4 سال 355 دنوں کے =47,46,44,41 = 4 دن

2- دوسرے (7) سات سالوں میں 1 سال 355 دنوں کے = 52 .... =1 دن

3- تیسرے (7) سات سالوں میں 3 سال 355 دنوں کے = 61,58,55 =3 دن

میزان = 21 سالوں میں 8 سال 355 دنوں کے = ... =8 دن

اہل ہیئت کے قاعدہ کے مطابق کیلنڈر کے سالوں کی ترتیب یوں ہے:

1- پہلے سات سالوں میں 3 سال 355 دنوں کے =7,5,2= 3 دن

2- دوسرے سات سالوں میں 2 سال 355 دنوں کے =13,10= 2 دن

3- تیسرے سات سالوں میں 3 سال 355 دنوں کے = 21,18,16= 3 دن

مندرجہ بالا دونوں نقشوں کے تقابلی جائزہ سے جو باتیں اخذ ہوتی ہیں:

ا۔ جنتری کے پہلے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=4 ہے اور دوسرے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=1 نیز تیسرے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=3 ہے۔

۲۔ جنتری کے برعکس اہل ہیئت کی ترتیب میں پہلے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=3 سال ہے اور دوسرے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=3 ہے۔

مندرجہ بالا جائزہ کے نتیجہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جنتری کے پہلے سات سالوں میں 355 دنوں کے =4 سال ہیں اور اہل ہیئت کے نقشہ میں پہلے سات سالوں میں 355 دنوں کے سالوں کی تعداد=3 ہے لہٰذا جنتری کے پہلے سات سالوں میں ایک

Marfat.com

دن زائد ہے اسی طرح دوسرے سات سالوں میں دو دنوں کی بجائے (1) ایک دن ہے 9 ربیع الاول کی تاریخ ولادت کی بجائے اگر وہ 11 ربیع الاول سے شروع کرتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی نیز دوسرے سات سالوں میں 355 دنوں کا ایک سال لکھنے پر مجبور نہ ہوتے۔

مندرجہ بالا صورت حال کی روشنی میں جو مشکل سامنے آتی ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ تمام رائج سنین کے علاوہ کوئی ایسا سن تلاش کیا جاتا۔ جو اس نقص اور کمی کو پورا کرتا۔ لہٰذا اس کمی کو دور کرنے کا حل یہ سامنے آتا ہے کہ کیلنڈر کا آغاز اس دن سے کیا جائے جس دن حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکل کر کرہ ارض پر تشریف لائے تھے۔ لیکن ایسے کیلنڈر کے لیے ضروری ہے کہ قارئین کے اطمینان قلبی کے لئے پختہ ثبوت اور کامل صحت کے ساتھ دلائل پیش کئے جائیں۔ لہٰذا درج ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

2- دوسری دلیل:

آیت کا ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے چھ دن میں بنایا یعنی (آسمانوں اور زمین کو بتدریج چھ ادوار میں پیدا کیا) پھر (اپنے) تخت (حکومت) پر یوں قیام فرمایا جو (اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی دوست (بہی خواہ حمایتی) اور سفارش کرنے والا نہیں (کیا پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے) وہی آسمانوں سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ (ہر شے اس کے امر کے تابع ہے) پھر امر اس کے پاس پہنچ جائے گا ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوگا۔ (فیوض القرآن سورہ زحرف)

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے تو حضور ﷺ نے یقیناً چودہ

Marfat.com

دنوں کو چودہ ہزار سال میں شمار کیا ہے۔

۲۔ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں لیکن چھ دنوں میں کائنات کا ایک حصہ مکمل ہوا تھا تو بقایا ایک دن بچتا ہے جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے۔ کہ تخلیق کے سفر کا تسلسل پہلے سے جاری تھا اوران چھ دنوں میں سفر تخلیق مکمل ہوا نیز درج ذیل احادیث سے یہ بات ثابت ہو جائے گی۔ کہ یہ چھ دن اس تسلسل کا آخری حصہ تھے۔

قرآن کی مندرجہ بالا آیت کی ترجمانی کرنے والا حضور ﷺ کا ارشاد یوں ہے۔

حدیث نمبر1

حضرت حاکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اتوار اور سوموار کے روز زمین کو پیدا کیا منگل کے روز پہاڑوں کو پیدا کیا بدھ کے روز درخت، پانی، سبزہ اور آبادیاں اور ویرانے، پیدا کئے اور ان چار دنوں میں روزیاں متعین کیں۔ جمعرات کے دن آسمان پیدا کیے جمعہ کے دن ستارے سورج اور چاند پیدا کئے ابھی تین ساعت باقی تھیں کہ ان تین ساعتوں میں پہلی ساعت میں آجال (یعنی اموات) پیدا کیں دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈالی جس سے انسان نفع حاصل کرتا ہے تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اس کو جنت میں سکونت دی شیطان کو سجدہ کا حکم دیا آخری ساعت میں اس کو نکال دیا۔ (حوالہ کتاب استفسارات اور اسرار حبیب)

مندرجہ بالا حدیث کے مضمون سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کس دن کونسی چیز کو پیدا کیا گیا تھا، اور سب سے آخر میں جمعہ کے دن نماز عصر کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام کا وجود کائنات کی تعمیر و تخلیق کی تکمیل کی آخری

Marfat.com

اینٹ تھا۔

درج ذیل حدیث میں چودہ ہزار سال (چودہ دنوں) میں کائنات کے وجود کی تکمیل کا ذکر ہے جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ پہلے آٹھ دنوں میں عرش اور عرش سے اوپر والی چیزوں کو بنایا گیا اور باقی چھ دنوں میں عرش سے نیچے والے حصہ کو بنایا گیا۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث نمبر2

احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے بیان کی ہیں ایک یہ ہے کہ حضرت علی ابن الحسین (یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے) وہ اپنے باپ حضرت امام حسین سے اور وہ ان کے جد امجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں ۔کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نہیں۔

(حوالہ رسالہ نشر الطیب صفحہ نمبر 7)

مندرجہ بالا دونوں احادیث کے مفاہیم پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں۔

1- کائنات کا عرش سے نچلا وہ حصہ جس میں زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ چھ دنوں میں پیدا کیا گیا۔ اور سب سے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

2- عرش سے اوپر والے حصہ کی تخلیق کا آغاز اوپر سے ہوا تھا اور عرش سے نیچے والے حصہ کی تخلیق کا آغاز نیچے سے ہو کر اوپر عرش تک آیا تھا دونوں نصف دائروں کے آپس میں

Marfat.com

مل جانے سے مکمل دائرہ ظہور میں آ گیا۔

مذکورہ بالا دو احادیث کے مفہوم کے تناظر میں دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

1- دائرہ کائنات کی تمام اشیاء اول سے آخر تک اور اوپر سے نیچے تک چودہ ہزار سال میں پیدا کی گئیں۔

2- چونکہ پورا دائرہ کائنات چودہ ہزار سال سے کچھ زائد عرصہ میں مکمل ہوا تھا اور اس میں سے عرش سے نچلا حصہ چھ دنوں میں پیدا کیا گیا جبکہ چھ دن ہزار سال کے برابر ہیں۔ جب اس بات کا تعین ہو گیا ہے کہ نچلا حصہ چھ ہزار سال میں پیدا کیا گیا تو باقی دائرہ عرش اور عرش سے اوپر والا حصہ یقیناً آٹھ دنوں یعنی آٹھ ہزار سال میں بنایا گیا تھا دونوں کو ملا جائے تو چودہ ہزار سال شمار ہوتے ہیں۔ (سفر تخلیق میں 120 اور 121)

مندرجہ بالا حدیث نمبر 2 میں چودہ ہزار سال کا ذکر ہے اس حدیث کی ترجمانی حضور ﷺ کے ایک دیگر ارشاد سے یوں ہے۔

حدیث نمبر 3

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا) وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا

Marfat.com

رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی نہ فرشتے تھے۔ نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج، نہ چاند، نہ جن، نہ انسان پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔

1: نور کے پہلے حصہ سے قلم دوسرے حصے سے لوح تیسرے حصہ سے عرش پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ تو حصہ اول سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، حصہ دوم سے کرسی، تیسرے حصے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ پہلے حصہ سے آسمان، دوسرے حصہ سے زمین، تیسرے حصہ سے جنت و دوزخ پھر چوتھے حصہ کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ (حوالہ رسالہ نشر الطیب حل نمبر 4)

مندرجہ بالا حدیث نمبر 3 میں پیدا کی جانے والی اشیاء کو جس ترتیب سے پیدا کیا گیا وہ یوں ہے۔

1- قلم 2- لوح 3- عرش 4- عرش کو اٹھانے والے فرشتے
5- کرسی 6- باقی فرشتے 7- آسمان 8- زمین 9- جنت 10- دوزخ

نیز مندرجہ بالا حدیث نمبر 1 میں پیدا کی جانے والی اشیاء کو جن ترتیب سے باری باری پیدا کیا گیا وہ اس طرح ہے۔

1- اتوار اور سوموار دونوں دنوں میں زمین

2- منگل کے روز پہاڑ

3- بدھ کے روز درخت، پانی، سبزہ اور آبادیاں اور ویرانے، پیدا کیے نیز ان چاردنوں میں روزیاں متعین کیں۔ یعنی ہر نوع کے لیے الگ الگ روزیاں مقرر کر دیں۔

4- جمعرات کے دن آسمانوں کو پیدا کیا

5- جمعہ کے دن ستارے سورج اور چاند پیدا کیے ابھی تین ساعت باقی تھیں

Marfat.com

پہلی ساعت میں آجال (اموات)، دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈالی جس سے انسان نفع حاصل کرتا ہے تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اس کو جنت میں سکونت دی شیطان کو سجدہ کا حکم دیا آخری ساعت میں اس کو نکال دیا۔ جب مندرجہ بالا حدیث نمبر 3 اور حدیث نمبر 1 میں درج اشیاء کی تخلیق کی ترتیب کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا اور سب سے آخر میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا گویا کائنات کے وجود کو مکمل کر دیا گیا چونکہ کائنات کا وجود دائرہ کی صورت میں ہے جس کا نصف حصہ عرش سے اوپر اور نصف حصہ عرش سے نیچے کی طرف واقع ہے اور عرش دونوں کے درمیان عرضاً واقع ہے عرش سے نچلی طرف چھ دنوں میں جن اشیاء کو پیدا کرنے کا ذکر ہے وہ اوپر درج ہیں اور ان دنوں کے نام بھی درج ہیں جن دنوں میں ان کو پیدا کیا گیا تھا مگر حدیث نمبر 3 میں ان چیزوں کی تخلیق کی ترتیب تو بیان کر دی گئی ہے لیکن دنوں کے ناموں کا ذکر نہیں کیا۔

اس صورت حال کا جب جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حدیث نمبر 2 جو پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے مطابق کائنات کا دائرہ چودہ دنوں میں مکمل ہوا تھا اور وہ چودہ دن جو ہمارے چودہ ہزار سال کے برابر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چودہ (14) دنوں میں سے چھ دنوں میں وہ اشیاء پیدا کی گئی ہیں جو عرش سے نچلے حصہ میں واقع ہیں اور 8 دنوں میں وہ اشیاء پیدا کی گئی جن کا ذکر حدیث نمبر 3 میں ہے یعنی قلم، لوح، عرش، فرشتے، کرسی، جنت، اور دوزخ۔

چونکہ چھ دنوں میں اتوار، سوموار، منگل، بدھ، جمعرات، اور جمعہ شامل ہیں لیکن ہفتے کا دن شامل نہیں لہٰذا ہفتہ کے دن جو نچلے حصہ میں صرف نہیں ہوا باقی بچ گیا تھا اس دن کو بھی عرش اور عرش سے اوپر والے حصہ میں پیدا کی جانے والی اشیاء کی تخلیق میں صرف کر لیا گیا

Marfat.com

جبکہ کرسی اور جنت اور دوزخ عرش سے نیچے ہیں اور آسمانوں سے اوپر ہیں ان کو بھی ان آٹھ دنوں میں ہی پیدا کیا گیا تھا۔

جب تخلیق کی ترتیب اور دنوں کا جائزہ لیا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ عرش سے اوپر والے حصہ کی تخلیق کا آغاز بھی اتوار کے دن سے کیا گیا تھا قلم، لوح، اور عرش چھ دنوں میں پیدا کئے گئے تھے اور فرشتے اور کرسی اور جنت دوزخ دو دنوں میں پیدا کئے گئے تھے۔

1- اتوار اور سوموار کے دو دنوں میں (قلم)

2- منگل اور بدھ کے دو دنوں میں (لوح)

3- جمعرات اور جمعہ کے دو دنوں میں (عرش)

4- ہفتہ کا دن عرش سے اوپر والے حصہ سے باقی تھا اور عرش سے نچلا حصے کا باقی ایک دن ہفتہ کا دن تھا۔ ان دو دنوں میں فرشتے، کرسی، جنت اور دوزخ پیدا کیے گئے۔

عرش کی پیدائش کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ اپنے مکتوب نمبر 76 دفتر دوم میں یوں درج کرتے ہیں۔

القرآن: کان عرشه علی الماء ترجمہ: اس کا عرش پانی پر تھا۔

عرش کی پیدائش ان چھ دنوں کے علاوہ دنوں میں کی گئی تھی۔

مندرجہ بالا حدیث کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے تفکر کا راستہ کھول دیا ہے اور یہ بات اطمینان قلب کے لیے کافی ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء بتدریج چودہ ہزار سال سے کچھ زائد عرصہ میں پیدا کی گئیں۔ جس سے کائنات کا وہ دائرہ جس کو عالم اجسام کہا جاتا ہے جس کے عین وسط میں عرش ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا تھا جس سے دائرہ کائنات دوم مکمل ہو گیا نیز آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اسماء کا علم سکھایا تھا۔ اس دائرہ کائنات کے کئی نام ہیں۔

Marfat.com

i-عالم اسماء　ii-عالم اشیاء　iii-عالم اجسام　iv-عالم آفاق

v-عالم کبیر

نوٹ:

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دائرہ کبیر کے بارے میں لکھا ہے کہ عرش عظیم عالم کبیر کے عین وسط میں اس طرح واقع ہے کہ نصف اوپر کی جانب اور نصف نچلی طرف واقع ہے اور عرش دونوں کے درمیان (بطور) برزخ ہے۔ (مکتوب نمبر 76 دفتر دوم)

مندرجہ بالا عبارت میں درج واقعات اور حالات کے مطالعہ کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کائنات کی تخلیق کی مدت چودہ ہزار سال معلوم ہو چکی ہے تو پھر اس کی طبعی عمر کتنی ہے اس سوال کے حل کیلئے جب قرآن کریم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو قرآن کریم میں اس کی اس طرح وضاحت کی گئی ہے۔

القرآن:

1-انما امرہ اذا ارادشیاءً ان یقول لہ کن فیکون

2-فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون

ترجمہ: 1-(اس کے یہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے) اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز (کو پیدا کرنے) کا ارادہ فرماتا ہے اس سے کہتا ہے کہ ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے۔

2-پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار کامل ہے (اس نے تم سب کو پیدا کیا) اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔ (فیوض القرآن سورہ یٰسین 73 تا 84)

سورہ یٰسین کی مندرجہ بالا دو آیات میں پہلی آیت کا آخری لفظ فیکون ہے اور دوسری آیت کا آخری لفظ ترجعون ہے یعنی یکون کے مقابل ترجعون ہے۔

یکون کا معنی ہے ہوجا اور ترجعون کا معنی ہے واپس لوٹ جانا جب ان دونوں الفاظ کو

Marfat.com

آیات کے مفہوم کے سیاق وسباق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو عمل کن کے دو رخ واضح ہوتے ہیں جس کی مثال گھڑی کی سوئی کی حرکت کی مثل ہے جس طرح سوئی پہلے اوپر سے نیچے تک کا فاصلہ جس رفتار سے طے کرتی ہے پھر باقی کا نصف دائرہ نیچے سے اوپر کی طرف اسی رفتار سے چل کر دائرہ کو مکمل کر لیتی ہے۔ اس طرح عمل کن کے دو رخ درج ذیل ہیں۔

1- پہلا رخ (یکون) 2- دوسرا رخ (ترجعون)

وضاحت:

1- یکون:

یکون عمل کن کا وہ رخ ہے جو بلندی سے پستی کی جانب اور عدم سے وجود کی جانب جاری ہے۔

2- ترجعون:

ترجعون عمل کن کا وہ رخ ہے جو پستی سے بلندی کی جانب اور وجود سے عدم کی جانب جاری ہے۔

مفہوم:

جس رفتار سے یکون کا عمل سفر طے کرتا ہے اسی رفتار سے ترجعون کا عمل بھی سفر طے کرتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو کائنات کا نظام قائم ہی نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ گھڑی کی سوئی کی رفتار کی مثال سے واضح ہے مندرجہ بالا اصول کے تحت کائنات کے وجود کے ظہور میں آنے اور پھر لوٹ جانے کی رفتار کو سامنے رکھ کر دیکھا جاتا ہے تو پھر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح کائنات چودہ ہزار سال میں مکمل ہوئی تھی اسی طرح چودہ ہزار سال میں لوٹ جائے گی یعنی کائنات کی عمر اٹھائیس ہزار سال ہے اس طرح کائنات کی عمر کا سفر دو ادوار پر مشتمل ہے

1- پہلا دور آغاز تخلیق سے تکمیل کائنات تک

2- دوسرا دور تکمیل کائنات سے لیکر لوٹ جانے تک

وضاحت:

Marfat.com

1-پہلا دور: آغاز تخلیق سے تکمیل کائنات تک کی زندگی کے سفر سے مراد قلم کی پیدائش سے آغاز اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر کائنات کے سفر تخلیق کی تکمیل جو چودہ ہزار سال پر محیط ہے۔

2-دوسرا دور: تکمیل کائنات سے لے کر لوٹ جانے تک کی زندگی کے سفر سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی یوم ھبوط سے کائنات کے واپس لوٹ جانے کے سفر کا آغاز ہوا تھا اور قیامت کے دن مکمل تکمیل ہوگا جو چودہ ہزار سال پر محیط ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کے جس دائرہ کی عمر (28) اٹھائیس ہزار سال واضح ہو چکی ہے اس دائرہ کو عالم اجسام کہا جاتا ہے اور اس کو کوئی دوسرے ناموں سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اس دائرہ کے علاوہ کائنات کے مزید دو دائرے بھی ہیں جن میں سے ایک کو عالم ارواح اور دوسرے کو عالم دنیا کہا جاتا ہے کائنات کے ہر دائرہ کی عمر جدا جدا ہے جس کی وضاحت اپنے اپنے مقام پر بیان ہوگی اس وقت چونکہ عالم اجسام زیر قلم ہے اس لیے اس دائرہ کی عمر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے جس کو جاننا لازم ہے اس لیے کہ اس میں ہماری اپنی زندگی کا سفر پوشیدہ ہے جس کے جاننے سے ہمیں علم ہو جائے گا کہ وہ سفر کیسا ہے لہٰذا بیان کیا جاتا ہے

عالم اجسام عمر کے لحاظ سے دو حصوں پر منقسم ہے

جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- ایک حصہ جو فنا سے مستثنیٰ ہے۔ 2- دوسرا حصہ جس کیلئے فنا لازم ہے۔

وضاحت:

1-ایک حصہ جو فنا سے مستثنیٰ ہے کائنات کا وہ حصہ مراد ہے جو کل قیامت کے دن فنا کے حجاب میں نہ جائے گا بلکہ جس صورت میں ہے ویسا ہی عالم آخرت میں منتقل کر دیا جائے اور ایسا غالباً اس لئے ہوگا کہ اس حصہ میں عرش عظیم ہے جس پر الرحمٰن استوار فرما ہے اور یہ پورا

Marfat.com

حصہ دارالحکومت میں شمار ہوتا ہے تمام ارکان سلطنت اس حصہ میں موجود ہیں اور اس حصہ کو عالم امر کہا جاتا ہے حالانکہ حدیث جابر کی روشنی میں یہ حصہ بھی عالم خلق ہی میں شمار ہوتا ہے ۔اور اس لیے اس بنیاد پر عالم امر کہا جاتا ہے کہ صاحب امر (الرحمٰن) نے اس حصہ میں استوی فرمایا ہے اور کائنات کا یہ حصہ عرش اور عرش سے بالائی حصہ میں شامل ہے اور کرسی، جنت اور دوزخ جو زیر عرش ہیں وہ بھی اس میں شامل ہے۔

2- دوسرا حصہ جس پر فنا لازم ہے کائنات کے اس حصہ سے مراد عرش سے نچلا حصہ ہے جو کل قیامت کے دن فنا کے پردہ میں پوشیدہ ہو جائے گا۔اور جس کا لباس جسم اب ہے کل کے دن عالم آخرت میں ویسا ہی منتقل نہ ہوگا۔ بلکہ اس حصہ کے افراد وانواع قیامت کے دن خود کو ایک نئے جہاں میں پائیں گے اور نیا لباس جسم پر پائیں گے جو ان کا سابقہ لباس ہی ہوگا لیکن اس طرح سنوار دیا گیا ہوگا کہ واقعی نیا لباس معلوم ہوگا اور اس حصہ پر فنا وارد کرنے میں غالباً یہ حکمت واضح ہوتی ہے کہ کائنات کا یہ حصہ اپنے پروردگار (الرحمٰن) سے دور ہونے کے باعث قرب کی دولت سے محروم رہا تھا اور اس کو بقا حاصل نہ ہوئی لہٰذا فنا کے پردہ میں رکھ کر بقا کی دولت سے نوازا جائے گا پھر اس کو عالم آخرت میں منتقل کر دیا جائے گا۔یعنی یہ حصہ رعایا کی صورت میں ہے جب رعایا بھی منتقل ہو جائیگی تو اس طرح انتقال آبادی کا مرحلہ مکمل ہو جائے گا پھر ان افراد وانواع کی نئے سرے سے آبادی کا کام شروع ہوگا اور قیامت کا دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا اس دن افراد عالم کو حسب مراتب مقامات میں بھیج دیا جائے گا نیز ایسا واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی دوسری سلطنت میں داخل ہوتا ہے۔

تو وہ پہلی آبادیوں کو تہ بالا کر کے از سر نو تعمیر کراتا ہے تو گویا اس علاقہ میں کسی بادشاہ کی آمد آمد ہوگی جس کے نتیجہ میں فنا وارد ہوگی اور نئی تعمیر کا سلسلہ جاری ہوگا۔

Marfat.com

مندرجہ بالا احادیث کے مفہوم سے اخذ ہونے والے نتائج کا خلاصہ نیچے درج کیا جاتا ہے

1- نور نبی ﷺ کے پرتو سے کائنات کا وجود ظہور میں لایا گیا۔

2- کائنات کے تین دائروں میں سے دائرہ دوم کو جسے چودہ ہزار سال میں بتدریج کئی مرحلوں میں پیدا کیا گیا سب سے پہلے مرحلہ میں قلم کو اور سب سے آخری مرحلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

3- کائنات کا یہ دائرہ جو اجسام پر مشتمل ہے اس میں موجود ہر شے ایک جسم ہے تو جسم روح کے بغیر بے حس و حرکت ہوتا ہے۔

4- کائنات کے دائرہ اجسام کی عمر سے مراد اس دائرہ کی انواع کی نقل مکانی ہے یعنی اس دائرہ سے عالم آخرت میں چلے جانا مراد ہے جب کائنات کی عمر اٹھائیس ہزار سال کہا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کائنات کی اپنی تخلیق سے لے کر اٹھائیس ہزار سال پورے ہو جائیں گے تو دائرہ اشیاء کو عالم آخرت میں منتقل کر دیا جائے گا اس انتقال کا نام قیامت ہے انواع و افراد کے انتقال کو موت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے گویا (قیامت) عالم دنیا کی موت ہے۔

5- مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کے دو دائروں کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کائنات کے تین دائرے ہیں پہلا دائرہ ہے جو اصل اور حقیقی ہے دوسرا دائرہ اس کا عکس ہے جب تک اصل نہ ہو عکس نہیں ہو سکتا دائرہ اول ارواح، دائرہ دوم، اجسام اور تیسرا دائرہ دنیا ہے۔

مندرجہ بالا نتائج پر غور کرنے سے جو انکشاف سامنے آتا ہے وہ باعث حیرت ہے۔

1- انکشاف قیامت قائم ہونے میں ابھی 522 سال باقی ہیں۔

وضاحت:

یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے (12) بارہ

Marfat.com

ہزار سال بعد حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی۔

مندرجہ بالا تحقیق کی روشنی میں یہ راز روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ قیامت کے قائم ہونے میں ابھی 522 سال باقی ہیں جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک کا عرصہ	=14000 سال
حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر حضور ﷺ کی ولادت کا عرصہ نفی کیا	=12000 سال
بقایا	=2000 سال
حضور ﷺ کی ولادت سے زمانہ ہجرت تک کا عرصہ نفی کیا	=53 سال
بقایا	=1947 سال
حضور ﷺ کی ہجرت سے آج 1425 ہجری تک کا عرصہ نفی کیا	=1425 سال
قیامت کے قائم ہونے میں جتنا عرصہ بقایا	=522 سال

(کتاب سفر تخلیق ص:126)

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے القرآن۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیء

(سورہ انعام نمبر 16 آیت نمبر 38)

ترجمہ: (ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا) مفہوم یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کا ذکر اس کتاب میں درج نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرما رہے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت کا تعین نہ درج ہو یہ الگ بات ہے کہ ہماری بصیرت کی کم مائیگی ہے کہ ہم قرآن سے اس کو تلاش کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قرآن میں ہر چیز ہے اور کوئی چیز جو قرآن میں رہ گئی وہ ابد تک رہ گئی اور یہ فرماتے ہیں اگر میرے اونٹ کی رسی کھو جائے تو میں اس کتاب اللہ میں پالوں گا۔

(الاتقان فی القرآن)

Marfat.com

مندرجہ بالا عبارت میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے کرہ ارض پر نزول کے دن سے لیکر حضور ﷺ کی قدسی ولادت کے دن میں بارہ ہزار سال کا دور پایا جاتا ہے تو اب یہ معلوم کرنا درکار ہے کہ آدم علیہ السلام کس دن کرہ ارض پر تشریف لائے تھے۔ اوپر درج حدیث نمبر 1 میں بڑا واضح طور پر بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے وقت پیدا کیا گیا اسی دن تخلیق کی تمام کاروائی مکمل کر کے غروب آفتاب کے وقت جنت سے نکال لیا گیا پھر وہ رات کے اندھیرے میں کرہ ارض پر اتر آئے تھے کرہ ارض پر اگلا دن ہفتہ کا تھا اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر پہلا دن تھا اسی دن سے کیلنڈر کا آغاز کیا جاتا ہے کیلنڈر کی تیاری کے لئے اہل ہیئت جو چاند اور سورج کی گردش کے اعداد و شمار کا حساب جانتے ہیں وہ ان بارہ ہزار سالوں کو چاند کی گردش کے حساب سے کس ترتیب سے شمار کرتے ہیں اس غرض کے لئے تقویم پر لکھی گئی کتب کے مطالعہ سے جو کچھ حاصل ہوا اس کو قارئین کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔

قمری تقویم کی حسابی بنیاد:

زمین کے گرد چاند کی گردش کا نظام یکساں معیار کے مطابق ترتیب نہیں پاتا اس کی کیفیت اور گردش کا عرصہ مختلف مہینوں میں مختلف ہوتا ہے اس کی ماہانہ گردش کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت میں 14 گھنٹے تک کا فرق ہوسکتا ہے مگر کیلنڈر کی تیاری میں اس کی اوسط مدت کو مدنظر رکھا جاتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایک قمری مہینے کی اوسط مدت 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور تقریباً تین سیکنڈ ہوتی ہے

ایک قمری سال کی اوسط مدت 354 دن 8 گھنٹے 48 منٹ اور تقریباً 34 سیکنڈ ہوتی ہے

30 قمری سال کی اوسط مدت 10631 دن اور تقریباً 17 منٹ ہوتی ہے ایک خاص مدت کیلئے یہ چند منٹ نظر انداز کر کے صرف مکمل دنوں کو حساب میں رکھا جاتا ہے اس طرح قمری

Marfat.com

مہینوں اور سالوں کا ایک ایسا دور قائم ہو جاتا ہے جس کے ہر 30 سال قمری کا دور صغیر کہلاتے ہیں۔

دنوں کی تعداد کے اعتبار سے ایک دور صغیر کے سال اور مہینے دوسرے دور کے ترتیب وار انہی سالوں اور انہی مہینوں کے عین مطابق شمار ہوتے ہیں۔

ایک دور صغیر کے دنوں کی تعداد سے مکمل ہفتے جدا ہونے کے بعد پانچ دن بچتے ہیں اس طرح ایک دور سے دوسرے دور کے ایام ہفتہ میں پانچ روز کا فرق ہو جاتا ہے۔

سات ادوار صغیر مل کر 210 سال کا ایک دور کبیر بناتے ہیں جبکہ ایک اگلے دور کبیر کو ایام ہفتہ کے اعتبار سے سابقہ دور کے بالکل مطابق شروع کر دیتا ہے یوں تمام ادوار کبیر کے سالانہ کیلنڈر ایک دورے کے متماثل چلتے رہتے ہیں۔

ایک دور صغیر کی اوسط مدت کے 10631 دن شمار کر لئے جانے کے بعد تقریباً 17 منٹ زائد کا مذکورہ بالا فرق سات ادوار صغیر یعنی ایک دور کبیر میں تقریباً دو گھنٹے اور بارہ ادوار کبیر میں تقریباً چوبیس گھنٹے یعنی پورا ایک دن ہو جاتا ہے پس اس عرصہ کے بعد ایک روز کا اضافہ ضروری ہو جاتا ہے اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ 12 ادوار کبیر کے 20 [illegible] میں ایک دن کا اضافہ ایک دور اکبر کی تکمیل کرتا ہے۔ یوں ایک دور اکبر کے بعد اگلے دور اکبر کی تاریخیں ایک روز تاخیر سے شروع ہوتی ہیں۔

ایک دور صغیر کے 10631 دنوں کو 30 سال میں اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ 19 سال (عام) 354 دن سالانہ اور باقی 11 سال (لیپ) 355 دن سالانہ کے حساب سے شمار ہوتے ہیں بیشتر ماہرین تقویم دور صغیر کے تیس سالوں میں سے مندرجہ ذیل 11 سالوں کو لیپ شمار کرتے ہیں 2,5,7,10,13,16,19,21,24,26 اور 29 ہر سال کے قمری مہینوں کو ماہ اول سے بالترتیب 30 دن اور 29 دن کا شمار کیا جاتا ہے جس سے بارہ

Marfat.com

مہینوں کے ایام کی تعداد 354 ہو جاتی ہے لیپ کے سالوں میں آخری ماہ کے دن 29 کی بجائے 30 کر دیئے جاتے ہیں اس طرح انفرادی مہینوں کے ایام کی تعداد اس طرح شمار ہوتی ہے۔

محرم	30 دن	صفر	29 دن
ربیع الاول	30 دن	ربیع الثانی	29 دن
جمادی الاول	30 دن	جمادی الثانی	29 دن
رجب	30 دن	شعبان	29 دن
رمضان	30 دن	شوال	29 دن
ذی القعدہ	30 دن	ذوالحجہ	29 یا 30 دن

حسابی تقویم اور رویت ہلال

واضح رہے کہ اگرچہ قمری مہینے نئے چاند سے شروع ہوتے ہیں مگر مندرجہ بالا قواعد کا رویت ہلال کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ قاعدے صرف حساب میں اختصار اور آسانی کی خاطر ترتیب دیئے گئے ہیں تا کہ فلکیاتی توضیحات میں پڑے بغیر قمری تاریخوں کے قریب ترین درست ایام معلوم کئے جا سکیں علوم فلکیات کی رو سے رویت ہلال کے مشاہداتی معیار کا مطالبہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ جس طرح ہم ہفتے کے ایام اور شمسی تاریخیں مشرق کے ایک مخصوص مقام (180 درجہ طول بلد کے ساتھ گزرنے والی بین الاقوامی ڈیٹ لائن) سے ایک مخصوص وقت پر (رات کے بارہ بجے) شروع کرتے ہیں اور آئندہ چوبیس گھنٹوں کیلئے اس سے مغرب کی طرف واقع مقامات پر ان جگہوں کے معیاری اوقات کے مطابق ان کی یکساں مطابقت کرتے جاتے ہیں۔ قمری اعتبار سے ایسا ہونا ہر گز ممکن نہیں۔ چاند کی غیر یکساں ماہانہ گردش کے باعث ضروری نہیں کہ رویت ہلال مشرق

Marfat.com

کے کسی مخصوص مقام پر سب سے پہلے ہو۔ نیا چاند کرہ ارض کے وسطی یا مغربی حصوں میں مشرقی مقامات سے پہلے بھی نظر آ سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں ہر مہینے کی قمری ڈیٹ لائن مختلف مقامات سے شروع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں چاند دیکھے جانے کے باقاعدہ اہتمام کے باوجود کئی مرتبہ ان کی رویت ہلال میں دوسرے ممالک سے ایک روز کی تاخیر ہو جاتی ہے ان وجوہات کی بناء پر رویت ہلال کے مطابق ایک حتمی بین الاقوامی قمری تقویم تیار کرنا قطعاً ممکن نہیں لہٰذا مذکورہ بالا حسابی قاعدوں کو ہم حرف آخر نہیں بلکہ قریب ترین درست تاریخ معلوم کرنے کا ایک آسان طریقہ کہہ سکتے ہیں جس میں رویت ہلال سے ایک آدھ روز کا اختلاف بسا اوقات ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قمری مہینوں کی اصل مدت 29 دن 6 گھنٹے اور 29 دن 20 گھنٹے کے درمیان مختلف مہینوں میں مختلف ہوتی ہے۔ مگر حسابی تقویم میں ان کی اوسط مدت (29 دن پونے تیرہ گھنٹے تقریباً) کو مدنظر رکھا جاتا ہے اس کے علاوہ حساب میں سہولت کی خاطر ہر قمری سال کے مہینے ایک ہی ترتیب سے 30 اور 29 دنوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں جبکہ عملی طور پر ایسا نہیں ہوتا اس طرح معمولی سے سقم کے باوجود ان قاعدوں کی افادیت بہر حال مسلم ہے جو تحقیقی امور میں کافی ممد ثابت ہو سکتی ہے۔

دورا کبرا کا تعین:

ماہرین تقویم ہجری عیسوی تقابلی جدولوں میں ایک 210 سالہ قمری دور کبیر کا شمار سنہ ہجری کے اجراء کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔ اکثر مورخین نے اس سے متصل پہلی مدت یعنی عہد نبوی اور اس سے کچھ عرصہ قبل کی تاریخیں بھی اسی حساب سے اس سے پہلے دور کبیر کے مطابق بیان کی ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ 2520 سالہ قمری دورا کبر کا تعین کب سے کیا جائے؟ اگر اسے آغاز سنہ ہجری کے ساتھ ہی شروع کیا جائے تو جیسا کہ قبل ازیں بیان

Marfat.com

کیا جا چکا ہے کہ ایک دورا کبر کے بعد دوسرے دور کی تاریخیں ایک روز تاخیر سے شروع ہوتی ہیں زمانہ قبل ہجری کی بیان کردہ تاریخیں اس سے پہلے دورا کبر میں شمار ہونے کے باعث ایک دن کا فرق ظاہر کریں گی، اگرچہ وہ تاریخیں بھی سطور بالا میں بیان کردہ وضاحت کے مطابق رویت ہلال سے ضروری طور پر مطابقت نہیں رکھتیں مگر چونکہ ان کا تعین حسابی تقویم کے ایک مقررہ معیار کی بنیاد پر کیا گیا ہے اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ خواہ مخواہ کے حسابی الجھاؤ میں پڑنے کی بجائے ان تاریخوں کو بھی ایک ہی دورا کبر کے تحت شمار کیا جائے۔ یوں اگر آغاز سنہ ہجری سے قبل کے 2 ادوار کبیر رواں دورا کبر میں شمار کر لیے جائیں تو یہ 2520 سالہ سنہ 420 قبل ہجری سے شروع ہو کر ہجری تقویم کے اول 10 ادوار کبیر کے اختتام پر سنہ 2100 ہجری میں مکمل ہو جائے گا اس طرح اگلے دورا کبر کے لئے دن اور تاریخیں معلوم کرنے کے قاعدوں میں آسانی بھی رہے گی (اس کی تصدیق اگلے عنوان کے تحت جدولوں سے کی جا سکتی ہے) اگر اس تجویز کو قبول کر لیا جائے تو رواں دورا کبر کے آخری سال سنہ 2100 ہجری کو لیپ قرار دیا جا سکتا ہے اس طرح اگلا دورا کبر ایک دن تاخیر کے ساتھ شروع ہو گا اور سنہ 2101 ہجری کے آغاز سے 2520 سال بعد سنہ 4620 ہجری کو لیپ قرار دے کر مکمل ہو گا یوں آئندہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا

(حوالہ کتاب جوہر تقویم ص 15 تا 18)

مندرجہ بالا عبارت (جو قمری تقویم کے بارے میں ہے) میں دیئے گئے کلیات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ کے یوم ولادت تک کے 12000 بارہ ہزار سال کے کیلنڈر کیلئے دورا کبر 4 عدد دور اور کبیر 9 عدد دور صغیر 1 عدد درکار ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

Marfat.com

آدمیہ کیلنڈر

نمبر شمار	دور کی قسم	سالوں کی تعداد	آغاز کا دن	تاریخ	اگلے دور کے آغاز کے دن کا نام
1	دور اکبر	2520	ہفتہ	یکم محرم	اتوار
2	----	2520	اتوار	"----	سوموا
3	----	2520	سوموار	"---	منگل
4	----	2520	منگل	"----	بدھ
5	دور کبیر	2+0210 گھنٹے	بدھ	"----	بدھ
6	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
7	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
8	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
9	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
10	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
11	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
12	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
13	----	2+0210 گھنٹے	"---	"---	"---
14	دور صغیر	0030	"---	"---	"---
15	میزان	18+12,000 گھنٹے	"--	یکم محرم	بدھ+5دن جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار، سوموار

مندرجہ بالا اعداد و شمار کے مطابق 12001 یکم محرم کو منگل کا دن ہے جس سے نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کی ولادت قدسی کے سن کا آغاز کیا جاتا ہے۔

12001 آدمیہ یکم محرم آغاز کا دن منگل ماہ محرم کے 30 دن اور اختتام کا دن بدھ اور ماہ صفر کا پہلا دن جمعرات۔

12001 آدمیہ یکم صفر آغاز کا دن جمعرات ماہ صفر کے 29 دن اور اختتام کا دن جمعرات اور ماہ ربیع الاول کا پہلا دن (جمعہ کا) تھا۔

12001 آدمیہ = 1۔۔۔ربیع الاول بروز جمعہ

12001 آدمیہ = 8۔۔۔ربیع الاول بروز جمعہ

12001 آدمیہ = 9۔۔۔ربیع الاول بروز ہفتہ

12001 آدمیہ = 10۔۔۔ربیع الاول بروز اتوار

12001 آدمیہ = 11۔۔۔ربیع الاول بروز سوموار + 18 گھنٹے یہ یوم ولادت قدسی کا دن ہے۔سوموار

11-ربیع الاول: 12001 آدمیہ

11-ربیع الاول: 00001 میلاد

20-اپریل : 00571 عیسوی

11 ربیع الاول کا وہ دن ہے جس دن کو شرف حاصل ہوا کہ اس دن میں رحمتہ اللعالمین سید المرسلین کی قدسی ولادت کا ظہور ہوا تھا لہٰذا سن مولود 12001 آدمیہ کے ماہ ربیع الاول کی 11 تاریخ سے شمار ہوگا نیز سن ہجری کا آغاز 12053 آدمیہ کے یکم محرم سے شروع ہوگا حضرت آدم علیہ السلام سے حضور کی ولادت تک 12000 بارہ ہزار سال 2 (دو) ماہ 11 دن کا (70 دن) کا درمیانی عرصہ ہے۔

رسالت مآب ﷺ کی ولادت قدسی سے رحلت مقدس واقدس تک کا کیلنڈر تیار ہے۔

Marfat.com

کیلنڈر میلاد النبی ﷺ 01 تا 63 کا خاکہ

1	2	3	4	5	6
سن آدمیہ	سن میلاد	تاریخ قمری ماہ	نام دن	تاریخ شمسی ماہ	سن عیسوی
12001	1	11-ربیع الاول	سوموار	20- اپریل	571 =
		30-ذیقعد	جمعرات	31-دسمبر	
		01-ذوالحج	جمعہ	01-جنوری	572
12002	2	11-ربیع الاول	ہفتہ	09-اپریل	=
		11-ذوالحج	ہفتہ	31-دسمبر	=
		12-ذوالحج	اتوار	01-جنوری	573
12003	3	11-ربیع الاول	بدھ	29-مارچ	=
		22-ذوالحج	اتوار	31-دسمبر	=
		23- ذوالحج	سوموار	01-جنوری	574
12004	4	11-ربیع الاول	اتوار	18-مارچ	=
		04-محرم	سوموار	31-دسمبر	=
		05-محرم	منگل	01-جنوری	575
12005	5	11-ربیع الاول	جمعرات	07-مارچ	=
		14-ربیع الاول	منگل	31-دسمبر	=
		15-محرم	بدھ	01-جنوری	576
12006	6	11-ربیع الاول	منگل	24-فروری	=
		26-محرم	جمعرات	31-دسمبر	=
		27-محرم	جمعہ	01-جنوری	577
12007	7	11-ربیع الاول	اتوار	14-جنوری	=
		06-صفر	جمعہ	31-دسمبر	=

Marfat.com

		07-صفر	ہفتہ	01-جنوری	578
12008	8	11-ربیع الاول	جمعرات	03-فروری	=
		17-صفر	ہفتہ	31-دسمبر	=
		18-صفر	اتوار	جنوری	
12009	9	11-ربیع الاول	سوموار	23-جنوری	=
		28-صفر	اتوار	31-دسمبر	=
		29-صفر	سوموار	01-جنوری	580
12010	10	11-ربیع الاول	جمعہ	12-جنوری	=
		10-ربیع الاول	سوموار	31-دسمبر	=
		11-ربیع الاول	منگل	01-جنوری	581
12011	11	11-ربیع الاول	ہفتہ	21-دسمبر	=
12012	12	21-ربیع الاول	بدھ	31-دسمبر	=
		22-ربیع الاول	جمعرات	01-جنوری	582
12013	13	11-ربیع الاول	بدھ	10-دسمبر	=
		02-ربیع الثانی	بدھ	31-دسمبر	=
		03-ربیع الثانی	جمعرات	01-جنوری	583
12014	14	11-ربیع الثانی	اتوار	29-نومبر	=
		13-ربیع الثانی	جمعرات	31-دسمبر	=
		14-ربیع الثانی	جمعہ	01-جنوری	8
12015	15	11-ربیع الثانی	جمعہ	18-نومبر	=
		24-ربیع الثانی	ہفتہ	31-نومبر	=
		25-ربیع الثانی	اتوار	01-جنوری	585
12016	16	11-ربیع الاول	منگل	07-نومبر	=
		06-جمادی الاول	اتوار	31-دسمبر	=
		07-جمادی الاول	سوموار	11-جنوری	586
12017	17	11-ربیع الاول	ہفتہ	27-اکتوبر	=

Marfat.com

		17۔جمادی الاول	سوموار	31-دسمبر	=
		18۔جمادی الاول	منگل	01-جنوری	587
12018	18	11۔ربیع الاول	بدھ	16-اکتوبر	=
		28۔جمادی الاول	منگل	-31	=
		29۔جمادی الاول	بدھ	01-جنوری	588
12019	19	11۔ربیع الاول	سوموار	05-اکتوبر	=
		09۔جمادی الثانی	جمعرات	31- دسمبر	=
		10۔جمادی الثانی	جمعہ	01-جنوری	589
12020	20	11۔ربیع الاول	جمعہ	24- ستمبر	=
		20۔جمادی الثانی	جمعہ	31-دسمبر	=
		21۔جمادی الثانی	ہفتہ	01-جنوری	590
12021	21	11۔ربیع الاول	بدھ	13- ستمبر	=
		02۔رجب	اتوار	31-دسمبر	=
		03۔رجب	سوموار	01-جنوری	591
12022	22	11۔ربیع الاول	اتوار	02- ستمبر	=
		13۔رجب	سوموار	31-دسمبر	=
		14۔رجب	منگل	01-جنوری	592
12023	23	11۔ربیع الاول	جمعرات	22-اگست	=
		24۔رجب	منگل	31-دسمبر	=
		25۔رجب	بدھ	01-جنوری	593
12024	24	11۔ربیع الاول	سوموار	11- اگست	=
		05۔شعبان	بدھ	31-دسمبر	=
		06۔شعبان	جمعہ	01-جنوری	594
12025	25	11۔ربیع الاول	منگل	31-جولائی	=
		16۔شعبان	جمعہ	31-دسمبر	=
		17۔شعبان	جمعہ	01-جنوری	595

Marfat.com

12026	26	11۔ربیع الاول	منگل	20-جولائی	=
		27۔شعبان	جمعہ	31-دسمبر	=
		28۔شعبان	ہفتہ	01-جنوری	596
12027	27	11۔ربیع الاول	اتوار	09-جولائی	=
		09۔رمضان	اتوار	31-دسمبر	=
		10۔رمضان	سوموار	01-جنوری	597
12028	28	11۔ربیع الاول	جمعرات	28-جون	=
		20۔رمضان	اتوار	03-دسمبر	=
		21۔رمضان	سوموار	01-جنوری	598
12029	29	11۔ربیع الاول	سوموار	18-جون	=
		30۔رمضان	سوموار	32-دسمبر	=
		01۔شوال	منگل	01-جنوری	599
12030	30	11۔ربیع الاول	جمعہ	07-جون	=
		11۔شوال	منگل	31-دسمبر	=
		12۔شوال	بدھ	01-جنوری	600
12031	31	11۔ربیع الاول	بدھ	27-مئی	=
		22۔شوال	جمعرات	31-دسمبر	=
		23۔شوال	جمعہ	01-جنوری	601
12032	32	11۔ربیع الاول	اتوار	16-مئی	=
		04۔ذیقعد	جمعرات	31-دسمبر	=

اس کیلنڈر کی تیاری میں پورا ایک سال صرف ہوا۔ (حبیبی)

Marfat.com

12033	33	05-ذیقعد	جمعہ	01-جنوری	602
		11-ربیع الاول	بدھ	05-مئی	//
		15-ذیقعد	جمعہ	31-دسمبر	//
12034	34	16-ذیقعد	ہفتہ	01-جنوری	603
		11-ربیع الاول	اتوار	24-اپریل	//
		26-ذیقعد	ہفتہ	31-دسمبر	//
12035	35	27-ذیقعد	اتوار	01-جنوری	604
		11-ربیع الاول	جمعہ	13-اپریل	//
		07-ذوالحج	سوموار	31-دسمبر	//
12036	36	08-ذوالحج	منگل	01-جنوری	605
		11-ربیع الاول	منگل	02-اپریل	//
		18-ذوالحج	منگل	31-دسمبر	//
12037	37	19-ذوالحج	بدھ	01-جنوری	606
		11-ربیع الاول	ہفتہ	22-مارچ	//
		29-ذوالحج	بدھ	31-دسمبر	//
12038	38	01-محرم	جمعرات	01-جنوری	607
		11-ربیع الاول	بدھ	11-مارچ	//
		10-محرم	جمعہ	31-دسمبر	//
12039	39	11-محرم	ہفتہ	01-جنوری	608
		11-ربیع الاول	سوموار	29-فروری	//
		22-محرم	ہفتہ	31-دسمبر	//

Marfat.com

سن بعثت	12040	40	23-محرم	اتوار	01-جنوری	609
			11-ربیع الاول	جمعہ	17-فروری	//
			03-صفر	اتوار	31-دسمبر	//
01	12041	41	04-صفر	سوموار	01-جنوری	610
			9/11-ربیع الاول	سوموار	9/11-فروری	//
			09-صفر	جمعرات	31-دسمبر	//
02	12042	42	10-صفر	جمعہ	01جنوری	611
			11-ربیع الاول	سوموار	01-فروری	//
			20-صفر	جمعہ	31-دسمبر	//
03	12043	43	21-صفر	ہفتہ	01-جنوری	612
			11-ربیع الاول	جمعہ	21-جنوری	//
			02-ربیع الاول	اتوار	31-دسمبر	//
04	12044	44	03-ربیع الاول	سوموار	01-جنوری	613
			11-ربیع الاول	منگل	09-جنوری	//
05	12045	45	11-ربیع الاول	اتوار	30-دسمبر	//
			12-ربیع الاول	سوموار	31-دسمبر	//
06	12046	46	13-ربیع الاول	منگل	01-جنوری	614
			11-ربیع الاول	جمعرات	19-دسمبر	//
			23-ربیع الاول	منگل	31-دسمبر	//
07	12047	47	24-ربیع الاول	بدھ	01-جنوری	615
			11-ربیع الاول	سوموار	08-دسمبر	//
			04-ربیع الثانی	بدھ	31-دسمبر	//
08	12048	48				

Marfat.com

09	49 12049	17-ربیع الاول	ہفتہ	01-جنوری	617	
		11-ربیع الاول	بدھ	16-نومبر		
		26-ربیع الثانی	ہفتہ	31-دسمبر		
10	50 12050	27-ربیع الثانی	اتوار	01-جنوری	618	
		11-ربیع الاول	اتوار	05-نومبر		
		07-جمادی الاول	اتوار	31-دسمبر		
11	51 12051	08-جمادی الاول	سوموار	01-جنوری	619	
		11-ربیع الاول	جمعہ	25-اکتوبر		
		18-جمادی الاول	سوموار	31-دسمبر		
12	52 12052	19-جمادی الاول	منگل	01-جنوری	620	
		11-ربیع الاول	منگل	14-اکتوبر		
		30-جمادی الاول	بدھ	31-دسمبر	//	
13	53 12053	11-جمادی الثانی	منگل	01-جنوری	621	01 یکم محرم جمعہ 16 جولائی
		11-ربیع الاول	اتوار	04-اکتوبر	//	
		11-جمادی الثانی	جمعرات	31-دسمبر	//	
14	54 12054	12-جمادی الثانی	جمعہ	01-جنوری	622	02 یکم محرم منگل 05 جولائی
		11-ربیع الاول	جمعرات	23-ستمبر	//	
		21-جمادی الثانی	جمعہ	31-دسمبر	//	
15	55 12055	22-جمادی الثانی	ہفتہ	01-جنوری	623	03 یکم محرم اتوار 24 جون
		11-ربیع الاول	سوموار	12-ستمبر	//	
		03-رجب	ہفتہ	31-دسمبر	//	
16	56 12056	04-رجب	اتوار	01-جنوری	624	04 یکم محرم جمعرات 13 جون
		11-ربیع الاول	ہفتہ	11-ستمبر	//	
		14-رجب	سوموار	31-دسمبر	//	
17	57 12057	15-رجب	منگل	01-جنوری	625	05 یکم محرم سوموار 02 جون
		11-ربیع الاول	بدھ	21-اگست	//	
		25-رجب	منگل	31-دسمبر	//	
18	58 12058	26-رجب	بدھ	01-جنوری	626	06 یکم محرم ہفتہ 23 مئی
		11-ربیع الاول	اتوار	10-اگست	//	
		06-شعبان	بدھ	31-دسمبر	//	
19	59 12059	07-شعبان	جمعرات	01-جنوری	627	07 یکم محرم بدھ 11 مئی
		11-ربیع الاول	جمعہ	31-جولائی	//	
		17-شعبان	جمعرات	31-دسمبر	//	

Marfat.com

20	60	12060	18-شعبان	جمعہ	01-جنوری	628	08	یکم محرم اتوار 30 اپریل
			11-ربیع الاول	منگل	19-جولائی	//		
			09-شعبان	ہفتہ	31-دسمبر	//		
21	61	12061	29-شعبان	اتوار	01-جنوری	629	09	یکم محرم جمعہ 20 اپریل
			11-ربیع الاول	ہفتہ	08-جولائی	//		
			20-رمضان	اتوار	31-دسمبر	//		
22	62	12062	10-رمضان	سوموار	01-جنوری	630	10	یکم محرم منگل 09 اپریل
			11-ربیع الاول	جمعرات	28-جون	//		
			20-رمضان	سوموار	31-دسمبر	//		
23	63	12063	21-رمضان	منگل	01-جنوری	631	11	یکم محرم ہفتہ 28 مارچ
			11-ربیع الاول	سوموار	17-جون	//		
			01-شوال	منگل	31-دسمبر	//		
24	64	12064	02-شوال	بدھ	01-جنوری	632	12	یکم محرم جمعرات 18 مارچ
			13-ربیع الاول	سوموار	08-جون	//		
			13-شوال	جمعرات	31-دسمبر	//		

Marfat.com

آغاز تخلیق کائنات سے قیامت تک

کائنات کی عمر چودہ لاکھ سال

حقیقت حال یہ ہے کہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی تکمیل کے مراحل عالم بالا میں مکمل ہو گئے۔ تو ان کو جنت یعنی عالم بالا سے نیچے زمین پر اترنے کا حکم دیا گیا۔ تو آپ علیہ السلام زمین پر جس روز اترے تھے وہ ہفتہ (شنبہ) کا دن تھا، چنانچہ وہی دن یوم ھبوط آدم ہے اسی روز سے عالم دنیا میں انسان کی زندگی کا آغاز ہوا تھا چنانچہ آدمیہ کیلنڈر کا آغاز بھی اسی دن سے کیا گیا ہے۔

آدمیہ کیلنڈر مرتب کرنے کے لئے جو پس منظر بیان کیا گیا اس پس منظر میں عالم اجسام کی عمر اٹھائیس ہزار سال سے کچھ زائد مدت ہے۔ 28 ہزار سال در حقیقت 28 دن ہیں اور ہر دن ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ عالم اجسام کی تخلیق دو برابر برابر چودہ ہزار سال کے ادوار پر مشتمل ہے۔

چونکہ کائنات ایک کارخانہ ہے جس کی عمارت کو چودہ ہزار سال میں تیار کر دیا گیا اور باقی چودہ ہزار سال میں کارخانہ کائنات کو رواں دواں رکھا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کارخانہ کی تخلیق کا ماحصل نبی آدم کی تخلیق کو جاری رکھنا ہے۔ پہلا دور کائنات کی عمارت کی تخلیق کا دور ہے اور دوسرا دور کارخانہ کی عمارت کی تحلیل کا دور ہے جب دوسرے چودہ ہزار سال مکمل ہو جائیں گے تو کچھ عرصہ زائد گزرنے پر کائنات کا کارخانہ انسانی پیداوار دینی بند کر دے گا تو قیامت کا بگل بج جائے گا۔

جب تخلیق اور تحلیل کے اس عمل پر تفکر کیا جاتا ہے تو اس پر ایک ایسی زندہ مثال اور شہادت مل جاتی ہے جو اس کی تصدیق کرتی ہے اور وہ مثال اور شہادت کرہ ارض کے گرد آسمان میں گردش کرنے والا چاند ہے۔ جو اپنی تخلیق سے اپنے انجام تک مسلسل گردش

Marfat.com

کرنے والا ہے۔چاند کی تخلیق پہلے چودہ دنوں میں اوراس کی تحلیل دوسرے چودہ دنوں میں مکمل ہو جاتی ہے جس طرح چاند چودہ دنوں میں بتدریج مکمل ہو جاتا ہے۔اور چودہ دنوں میں بتدریج تحلیل ہو جاتا ہے اس طرح کائنات کا عالم اجسام بھی چودہ دنوں میں مکمل اور چودہ دنوں میں تحلیل ہونے والا ہے اور چاند کا یہ سفر قیامت تک ہر فرد کو بتاتا رہے گا اور یاد دلاتا رہے گا کہ کائنات کی تخلیق اور تحلیل کیسے ہونیوالی ہے۔

جب چاند جیسی کائناتی شہادت مل جائے جو ناقابل انکار ہے تو پھر یہ بات پورے وثوق سے کہی جاتی ہے کہ عالم ارواح کی عمر بھی اٹھائیس دن ہے جب کہ اس کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے اس طرح عالم ارواح کی عمر 50000 ضرب 28 یعنی چودہ لاکھ سال سے کچھ عرصہ زائد بھی۔

اللہ تعالیٰ نے دنوں کو طوالت کے لحاظ سے تین طرح پر بیان کیا ہے۔

۱۔ عالم دنیا کا ایک دن چوبیں گھنٹے برابر کے ایک شب و روز (روزمرہ کا مشاہدہ)

۲۔ عالم اجسام کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔(سورہ سجدہ ۳۲ آیت ۵)

۳۔ عالم ارواح کا ایک دن ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

(سورہ المعارج ۲۰ آیت ۷)

مندرجہ بالا تین دنوں کی طوالت آپس میں جو مناسبت رکھتی ہے وہ کچھ یوں ہے اور اگر عالم دنیا کا کوئی فرد عالم ارواح میں ایک گھنٹہ قیام کر کے واپس عالم دنیا میں آئے تو عالم دنیا میں دو ہزار چوراسی سال گزر چکے ہوں گے۔اور اگر کوئی شخص عالم دنیا سے عالم اجسام میں ایک گھنٹہ قیام کر کے واپس عالم دنیا میں آئے گا تو یہاں کم و بیش بیالیس سال گزر چکے ہوں گے۔گویا وقت گزرنے کی رفتار ہر عالم میں جدا جدا ہے جس کی مثال گھڑی کی تین سوئیاں ہیں۔

۱۔ سیکنڈ کی سوئی کی رفتار = ایک منٹ میں 60 بار چکر کاٹے گی۔

Marfat.com

۲۔ منٹ کی سوئی کی رفتار = ایک گھنٹے میں 60 بار چکر کاٹے گی۔

۳۔ گھنٹے کی سوئی کی رفتار =12 گھنٹے میں ایک بار چکر کاٹے گی۔

(از نوٹ) 12 گھنٹے میں سیکنڈ کی سوئی کے چکر 60 X 60 X 12 = 43200 تنتالیس ہزار دو سو چکر سیکنڈ کی سوئی اور ایک دن (چوبیس گھنٹوں) میں 86400 بار چکر کاٹتی ہے۔

گھڑی کی سوئیوں اور کائنات کی سوئیوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے فرق درج ذیل ہے۔

۱۔ گھڑی کی تین سوئیاں ایک ہی دائرہ پر چکر کاٹتی ہیں اور ان کا مرکز بھی ایک ہوتا ہے۔

۲۔ کائنات کی تین سوئیوں کے مرکز بھی جدا جدا ہیں۔ عالم دنیا کی سوئی کو سیکنڈ والی اور عالم اجسام کی سوئی کو منٹ والی سوئی اور عالم ارواح والی کو ایک گھنٹے والی تصور کر لیا جائے تو جب تینوں سوئیاں اپنے اپنے دائرہ کے بنیادی نقطہ پر ایک ہی وقت پر پہنچ جائیں گی تو عالم دنیا پر فنا وارد ہو جائے گی قیامت کا بگل بج جائے گا۔

سکالرز اور سائنسدانوں کی عدالت میں

تمام مذہبی سکالرز اور سائنسدانوں کی عدالت میں نہایت احترام کے ساتھ کائنات کی تخلیق اور کائنات کی حیات کا مقدمہ پیش کرنا چاہتا ہے اور اپنے موقف کو جو کائنات کی حیات کے بارے میں ہے اس کے حق میں چند دلائل پیش کرتا ہے تاکہ آپ کو فیصلہ کرنے میں کم سے کم دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے۔

مقدمہ:

تخلیق اول اور تخلیق کائنات کے اوقات میں بہت بڑا بعد پایا جاتا ہے۔ تخلیق اول کا عمل اس وقت شروع ہوا تھا جب امر کن سے نور نبی کو پیدا کیا اور کائنات کی تخلیق کا عمل تخلیق اول کے بے شمار زمانوں کے بعد شروع ہوا دونوں کی تخلیق کے دوران جو کچھ

Marfat.com

ہوااس کو نیچے بیان کیا جاتا ہے۔

جب نور نبی ﷺ کو سب سے پہلے پیدا کیا تو اس کے بعد مدت دراز تک وہ ایک فضا میں سیر کرتا رہا ہے جس میں کائنات کی کوئی دوسری شے موجود نہ تھی اور سب سے پہلی مخلوق کو حضور ﷺ نے (اپنا نور) قرار دیا ہے۔ جب وہ نور سیر کی مدت پوری کر چکا اس وجود کو اللہ تعالیٰ نے نجم کے نام سے متعارف کرایا۔ جس کا ذکر سورہ نجم میں ہے سورہ نجم میں تخلیق کی جس داستان کو بیان کیا ہے اس کا آغاز اسی وقت سے ہوا تھا جب نجم ﷺ سیر سے فارغ ہو گئے تھے۔

جب نجم سیر گاہ کی سیر سے فارغ ہو گئے تو اس کے بعد سورہ نجم میں نجم ﷺ کے پہلے سفر معراج کا ذکر یوں ہے۔ اذھویٰ یعنی جب نجم نے اس وسیع وعریض فضائے بے آباد سے اللہ تعالیٰ کے حرم ناز کی طرف عروج فرمایا۔ تو پہلا معراج ھوی کہلایا اس معراج میں کیا کیا معاملات وواقعات پیش آئے ان کو بیان کرنے کا یہ موقع نہیں یہاں اس موقع کی مناسبت سے بیان کیا جاتا ہے۔

اس سفر معراج میں نجم ﷺ بصورت طالب اور اللہ تعالیٰ مطلوب ہے۔ بارگاہ مطلوب میں نجم ﷺ نے حاضر ہونے کے دوران جن آداب وتسلیمات کو جنم دے کر زندگی عطا کی اوران تمام آداب تسلیمات کو اس عالم دنیا میں طالب پر فرض قرار پائے اور اگر کوئی طالب کوتاہی یا سستی کا شکار ہو جائے تو حاضری کے معیار پر پورا نہ اترا ان آداب وتسلیمات کی قبولیت کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نجم ﷺ کی ہر ہر ادا پر قسمیں اٹھا رکھیں۔

قابل توجہ:

اللہ تعالیٰ مطلوب ہے اور نجم طالب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے طالب کی ہر ادا کی قسمیں اٹھاتا ہے کاش میرا قلم کسی اچھے ادیب کے ہاتھ میں ہوتا تو ان عبارتوں کو اعلیٰ ترین الفاظ میں

Marfat.com

ادا کرتا۔ مذکورہ بالا آداب کو اس لئے لکھا جاتا ہے تاکہ عالم دنیا میں ہر طالب اپنے مطلوب کی بارگاہ میں حاضری کے لئے ادا کرتا رہے۔

(نوٹ)

جن آداب وتسلیمات کو نیچے لکھا جاتا ہے ان تمام آداب کی زندہ مثال مرشد کریم سید السادات حضرت حبیب اللہ صاحب قدس سرہ کی صحبت میں پائے جن کا متواتر 10 سال 1951 سے 1961 تک مشاہدہ کرتا رہا۔ (مولف حبیبی)

1- **والنجم**: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نجم کے وجود کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

2- **اذھویٰ**: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نجم کے شوق وصل کی قسم اٹھائی ہے۔

جو پیکر شوق وصل تھا وہ مجسم طلب تھا، جس کا پیکر سوائے آرزو مطلوب ومقصود کچھ نہ تھا۔ اس حال میں وصل کے لئے جو بے تابی اور وارفتگی تھی اس کی قسم اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھی۔

3- **ماضل**: ضلالت کا تعلق باطن سے اور یہاں مراد باطنی توجہ ہے تو نجم ﷺ نے جب عالم اسماء وصفات اور شانوں کو عبور کرنے کے دوران تو آپ کی توجہ شریف ی اسم، صفت اور شان کی طرف مبذول نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نجم ﷺ کے اس انداز سفر اور آداب سفر کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

4- **صاحبکم**: اس موقعہ پر مخلوق تو نہ تھی۔ اللہ کے اسماء وصفات تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہوگا۔ یہ میرا محبوب اور تمہارا آقا ہے اللہ نے یہاں اپنے محبوب کی پھر قسم اٹھا رکھی ہے۔

5- **وماغوی**: غویٰ کا تعلق ظاہر سے ہے چنانچہ صاحبنا ﷺ نے جس طرح اپنی توجہ اپنے مطلوب ومقصود سے ادھر ادھر نہ کی اسی طرح آپ کی نگاہ نے بھی ادھر ادھر نہ دیکھا اللہ تعالیٰ نے ان اداؤں کی بھی قسم اٹھا رکھی ہے۔

6- **وماینطق عن الھویٰ**: اس آیت میں خاص بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ لفظ ھویٰ

Marfat.com

دوسری بار استعمال ہوا۔ پہلی بار اذھویٰ تھا اور دوسری بار عن الھویٰ ہے اور یہاں ھوی کے ساتھ الف اور لام کا اضافہ ہے جو ''ھویٰ'' کو نکرہ سے معرفہ بناتا ہے تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پہلے ھوی کے وقت نجم ﷺ ہمہ تن، ظاہر و باطن خود شوق وصل میں اپنے محبوب کی طرف روانگی کیلئے بیقرار و بیتاب تھا۔ لیکن جب بارگاہ مقصود میں حاضر ہوا اس کے باطن سے تمام خواہشات اس طرح رخصت ہوئیں کہ کوئی خواہش باقی نہ رہی (تمام خواہشات سے پاک ہوا) پہلا ھویٰ کمال عروج کا مظہر اور دوسرا ھویٰ کمال نزول کا مظہر ہے اور جب باطن میں ایسا عظیم خلا پیدا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس ادا کی قسم اٹھا رکھی۔

7-ان ھوی الا وحی یوحیٰ: یہ قانون قدرت ہے کہ خلا کو خلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ خلا کا پر ہونا لازم ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (صاحبکم) کے پیکر میں جو خلا پیدا ہوا تھا اس خلا میں وہ سب کچھ منتقل ہو گیا جو کچھ اللہ چاہتا تھا گویا جو کچھ باری تعالیٰ عطا کرنا چاہتا تھا وہ خود بخود صاحبکم کے پیکر میں منتقل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس موقع اور اس ادا کی بھی قسم اٹھا رکھی ہے ۔ یہ ایسا موقع ہے جس میں طالب و مطلوب ایسے مقام پر روبرو ہیں کہ تیسرا کوئی شریک نہیں اور یہاں کسی اسم وصفت اور فرشتہ کی گنجائش نہیں۔

8-علمہ شدید القویٰ: سورہ نجم کی پہلی آیت میں نور نبی کو نجم قرار دیا گیا اور دوسری آیت میں صاحبکم قرار دیا گیا۔ اور اس موقع پر نجم کی بجائے ''صاحب'' ہے بلکہ دوسری آیت کے لفظ ما غوی کے وقت سے ہی صاحب تھے ۔ یہ ایسا جملہ ہے جو اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے ''صاحب'' ﷺ کو تعلیم اور تربیت دی گئی اور تعلیم و تربیت سے مراد یہ ہے جب کسی شاگرد کو تھیوری پڑھائی جاتی ہے تو اس کے بعد عملی طور پر یعنی پریکٹیکل ٹریننگ بھی دی جاتی ہے تو ''علمہ'' سے مراد یہ ہے کہ ہمارے آقا ﷺ کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹریننگ بھی دی گئی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی شے تھی جس کا پہلے علم اور پھر اس کو تیار کرنے کی

Marfat.com

تربیت دی گئی؟

9-ان ھوی الاوحی یوحیٰ: اس آیت میں ہمارے آقا ''صاحب'' کو ان کی تخلیق کی معرفت اور جو کچھ مستقبل میں ہونے والا ہے وہ سب کچھ منتقل کر دیا گیا۔ (یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے سب کچھ میں کیا کچھ تھا؟)

10-علمہ شدید القویٰ: اس آیت میں ہر اس امر کی تعلیم و تربیت دی گئی جو کچھ منتقل کیا گیا ۔مندرجہ بالا سورہ نجم کی آیات میں نجم کو ''صاحب'' قرار دیا گیا اور ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تعلیم و تربیت کے بارے میں بتایا گیا۔ چونکہ آقا ﷺ کو اپنی ذات کی معرفت و علم اور عمل کے مراحل سے گزارا گیا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہلی خلعت فضیلت کو ان ھوالاوحی یوحی کے موقع پر اور دوسری خلعت فضیلت ''علمہ شدید القوی'' کے موقع پر عطا فرمائیں۔

صاحبنا کی پہلی خلعت کو حقیقت احمدی اور دوسری خلعت کو حقیقت محمدی سے سرفراز کیا۔ اس طرح صاحبنا ﷺ روح کی صورت میں آگئے اور روح کی تخلیق کا عمل مکمل ہو گیا اس کے بعد دوسرا دور شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں رسالت مآب ﷺ کے روح نے اپنے لئے اپنے قالب کو جنم دیا جس کا ذکر سورہ نجم کی آیت 6 (ذومرۃ فاستوی) میں ہے۔

11- ذومرۃ فاستوی: اس آیت میں جو راز پوشیدہ تھا وہ یہ ہے۔

ذومرۃ: لفظی معنی دو رسیوں کو آپس میں بٹنے کا ہے تاکہ مضبوط رسی تیار ہو جائے اور حقیقی معنی کسی کے گرد چکر کاٹنا ہے یا طواف کرنا ہے جیسے حج کے موقع پر خانہ کعبہ کے گرد سات چکر کاٹے جاتے ہیں اسی طرح رسالت مآب ﷺ کے روح کی جب تعلیم و تربیت مکمل ہو گئی تو اس نے ذات باری تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے جلوہ ذات کے گرد سات چکر کاٹ کر طواف کیا تھا اس سات چکروں کے دوران روح کے باطن سے محبت کی لہریں جو ایک نور کی صورت میں تھیں نکل کر جلوہ ذات کے گرد اس طرح لپٹ گئیں کہ جلوہ ذات کو مستور کر لیا

Marfat.com

۔حتی کہ سات پرتوں کی نوری چادر نے جلوہ ذات کو ڈھانپ لیا۔پس وہ نوری چادر جو سات پرتوں کا مجموعہ بصورت قالب بن گئی اور نا معلوم عرصہ تک جلوہ ذات کے ساتھ رہا ہے۔حتی کہ وہ اسی لئے مضبوط (استویٰ) پکڑ لیا وہ نوری ھیولا بصورت قالب قائم ہو گیا۔اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے کہ قالب کتنے عرصہ میں صاحب استویٰ ہوا تھا۔

12-وھو بالافق الاعلی: اس آیت میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب روح نے قالب کو جنم دینے کے بعد نزول کیا اور پھر اسی فضا میں واپس آیا تو وہ جس مقام پر جلوہ گر ہوا اس مقام کو افق اعلیٰ قرار دیا گیا۔

13- ثم دنی فتدلیٰ: اس آیت میں لفظ (ثم) سے مراد رسالت مآب ﷺ کے روح کا اسی طرف عروج کر جانا ہے جس طرف سے پہلے نزول کر کے مقام افق اعلیٰ پر جلوہ گر ہوا تھا۔

تشریح:

الف: دنی سے مراد کسی نیچے والے مقام (افق اعلیٰ) سے کسی بلند مقام کی طرف عروج کیا چونکہ افق اعلیٰ مقام حرم ناز سے بہت ہی زیادہ نیچے ہے وہ اس طرح کہ حرم ناز سے نیچے اللہ تعالیٰ کی شانوں کے جہان ہیں پھر ان کے نیچے اللہ تعالیٰ کی مجموعی صفات کے جہان ہیں پھر ان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے اسماء کے جہان ہیں پھر ان کے نیچے عالم ارواح پھر اس کے نیچے عالم اجسام پھر اس کے نیچے عالم دنیا ہے۔

مقام افق اعلیٰ وہ مقام ہے جو عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان واقع ہے اور یہی وہ مقام ہے جس پر روح رسالت مآب ﷺ آ کر جلوہ گر ہوئی۔پھر نا معلوم کتنے عرصہ کے بعد روح نے مقام افق اعلیٰ سے عروج فرمایا تھا؟

تشریح:

ب: فتدلیٰ: اس جملہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب روح نے نیچے سے اوپر کی طرف عروج کیا

Marfat.com

تو اوپر حرم ناز سے تدلّٰی (قالب رسالت مآب ﷺ) نے نزول فرمایا۔ اسی طرح دونوں نوری وجود ایک دوسرے کی طرف جوشِ وصل میں لپکتے ہوئے آگے بڑھتے گئے تو جس مقام پر دونوں کا اتصال (ملاپ) ہوا اس مقام کو (افق مبین) کے نام سے موسوم کیا گیا۔ عرف عام میں اسے عرش اعظم کہا جاتا ہے اسی عرش اعظم پر روح اور قالب کے ملاپ سے انسان اول یعنی سید الانبیاء احمد ﷺ کا وجود قائم ہو گیا۔

14- قاب قوسین: اس آیت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقع پر دو قوسین کہاں سے وجود میں آ گئی تھیں حقیقت حال یہ ہے چونکہ قالب اور روح دونوں نوری وجود ہیں جب روح نے عروج کرنا شروع کیا او قلب (تدلّٰی) نے نزول کرنا شروع کیا تو دونوں کے وجودوں سے نوری شعاعوں کے دائرے، ان کے گرد ظہور میں آتے گئے جو دو قوسوں کی صورت میں تھے۔ ایک طرف قالب اور روح ملے تو سید الانبیاء احمد ﷺ کی تخلیق واقع ہو گئی تھی تو دوسری طرف دو قوسوں کے ملاپ سے نوری شعاعوں کا ایک دائرہ ظہور میں آ گیا تھا وہ نوری دائرہ ہی عالم ارواح ہے جو کائنات کا دائرہ اول ہے گویا دائرہ کائنات اول وجود احمد ﷺ سے مشتق ہوا تھا گویا وجود احمد نے عالم ارواح کو جنم دیا تھا۔

نوٹ: چونکہ سورہ نجم کی قرآن کریم میں کمر کی ریڑھ کی حیثیت ہے اور ریڑھ ہی اوپر دماغ سے نیچے پاؤں تک انسانی جسم کی تخلیق کا سفر طے پاتا ہے۔ لہٰذا نور نبی کی تخلیق کا سفر جو بلندی سے شروع ہوا تھا اور کرہ ارض پر مکمل ہوا تھا اس کی داستان کا اجمال جو نجم کی سیر کے بعد کا دور کا سفر تخلیق کی ترجمان ہے۔

سورہ نجم پر قلم کو اٹھانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے قالب کی تخلیق کے دور کا تعین ہو سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ راقم کی اس جرات کو قبول فرمائے اور اگر خطا ہے تو معاف فرمائے رسالت مآب ﷺ کی شان کے خلاف ادب کوئی

Marfat.com

بات سرزد نہ ہونے پائے۔ آمین!

حدیث جبرائیل علیہ السلام

1- رسالت مآب ﷺ کے قالب کی تخلیق اور اس کے استویٰ کے عمل سے جو کچھ واضح ہوتا ہے اسکے مطابق حضور ﷺ نے اپنے قالب کو ''کوکب'' قرار دیا ہے۔

2- اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضور ﷺ بصورت ''کوکب'' تھے اس دور میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق واقع ہوئی تھی۔

3- حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو بصورت کوکب بہتر ہزار بار دیکھا اور ہر بار ستر ہزار سال بعد دیکھا اس طرح کل مدت 70000 ضرب 5040000000=72000 پانچ ارب چار کروڑ سال تک دیکھا تھا اور حضور ﷺ اس سے پہلے موجود تھے۔

4- حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق کے وقت کا تعین درکار ہے کہ وہ کائنات کی تخلیق سے قبل پیدا کئے تھے یا بعد میں اور وہ دور ''کوکب'' تھا۔

5- حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اے جابر! سب چیزوں سے پہلے جس شے کو پیدا کیا گیا وہ تیرے نبی کا نور تھا۔

6- ایک دیگر حدیث میں یوں ہے جب کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بنایا تو میں اللہ کے حضور ایک نور تھا۔ میرے نور کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بحیثیت نور کتنے درجات ہیں۔ جس کا جواب تلاش کرنے کے لئے ہمیں کائنات کی تخلیق کی ترتیب کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ جس کیلئے درج ذیل عبارت لکھی جاتی ہے۔

الف: عالم دنیا کا ایک دن چوبیس گھنٹے = ایک روز و شب (روزمرہ کا مشاہدہ)

Marfat.com

ب: عالم اجسام کا ایک دن عالم دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔(سورہ السجدہ)

ج: عالم ارواح کا ایک دن عالم دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔(سورہ المعارج)

جب مندرجہ بالا تین ایام کی طوالت کے فرق کے تناظر میں سفر تخلیق کے مختلف ادوار کی طوالت کیسی ہوگی وہ اس لئے کہ عالم دنیا کا کوئی فرد عالم ارواح میں ایک گھنٹہ کے لئے چلا جائے تو واپس آنے پر کم وبیش اکیس صدیاں گزر چکی ہوں گی۔اور اگر عالم اجسام میں ایک گھنٹہ گزار کر واپس آئے گا تو عالم دنیا میں کم وبیش بیالیس سال گزر چکے ہوں گے۔جب اس نسبت وتناسب کے تناظر میں ان حدود کو دیکھا جائے جو کائنات کی تخلیق کے قبل کا دور تھا جس میں وقت کے پیمانے نہ تھے اور وقت کے پیمانے چاند اور سورج ہیں جو اس دور میں موجود نہ تھے جس دور میں جبرائیل کو پیدا کیا گیا۔

جب کائنات کی حدود کے اندر تین دنوں کی طوالت جدا جدا ہے اور جب اس طوالت کے فرق کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ کائنات کی حدود سے باہر اور وراء فضا موجود ہے جو کائنات کی تخلیق سے پہلے موجود تھی جس میں نور نبی بے شمار زمانوں تک سیر کرتا رہا اس وسیع وعریض فضا میں اوقات کی طوالت کا اندازہ کیسے کر سکتے ہیں۔

پھر وہ دور جو نور نبی کی سیر کے بعد کا دور ہے جس میں قالب (کوکب) کو بنایا گیا اس دور کی طوالت کس قدر رہو گی عین ممکن ہے کہ دور کوکب کا ایک گھنٹہ کی طوالت 72000 سال کے برابر ہو۔اگر ایسا ہو گا تو دور کوکب میں کم وبیش 9 سال گزرے ہوں گے گویا 70000 ضرب 72000=5040000000 پانچ ارب چار کروڑ سالوں سے بھی زیادہ وقت گزر چکا ہوگا۔

اس طرح اگر دور نجم کے وقت کی طوالت کا اندازہ کیا جائے تو وہاں کی طوالت عین ممکن ایک منٹ (72000) بہتر ہزار سال کے برابر ہوگا اور یہ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ

Marfat.com

تمام اہل نظر جب امر کن کے نفاذ کے لمحہ یا نقطہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس میں نہ ماضی ہے اور نہ ہی مستقبل جو کچھ ہے حاضر ہے حال ہے۔ چنانچہ باکمال اہل نظر اسی ایک نقطہ سے کسی فرد کی پوری زندگی کے احوال و معاملات کا مشاہدہ فرما لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت کے تناظر میں پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ کائنات کی عمر چودہ لاکھ سال سے کچھ زائد ہے اور یہ بات بھی ذہن قبول کر لیتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ''دور کوکب'' میں واقع ہوئی تھی اور اس پر ایک اور دلیل ہے کہ مخدوم سے پہلے خادم کا ہونا لازم ہے۔ چنانچہ رسالت مآب ﷺ کے اس وجود احمد سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ جس وجود کی خبر حضور ﷺ نے یوں دی ہے۔

حدیث: کنت نبیا و ادم بین الماء والطین

ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

مندرجہ بالا سطور میں حضور ﷺ کی تخلیق کے سفر کے جن مراحل کا ذکر کیا گیا۔ اس کی ترتیب اور خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ پہلا دور: ارواح کی روح کی تخلیق و تربیت کا دور (دور نجم)

۲۔ دوسرا دور: قالب اور اس کے استویٰ کا دور (دور کوکب)

۳۔ تیسرا دور: سید الانبیا احمد مجتبیٰ کی تخلیق اور اس سے کائنات کے دائرہ اول کی تخلیق اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا دور۔

مندرجہ بالا تیسرے دور کی ترجمان سورہ نجم کی آیات 7,8,9 ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

سید الانبیاء احمد مجتبیٰ کی تخلیق کے آغاز سے پہلے کے ادوار میں وقت کو شمار کرنے والے پیمانے موجود نہ تھے اس لئے ان ادوار کی طوالت ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عالم ارواح اور عالم اجسام کی تخلیق کے دوران چاند اور سورج موجود تھے جواباً عرض ہے چاند اور سورج اس وقت موجود نہ تھے ان کو اس وقت پیدا کیا گیا

Marfat.com

۔جب کائنات کی تخلیق کا کام مکمل ہوا چاہتا تھا۔ کارخانہ کائنات کی عمارت مکمل ہوا چاہتی تھی اور کارخانہ کو رواں دواں رکھنے والے انسان کی تخلیق باقی تھی تو انسان دوم کو سورج کی روشنی میں پیدا کر دیا گیا تو کائنات مکمل ہو گئی۔ لہٰذا انسان دوم کی تخلیق کے بعد شب و روز شمار ہونے لگے۔ پوری کائنات کو اندھیرے (تاریکی) میں پیدا کیا گیا تھا۔ عالم اجسام اور عالم ارواح کے ایام کو تصور کیا جاتا ہے نہ کہ واقعی شب روز تھے مندرجہ بالا عبارت کے تناظر میں جب دیکھا جاتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ''دور کوکب'' میں واقع ہوئی تھی جو سید الانبیاء احمد مجتبیٰ کے اولین خادم ہیں۔

ستر ہزار حجابات

اہل علم و فضل حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ستر ہزار حجابات میں مستور ہے اور حضور ﷺ جب عالم دنیا میں موجود تھے تو فرمایا میں ستر ہزار پردوں میں مستور ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے اقوال پر غور کیا جاتا ہے تو ایسا واضح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ بلند مقام پر ہے جسے حرم ناز کہا جاتا ہے اور جو سب سے نیچے مقام ہے جو عالم دنیا کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے اس کو ''حرم نیاز'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے جہاں جناب محمد ﷺ جلوہ گر ہیں گویا دونوں مقامات حرم ناز اور حرم نیاز کے درمیان ستر ہزار حجابات ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے کوکب ﷺ کو چوتھے حجاب میں دیکھا تھا اور یہ حجاب بلندی سے پستی کی جانب نزول کے وقت کا ہے۔

واللہ اعلم وہ چار حجابات کون کون سے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ دور کوکب چوتھا حجاب ہے۔

دیگر مسئلہ

نور نبی ﷺ کے درجات / مراتب ﷺ

سب سے پہلی تخلیق نور نبی ﷺ ہے جو بتدریج نزول کرتا ہوا آخری منزل کرہ ارض پر پہنچا

Marfat.com

تھا۔ وہ نوری وجود ہر منزل پر کائناتی اور نوری حجابات میں مستور ہوتا رہا حتیٰ کہ کرہ ارض پر پہنچنے پر ستر ہزار حجابات میں مستور تھا۔

نور نبی ﷺ کے نزول کی خاص خاص منازل پر جن نوری حجابات میں مستور ہوتا گیا ان کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

۱۔ نور نبی (حقیقت محمودی) یا نجم ہے۔

۲۔ حقیقت احمدی کا حجاب (خلعت) پہنائی گئی حقیقت احمدی کہلایا۔

۳۔ حقیقت احمدی کو جب حجاب (خلعت حقیقت محمدی سے سرفراز کیا گیا تو حقیقت محمدی کہلایا۔ یہ تین درجات نور ہی نور ہیں۔

۴۔ حقیقت محمدی (روح محمدی) کے لئے قالب کو بنایا گیا اسے حقیقت محمدی کے باطن سے پیدا کیا گیا جسے قرآن میں تدلیٰ قرار دیا ہے درحقیقت قالب ہی ''کوکب'' تھا جس کی زیارت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بہتر ہزار بار کی تھی گویا جبرائیل علیہ السلام دور کوکب کی پیدائش ہیں۔

۵۔ جب نجم اور کوکب یعنی روح قالب کا ملاپ ہوا تو رسالت مآب ﷺ کا وجود احمد ﷺ ظہور میں آ گیا۔ چونکہ دنا (روح) اور قالب (تدلیٰ) دونوں نوری وجود ہیں لہٰذا احمد ﷺ مجسم نور ہیں۔

۶۔ جب (دنیٰ) نے نچلے مقام افق اعلیٰ سے عروج فرمایا اور اوپر کے مقام سے تدلیٰ نے نزول فرمایا تو دونوں جس مقام پر مل گئے روح نے قالب کو برقع کی طرح اوڑھ لیا اور قالب نے روح کو اپنے اندر اسی طرح چھپا لیا کہ برقعہ کو روح کے وجود پر ہی دیا گیا ہو۔

اس صورت میں روح سے قوس دنا اور قالب سے قوس تدلیٰ شعاعوں کی صورت میں نکل کر اپنے اپنے گرد روشن نوری حلقہ قائم کیا جو دو قوسوں کا مجموعہ تھا جونہی روح اور قالب آپس میں

Marfat.com

ملے۔اسی لمحہ عالم ارواح کا دائرہ ظہور میں آ گیا۔اس طرح دائرہ کائنات اول کا مرکزی مقام (نقطہ) احمد ﷺ کا وجود ہے۔دائرہ کائنات اس کے گرد محیط ہے۔

۷۔ جب کائنات کے دائرہ اول عالم ارواح کے عکس معکوس کو ظہور میں لایا گیا تو وہ بھی دائرہ کی صورت میں عالم اجسام تشکیل پا گیا جب دائرہ عالم اجسام قائم ہو گیا تو سب سے آخر میں وجود احمد ﷺ کے عکس معکوس آدم علیہ السلام کے وجود کو پیدا کیا گیا۔

۸۔ آدم علیہ السلام کا وجود جو اربعہ عناصر کا جامع تھا جب اس میں احمد ﷺ کو داخل کیا گیا تو اس نوری وجود کو لباس آدمیت میں مستور کر دیا گیا تو آپ ﷺ کو بشر کے نام سے متعارف کرایا جب کہ تمام عناصر اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کے ظلال در ظلال ہیں جو نور ہیں روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

درجات

(1) نور نبی ﷺ جسے نجم اور حقیقت محمودی کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے

(2) حقیقت احمدی نور (3) حقیقت محمدی نور

(4) قالب (کوکب) نور (5) احمد ﷺ نور ہی نور

(6) محمد ﷺ نور لباس بشریت میں مستور (7) محمود ﷺ نور علا نور

نجم اور کوکب میں فرق

قرآن کریم کی سورہ نجم میں روح رسالت مآب ﷺ کو "نجم" قرار دیا ہے اور حدیث جبرائیل میں حضور اقدس نے قالب کو "کوکب" قرار دیا ہے۔

۱۔ نجم وہ تارہ ہے جو خود روشن اور دیگر ستاروں کو روشن کرنے والا ہو۔

۲۔ کوکب وہ ستارہ ہے جو خود روشن نہ ہو وہ نجم کی روشنی سے روشن ہونے والا ہو۔

سورہ نور میں کائنات یعنی آسمانوں اور زمین کا روشن کرنے والا "اللہ نور" ہے۔

Marfat.com

چونکہ سورہ نور میں ارض وسماء کو روشن کرنے والا اللہ کا نور ہے چونکہ ارض سماء سے مراد کائنات ہے جسے کوکب قرار دیا گیا۔ لہٰذا کوکب وہ ستارہ ہے جو دوسرے وجود کی روشنی سے روشن ہونے والا ہے۔ (بحوالہ استفسارات در اسرار حبیب ص184)

(نوٹ) کائنات کا ڈھانچہ (قالب درحقیقت رسول ﷺ وجود کے کا عکس و تفصیل ہے اور روح رسالت مآب ﷺ سے روشن ہے گویا کائنات قالب اور روح کا مجموعہ ہے۔

(نوٹ) روح تین پرتوں کا جامع ہے اور قالب سات پرتوں کا مجموعہ ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء ان دو بنیادوں پر قائم ہیں۔ کچھ چیزیں تین تین پرتوں اور کچھ چیزیں سات سات پرتوں کی جامع ہیں۔

روح کی بنیاد پر قائم اشیاء تین انسان، کائنات کے دائرے تین، ایام تین، آئین تین، میثاق تین، معراج تین، وغیرہ اور قالب کی بنیاد پر قائم ہونے والی اشیاء سات آسمان، زمین کے سات طبق، قرآن کی سات منازل، سورہ فاتحہ کی آیات سات، قرآن کے حروف 28 ہیں۔ جو سات پر تقسیم ہوتے ہیں، چاند کی زندگی 28 ایام جو سات پر تقسیم ہوتے ہیں، ہفتہ کے دنوں کی تعداد وغیرہ۔

تحریر: فضل احمد حبیبی عظیمی

نور علی نور فاؤنڈیشن

فضل پلازہ بالمقابل مسجد گلزار مدینہ گجرات

0322-6414463

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصہ اسرار تخلیق احمد صلی اللہ علیہ وسلم و کائنات

کارخانہ کائنات کی عظیم عمارت کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اعجاز ہے۔ کائنات کو اس لئے بنایا گیا کہ اس سے بنی آدم کی پیداوار (PRODUCTION) حاصل کی جائے، چنانچہ ایک شب و روز میں جتنی تعداد میں انسانی بچے پیدا ہوتے ہیں وہ کارخانہ کائنات کے ایک دن کی پیداوار ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور تا قیامت ایک جاری رہے گا۔

بنی آدم جس کی پیدائش کا مقام کرہ ارض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی آبادی کیلئے اس کرہ ارض کو پسند فرمایا۔ یہ کرہ ارض کائنات میں کہاں واقع ہے؟

کرہ ارضی کائنات کے تمام طبقات (منازل) سے نیچے ہے۔ یعنی سب سے نیچے ہے کرہ ارض کو قرآن میں اسفل سافلین کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ اسفل سافلین کا لفظ سورہ والتین کا حصہ ہے۔

بنی آدم جو کائنات کی سب سے نچلی منزل میں اپنی عارضی زندگی گزارنے کا پابند ہے۔ اس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جس کا اصل مفہوم اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ چونکہ بنی آدم کو حضرت آدم کے گھر پیدا کیا۔ اور حضرت آدم کو بغیر والدین کے براہ راست کائنات کے بطن سے پیدا کیا تھا۔ لہٰذا بنی آدم کو دعوت فکر دی گئی کہ وہ اس بات پر تفکر کرے کہ اسے اور اس کے باپ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح اور کس مقصد کیلئے پیدا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کس طرح اور کس مقصد کیلئے پیدا کیا تھا۔ جن الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے نبی آدم کو رسالت مآب ﷺ کی وساطت سے دعوت دی ہے۔ وہ یوں ہے۔

القرآن: اقراء باسم ربك الذين خلق، خلق الانسان من علق

(سورہ علق آیت نمبر 102)

Marfat.com

سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیات قرآن کے نزول کی پہلی وحی ہے۔ جس میں انسان (بنی آدم) کو کائنات اور اسی کی اپنی تخلیق پر دعوت فکر دی ہے۔ نیز تفکر بھی ہدایت کے مطابق ہو بنی آدم میں سے ہر وہ فرد جو اہل فکر ہے جب وہ تفکر کرتا ہے۔ تو قرآن کریم اس کی رہنمائی کرتا ہے کہ مخلوق کی تخلیق کی ابتداء ''امر کن'' کے نفاذ کے لمحہ سے ہوئی تھی۔ جب امر کن پر تفکر کیا جاتا ہے تو اس کے نفاذ کے دو مناظر ایک پس منظر دوسرا پیش منظر واضح ہوتے ہیں اور ہر منظر کے دو دو مراحل ہیں۔

پس منظر کے دو مراحل:

اس مرحلہ سے مراد وہ نایاب اور اہم ترین معلومات ہیں جن کا تعلق ''امر کن'' کے نفاذ کے لمحہ سے قبل کے دور کے درج ذیل دو مرحلوں پر مشتمل ہیں۔

<u>پہلا درجہ</u> اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے پہلے اپنی صفات کے بادل میں چھپا ہوا تھا۔ (حدیث قدسی کا مفہوم)

<u>دوسرا درجہ</u> اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس اس نے محبوب رکھا کہ پہچانا جاؤں تو اس نے اپنی پہچان کی خاطر مخلوق کو پیدا کیا۔

مندرجہ بالا معلومات درحقیقت ان تمام معلومات کا اجمال ہیں۔ جو معلومات پیش منظر ہیں۔ بیان ہوں گی بلکہ یہ معلومات پس منظر کی معلومات کی تفصیل و عکس و ظل ہیں۔

(نوٹ) اجمال سے مراد درخت کا وہ بیج ہے جس میں سے درخت پیدا ہوتا ہے چونکہ بیج بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو اجمال اور چونکہ درخت بہت بڑا ہوتا ہے اس لیے اس کو تفصیل کہا جاتا ہے۔ اہل تصوف نے تفصیل کو عکس اور ظل کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

چونکہ پسِ منظر کا ظل پیشِ نظر ہے اس لئے پیشِ نظر کے بھی دو دور پر مشتمل ہیں۔

Marfat.com

پیش منظر کے دو ادوار:

۱۔ پہلے دور کا آغاز امر کن کے لمحہ سے قیام قیامت تک کے زمانہ پر محیط ہے

۲۔ دوسرے دور کا آغاز از قیامت تا ابدالآباد تک کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔

پہلے دور میں درج ذیل مراحل ہیں۔

(i) انسان اول: روح انسان اول کی تخلیق اور اس کی تربیت کا دور۔

(ii) انسان اول: قالب انسان اول کی تخلیق اور اس کے استواء کا دور۔

(iii) روح اور قالب دونوں کے اتصال سے انسان اول کی تخلیق کا دور۔

(iv) انسان اول کی تخلیق کا دور ہی کائنات کے دائرہ اول کی تخلیق کا دور ہے۔

طریقہ تخلیق جس میں روح سے منعکس ہونے والی نوری شعاعوں کی قوس دنیٰ اور قالب سے قوس تدلی جب دونوں باہم اوپر سے نیچے مل پاتی ہیں تو کائنات کا دائرہ اول قائم ہو جاتا ہے۔

اس طرح انسان اول اور کائنات کے دائرہ اول کا مرکزی نقطہ اور کائنات کا دائرہ اس کا محیط بن جاتا ہے دونوں کی تخلیق کا دور ایک ہے۔

۵۔ کائنات کے دائرہ دوم کی تخلیق کا دور ایسا ہے کہ دائرہ دوم کائنات کے دائرہ اول کا عکس معکوس ہے جیسے شفاف پانی کی سطح پر کھڑے شخص کا عکس پانی میں الٹا نظر آتا ہے کہ شخص کے پاؤں اوپر اور سر نیچے ہوتا ہے۔ بعینہ کائنات کا دائرہ دوم کائنات کے دائرہ اول کا الٹا عکس ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کمال بدع ہے کہ اس نے عکس کو وجود عطا کر دیا جو خود حرکت نہیں کر سکتا تھا، یعنی بے جان تھا۔ پھر اس میں روح کو داخل کیا گیا تو وہ زندہ ہو گیا حرکت میں آ گیا۔

جب کائنات کا دائرہ دوم تکمیل کے آخری مرحلہ میں تھا تو پھر انسان دوم کی تخلیق کے وجود سے دائرہ دوم کو مکمل کر دیا گیا اس طرح کائنات کے دائرہ دوم اور انسان دوم کی تخلیق کا دور مکمل ہو گیا۔

Marfat.com

۶۔ کائنات کا دائرہ سوم جسے عالم دنیا کا نام دیا گیا ہے۔ وہ کائنات کے دائرہ دوم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو سات آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کے مجموعے کا نام عالم دنیا ہے جس کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے یہی مقام عالم اجسام کا سب سے نچلا مقام ہے اور عالم ارواح کے سب سے بلند مقام (مقام تدلیٰ) کا عکس معکوس ہے۔ اسی مقام پر بنی آدم کو پیدا کیا جاتا ہے اسی مقام پر اپنی چند روزہ زندگی گزار کر اگلے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح عالم دنیا عالم اجسام کا حصہ ہے اسی طرح بنی آدم (انسان سوم) اپنے باپ آدم (انسان دوم) کی اولاد ہے جسے خلاصہ کائنات کہا جاتا ہے جبکہ خلاصہ کائنات انسان دوم ہے اور انسان دوم کا خلاصہ انسان سوم ہے۔

پس انسان سوم اور کائنات دونوں کی زندگی ایک ہی لمحہ پر مکمل ہو جائے گی۔ تو قیامت قائم ہو جائے گی، جیسے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

نتائج:

۱۔ انسان کی عمر اور وجود دونوں کے حجم کی نسبت کے لحاظ سے کائنات کے وجود کا حجم اور عمر ہے جو انسان اول کے گرد گردش کناں ہے۔

۲۔ انسان اول ہی کائنات کی تخلیق کے امور کا سربراہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کام میں معاونت کی خاطر ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے عہد لیا تھا جسے اللہ نے میثاق انبیاء قرار دیا ہے۔

۳ انسان دوم ہی کائنات کے کارخانہ کو رواں دواں رکھنے والا ہے حکمران مقرر کیا اور اس کو اپنا نائب (خلیفہ) بنایا۔ فرشتوں کو اس کے زیر فرمان بنایا تاکہ وہ فرشتوں سے کائنات کے امور میں کام لے سکے۔

۴۔ انسان سوم وہ ایسا کارکن ہے جو کارخانہ کائنات کی پراڈکشن کے تسلسل کو جاری رکھنے

Marfat.com

کیلئے وسائل مہیا کرنے والا ہے اور عالم آخرت کی آبادکاری بھی اسی کے سپرد ہے جس طرح عالم دنیا کی آبادکاری اس کے سپرد ہے۔

۵۔ چونکہ بنی آدم اپنے باپ حضرت آدم کا وارث ہے جس طرح حضرت آدم نے شیطان کی مخالفت میں عمر گزاری تھی اسی طرح بنی آدم کو بھی گزارنا ہوگی تاکہ اس کا حقیقی وارث بن سکے۔ جب بنی آدم حقیقی وارث ہو جاتا ہے تو اسے بھی اپنے باپ کا قائمقام حکمران کائنات بنادیا جاتا ہے۔ جس کو قطب الاقطاب اور قیوم زمان کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

۶۔ زیر قلم کتاب ''اسرار تخلیق احمد ﷺ و کائنات'' میں قیوم اور مجدد کی حقیقت اور ان میں فرق بیان ہو چکا ہے۔

۷۔ کرہ ارض کی حقیقت کو بیان ہو چکی ہے کہ عنصر خاک کو دیگر عناصر پر فضیلت کس بنیاد پر حاصل ہے کہ وہ عروج میں سب عناصر سے بلندتر چلے جانے کا راز بھی بیان ہو چکا ہے۔

۸۔ زیر قلم کتاب میں کائنات کا نقشہ پھر اس کی صحت پر دلائل بھی بیان ہو چکے ہیں۔

کائنات کی عمر چودہ لاکھ سال ہے کائنات کی تخلیق کا کیلنڈر اور حضرت آدم علیہ السلام کے ھبوط سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت کے دن تک کیلنڈر بھی شامل اشاعت ہے۔

مندرجہ بالا تمام معلومات قرآن وحدیث اور مکتوبات امام ربانی اور ابن عربی کی کتابوں سے اخذ کی ہیں اور سب سے اہم ماخذ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی صحبت کا ثمر ہے کے وجود کا ہر گوشہ اور ذرہ جو فیضان کی بارش برساتے رہے ان کے فیضان کا کمال ہے کہ یہ تحریریں ظہور میں آئیں ہیں۔

9 قرآن کریم کے نزول کے تین دور ہیں جو کائنات کی حدود کے اندر شمار کئے گئے ہیں۔

ا۔ پہلا دور عالم ارواح یعنی کائنات کے دائرہ اول میں سید الانبیاء ﷺ پر حروف مقطعات نازل کئے گئے جن کی تعداد چودہ ہے۔

Marfat.com

ا۔ح۔ر۔س۔ص۔ط۔ع۔ق۔ک۔ل۔م۔ن۔ہ۔ی۔=14

حروف مقطعات عالم ارواح کا کلام ہے اور صفات کے علوم ہیں۔ (علمه شديد القوىٰ سورۃ نجم)

۲۔ دوسرا دور عالم اجسام یعنی کائنات کے دائرہ دوم میں سیدنا آدم علیہ السلام پر حروف غیر مقطعات نازل کیے گئے جن کی تعداد چودہ ہے۔ (علمه آدم الاسماء كلها سورۃ بقرہ)

ب۔ت۔ث۔ج۔خ۔د۔ذ۔ز۔ش۔ض۔ظ۔غ۔ف۔و=14

حروف غیر مقطعات عالم اجسام کا کلام ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا۔اور یہ اسماء کا علم ہے۔ (علمه بالقلم علمه مالم يعلم سورۃ علق)

۳۔ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں جہانوں کے حروف کی تعداد 28 ہے اور قرآن کریم کی عبارت ان ہی حروف سے تشکیل پاتی ہے۔لہٰذا قرآن کے نزول کا تیسرا دور قرآن کریم کی مکمل عبارت ہے جو بنی آدم کے لئے نازل کی گئی۔

اور یہ عالم دنیا کا کلام ہے جو بنی آدم کو بذریعہ قلم سکھایا جاتا ہے۔

(نوٹ) انسان اول اور انسان دوم کو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ علم سکھایا تھا۔انسان اول کو عرش اعظم پر جو عرش عظیم سے بھی اوپر ہے انسان دوم کو عرش عظیم پر سکھایا اور بلاواسطہ سکھایا تھا اور انسان سوم کو رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے علم سکھایا گیا اور فرش زمین پر سکھایا گیا جو عرش سے نیچے اس کی سیدھ میں واقع ہے۔

28-10-2011

Muhammad Nasir

Page no: 251 to 276 کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ ''پاکستان کمپیوٹرز گجرات''

Marfat.com

100 Years Calendar 1901-2000

											JAN	FEB	MAR	APR	MAY	JUN	JULY	AUG	SEP	OCT	NOV	DEC
1901	1907	1918	1929	1935	1946	1957	1963	1974	1985	1991	B	E	E	A	C	F	A	D	G	B	E	G
1902	1913	1919	1930	1941	1947	1958	1969	1975	1986	1997	C	F	F	B	D	G	B	E	A	C	F	A
1903	1914	1925	1931	1942	1953	1959	1970	1981	1987	1998	D	G	G	C	E	A	C	F	B	D	G	B
1905	1911	1922	1933	1939	1950	1961	1967	1978	1989	1995	G	C	C	F	A	D	F	B	E	G	C	E
1906	1917	1923	1934	1945	1951	1962	1973	1979	1990	0000	A	D	D	G	B	E	G	C	F	A	D	F
1909	1915	1926	1937	1943	1954	1965	1971	1982	1993	1999	E	A	A	D	F	B	D	G	C	E	A	C
1910	1921	1927	1938	1949	1955	1966	1977	1983	1994	0000	F	B	B	E	G	C	E	A	D	F	B	D
							1904	1932	1960	1988	E	A	B	E	G	C	E	A	D	F	B	D
							1908	1936	1964	1992	C	F	G	C	E	A	C	F	B	D	G	B
							1912	1940	1968	1996	A	D	E	A	C	F	A	D	G	B	E	G
							1916	1944	1972	2000	F	B	C	F	A	D	F	B	E	G	C	E
							1920	1948	1976	0000	D	G	A	D	F	B	D	G	C	E	A	C
							1924	1952	1980	0000	B	E	F	B	D	G	B	E	A	C	E	A
							1928	1956	1984	0000	G	C	D	G	B	E	G	C	F	A	D	F

INSTRUCTION

1. first choose the year then pick the alphabet letter in the line 01 year underneath the disired month.

2. Find the date and day from the alphabet calender given blew.

LEAP YEARS

(February 29 Days)

A

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
0	1	2	3	4	5	6
7	6	9	10	11	12	13
44	15	16	17	18	19	20
24	22	23	24	25	26	27
25	23	30	31	0	0	0

B

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
0	0	1	2	3	4	5
6	7	8	9	10	11	12
13	14	15	16	17	18	19
20	21	22	23	24	25	26
27	28	29	30	31	0	0

C

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
0	0	0	1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	0

D

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
0	0	0	0	1	2	3
4	5	6	7	8	9	10
11	12	13	14	15	16	17
18	19	20	21	22	23	24
25	26	27	28	29	30	31

E

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
31	0	0	0	0	1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

F

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
30	31	0	0	0	0	1
2	3	4	5	6	7	8
9	10	11	12	13	14	15
16	17	18	19	20	21	22
23	24	25	26	27	28	29

G

SUN	MON	TUE	WED	THU	FRI	SAT
1	2	3	4	5	6	7
8	9	10	11	12	13	14
15	16	17	18	19	20	21
22	23	24	25	26	27	28
29	30	31	0	0	0	0

Marfat.com

درج ذیل نقشہ عالم دنیا کا ہے اسے عظیم مفکر و محقق حضرت سیدنا عبدالکریم بن ابراہیم جیلانی علیہ الرحمتہ کی تصنیف (انسانِ کامل) سے نقل کیا گیا ہے۔ جوانہوں نے اٹھویں صدی ہجری کے آخری حصہ میں لکھی تھی۔

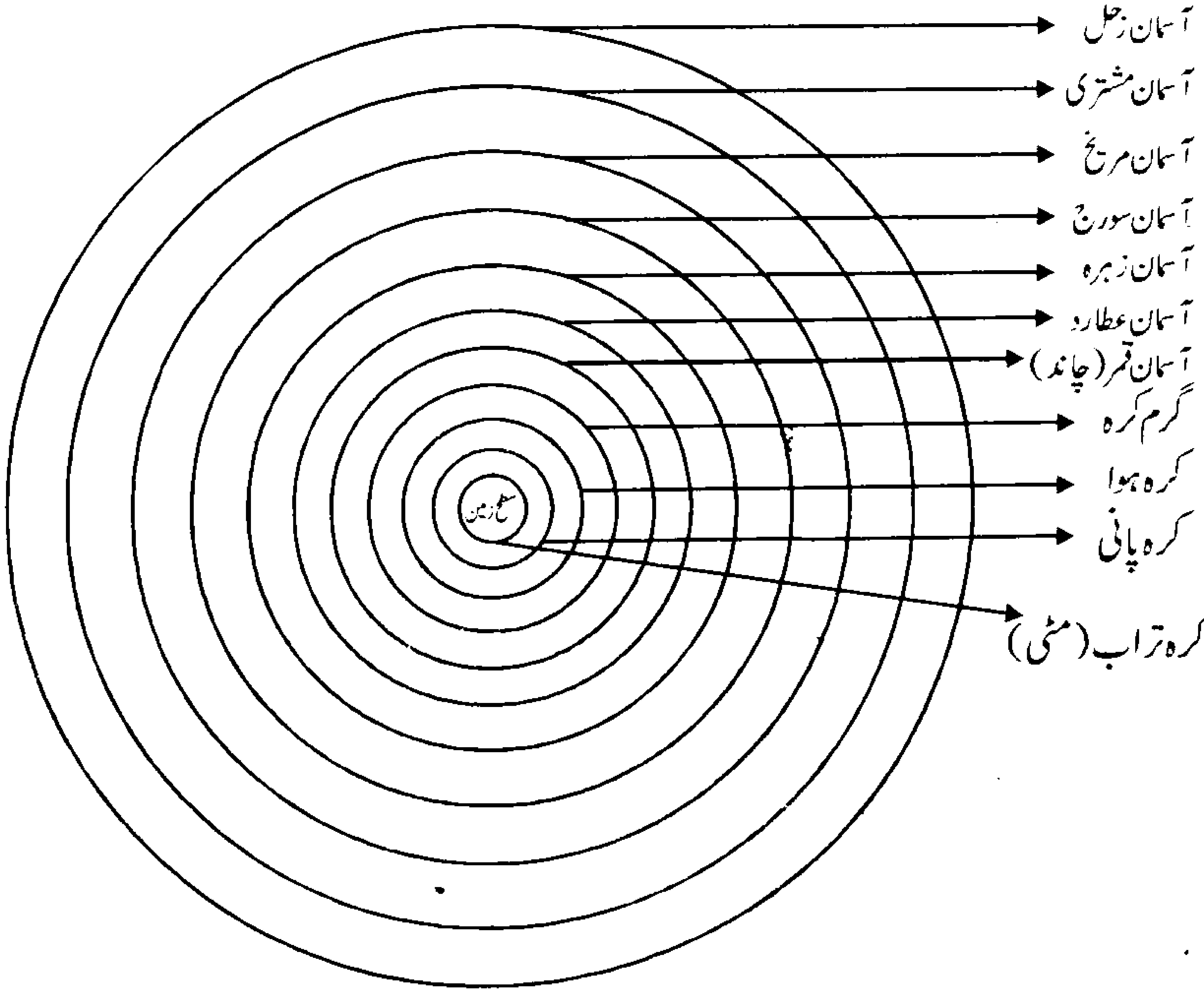

کتاب انسان کامل
مترجم فضل میراں سن اشاعت بار چہارم ۱۹۸۰
نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ کراچی

Marfat.com

انعقادِ قیامت

از افاضات امام احمد رضا (ترتیب اقبال احمد اختر القادری)

قیامت کب آئے گی اس راز کو تو رب کائنات عزوجل ہی جانتا ہے "واحصی کل شئی علمنا (سورۃ الجن ۲۸)" اور اس (اللہ) نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے" وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اس کے بتانے سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلع ہیں۔

علم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا. الا من ارتضی من رسول (سورۃ الجن ۲۶،۲۷)

"غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے"۔

امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے بعض علماء کرام نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں حساب لگایا تھا کہ یہ امت ایک ہزار سن ہجری سے آگے نہ بڑھے گی۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے انکار کیا اور ایک رسالہ (الکشف عن تجاوز ھذہ الامتہ الالف) تحریر فرما کر اس سے ثابت کیا ہے کہ یہ امت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کا ۹۱۱ء میں وصال ہوا۔ انہوں نے اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا تھا کہ ۱۴۰۰ھ گزرے ہوئے آج ۱۱۵ برس گزر گئے ہیں اور ابھی تک قیامت تو قیامت اس کی بڑی بڑی نشانیوں میں کچھ ظاہر نہ ہوا)۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بکثرت احادیث موجود ہیں کہ قبل از قیامت ظہور فرمائیں گے مگر ان میں کسی وقت کا تعین نہیں۔ فقیر (احمد رضا) کو بعض علوم کے ذریعہ ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی اسلامی سلطنت باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے اپنے مکتوبات شریف میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے ' مکتوبات شریف کے جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۱ میں فرماتے ہیں۔

''اور اس امت کے آخری حصہ کا شروع آل سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتداء سے) ہے۔ کیونکہ ''الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں عظیم خاصیت ہے''۔

(مکتوبات شریف جلد اول ص ۲۴۱)

حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ نے سن ہجری کے دوسرے ہزارے کو امت کے آخری حصے کا آغاز قرار دیا جس کے بقول علامہ محمد عبدالکریم سیالکوٹی علیہ الرحمتہ) آپ ''مجدد'' ہیں' اسی لئے آپ ''مجدد الف ثانی'' مشہور ہوئے۔ آپ کے مکتوبات شریف سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انعقاد قیامت سن ہجری کے دوسرے ہزارے میں ہوگا۔

ہم نے یہ دونوں وقت سید المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔

اللہ اکبر............! کیسا زبردست و واضح کشف تھا۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنے زمانے پہلے ''عثمان پاشا'' سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے اسلامی بادشاہ اور ان کے وزراء ہوں گے رموز میں ان سب کا ذکر فرمایا۔ اپنے زمانے میں ہونے والے بعض اہم اور بڑے واقعات کی طرف بھی اشارے فرما دیئے۔ اپنی اس تحریر میں کسی بادشاہ کا زمی۔ سے ذکر فرمایا ہے اور کسی پر حالت غضب کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے اسلامی سلطنت کے ختم ہونے کی نسبت لفظ ''ایقظ'' فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ ''لا اقوال ایقظ الھجریتہ بل القیظ الجفریتہ''

ہم نے اس ایقظ جفری کا جو حساب کیا تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انہی کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہور امام مہدی علیہ السلام اخذ کئے ہیں۔ وہ اپنی رباعی میں فرماتے ہیں

Marfat.com

انا دار الزمان علی حرف　　　بسمه اللّٰه فالمهدی قلما
یخرج فی العظیم عقیب صوم　　　الافاقراء ہ عندی سلاما

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا تھا کہ کچھ مدت میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر "اذا دخل الشین فی السین ظہر قبر محی الدین" (جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی)۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا سلطان سلیم جب ملک شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں جا کر حاضری دی اور قبہ بنوایا اور جو زیارت گاہ عام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کی عمر سات دن ہے اور میں اس کے پچھلے دن مبعوث ہوا۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ (میں امید کرتا ہوں کہ میری امت کو اللہ تعالیٰ نصف دن اور عنایت فرمائیگا۔) ان احادیث شریفہ سے امت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی۔

"ان یو ما عند ربک کالف سنته مما تعلون" "بے شک تیرے رب کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے"۔ اب اس تناسب سے ان متذکرہ احادیث مبارکہ سے جو مستفاد ہوا' ہمارا بیان کردہ حساب اس سے قریب تر ہے۔ یعنی جب ہمارے ایک ہزار سال رب تعالیٰ کے ایک دن کے برابر ہیں تو ڈیڑھ دن پندرہ سو برس کے برابر ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے استدعا کرتے ہوئے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو نصف دن اور عنایت فرمائے گا، چنانچہ اب عمر میں جس قدر اضافہ ہوگا، وہ انعام الٰہی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم (ماخوذ "الملفوظ")۔

Marfat.com

نصاب علم کائنات

۱: شاگرد: (استاد سے) جناب ہمیں یہ بتایا جائے کہ ہم کائنات کی کونسی نوع ہیں یا ہم کون ہیں۔

استاد: (شاگرد سے) ہماری نوع انسان ہے۔ (1)

۲: شاگرد: (استاد سے) ہمیں یہ بتایا جائے کہ کائنات میں ہم جس جگہ آباد ہیں وہ جگہ کائنات میں کہاں واقع ہے۔

استاد: (شاگرد سے) ہم کائنات کے سب سے نچلے کنارہ/کونہ/حصہ پر آباد ہیں۔ اور وہ زمین ہے جس کو قرآن میں ''ارض'' اور کائنات کا آخری اور سب سے نچلہ کونہ (اسفل سافلین) کہا گیا ہے (2)

۳: شاگرد: (استاد سے) اب ہمیں کائنات کے سب سے اوپر والے کنارے کا نام بتایا جائے؟

استاد: (شاگرد سے) کائنات کے سب سے اوپر والے کنارہ کا نام ''افق اعلیٰ'' ہے جس کا معنی ہے۔ کائنات کا سر۔ گویا کائنات کو اگر انسان کی صورت میں تصور کرلیا جائے۔ تو ا کا سب سے اوپر والا کونہ ''سر'' اور سب سے نچلا کونہ ''پاؤں'' ہیں 3

4:۔ شاگرد: (استاد سے) اب ہمیں کائنات کی ھیت یعنی صورت کے بارے میں بتایا جائیگا کہ وہ کیسی ہے؟

استاد: (شاگرد سے) کائنات ایک دائرہ کی صورت میں گول ہے جیسے آسمان میں رات کے وقت ستارہ نظر آتا ہے یا فٹ بال کی طرح گول ہے (4)

5 :۔ شاگرد: (استاد سے) ہمیں یہ بتایا جائے کہ کائنات کو کس بنیاد پر گول کہا گیا ہے؟

استاد (شاگرد سے) قرآن کریم میں دو مقامات پر کائنات کو گول بتایا گیا ہے جو درج ذیل ہیں

1 کانها کوکب دری (5)

Marfat.com

2 قاب قوسین (6)

وضاحت

1: کانھا کوکب دری ۔ترجمہ"گویا کائنات ایک ستارہ ہے چمکتے ہوئے موتی کے مانند جس طرح روشن ستارہ رات کے وقت دیکھا جاتا ہے"تو وہ گول نظر آتا ہے اسی طرح کائنات بھی ایک ستارہ کی طرح گول ہے

2: قاب قوسین: جس طرح دو قوسین آمنے سامنے مل جانے سے ایک دائرہ بن جاتا ہے جیسے چاند ہر ماہ آسمان پر دائرہ کی صورت میں گول بن جاتا ہے اسی طرح کائنات بھی گول ہے

مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کو کوکب (ستارہ) سے تشبیہ دی گئی ہے لہذا اگر کائنات کا نام ''کوکب'' تجویز کرلیا جائے تو قرآن کریم کی ایک آیت کا منشا پورا ہو جاتا ہے

استنباط:

کائنات اسی صورت میں ستارہ نظر آتی ہے جس وقت اسے باہر سے دیکھا جائے تو ایسا واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس بات سے آگاہ فرمادیا تھا کہ انسان کائنات سے باہر نکل کر کائنات کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور جب انسان کائنات سے باہر جاکر اسے دیکھے گا تو اس وقت یہ ایک چھوٹا سا ستارہ نظر آئیگی حالانکہ کائنات بے پناہ اور بڑے حجم والی ہے (7)

6: شاگرد (استاد سے) جب کائنات گول ہے تو پھر اس کے مرکزی مقام کا نام کیا ہے؟

استاد: شاگرد سے) کائنات کے مرکزی مقام کا نام عرش عظیم ہے

7: شاگرد (استاد سے) عرش سے کیا مراد ہے؟

استاد (شاگرد سے) عرش کائنات کا وہ مرکزی مقام ہے جس سے اوپر کی طرف آدھی کائنات اور آدھی کائنات اس سے نیچے کی طرف ہے عرش اور عرش سے ملحقہ علاقہ عرش میں شمار ہوتا ہے جس کی مثال ایسی جیسے دو منزلہ عمارت کے درمیان گیلری ہو تو وہ دونوں کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے دونوں کو جدا جدا کردینے والی ہے اور اس گیلری سے دونوں اطراف کی دیکھ بھال کی جا

Marfat.com

سکتی ہے۔اسی طرح عرش ہے جس سے کائنات کے دونوں حصوں کی نگرانی کی جاتی ہے (9)

8: شاگرد (استاد سے) کائنات کی تخلیق کا آغاز کہاں سے ہوا اور یہ کس مقام پر مکمل ہوئی تھی؟

استاد: شاگرد سے) کائنات کا آغاز اوپر سے افقِ اعلیٰ سے ہوا تھا اور کرہ ارض پر جا کر مکمل ہوگئی تھی اور کرہ ارض کائنات کا سب سے نچلہ کونہ ہے

9: شاگرد (استاد سے) کائنات کی چیزوں کو کس ترتیب سے پیدا کیا گیا؟

استاد (شاگرد سے) حضور ﷺ کی ایک طویل حدیث ہے جس کے مفہوم کے مطابق ترتیب درج ذیل ہے

الف: سب سے پہلے قلم ب: اس کے بعد لوح محفوظ ج: اس کے بعد حاملان عرش

د: اس کے بعد عرش ہ: عرش کے بعد کرسی و: جنت اور دوزخ

ز: اس کے بعد جو جنت

اور سے سدرۃ المنتہیٰ نیچے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

10: شاگرد (استاد سے) ہم کو بتایا جائے کہ کائنات کو کتنے عرصے میں بنایا گیا ہے؟

استاد: (شاگرد سے) حضور ﷺ کی ایک حدیث کے مطابق کائنات کی اشیاء کو چودہ ہزار سال سے کچھ زائد عرصہ میں بنایا گیا (11)

11: شاگرد استاد سے) مندرجہ بالا عبارت میں کائنات کو تین حصوں کا مجموعہ کہا گیا ہے لہٰذا ہمیں بتایا جائے کہ کائنات کا نچلہ حصہ اور اوپر والا اور عرش کتنے کتنے عرصہ میں بنائے گئے؟

استاد: شاگرد سے) کائنات کا عرش سے نچلہ حصہ چھ دنوں میں اسی طرح اوپر والا حصہ بھی چھ دنوں میں بنایا گیا اور عرش کو دو دنوں میں بنایا گیا یعنی کل چودہ دنوں سے کچھ زائد وقت میں بنایا گیا

Marfat.com

تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے ایک دن کو ہمارے ایک ہزار سال کے برابر فرمایا ہے۔ یعنی چودہ دن چودہ ہزار سال کے برابر ہیں (12)

12: شاگرد (استاد سے) ہمیں پہلے کائنات کے نچلے حصے کے بارے میں بتایا جائے کہ کس دن کونسی چیز بنائی گئی تھی؟

استاد: (شاگرد سے) قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ عرش سے نیچے والی کائنات کو چھ دنوں میں بنایا گیا تھا

(الف): القرآن

اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں بنایا (آسمان اور زمین کو بتدریج چھ ادوار میں پیدا کیا) (اپنے تخت حکومت) پر یوں قیام فرمایا جو (اس کی شان کے لائق ہے) اس کے علاوہ تمہارا کوئی دوست (بھی خواہ حمایتی) اور سفارش کرنیوالا نہیں (کیا پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے) وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے (ہر شے اس کے امر کے تابع ہے) پھر اس کے پاس پہنچ جایگا ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہوگا (13)

مندرجہ بالا آیت کے مفہوم کے مطابق ہمارے ہزار سال کے برابر اللہ کا ایک دن ہے تو یقیناً حضور ﷺ نے چودہ دنوں کو چودہ ہزار سال میں شمار کیا ہے نیز یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ہفتے کے سات دنوں میں چھ دن کائنات کا عرش سے نچلہ حصہ بنایا تو ایک دن بچتا ہے جس سے دو باتیں اخذ ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ تخلیق کے عمل کا تسلسل پہلے سے جاری تھا اور یہ آخری دن تھے جن میں کام مکمل کر دیا گیا جس سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ جس طرح عرش کا نچلہ حصہ چھ دنوں میں بنایا گیا اسی طرح اوپر والا حصہ بھی چھ دنوں میں ل بنایا گیا اور بقایا اور دو دنوں میں عرش کو بنایا گیا

(ب) الحدیث: حضور ﷺ نے کائنات کا وہ حصہ جو عرش سے نیچے ہے حدیث کے مفہوم کے مطابق اس کی ترتیب یوں بیان فرمائی

Marfat.com

I: اتوار اور سوموار یعنی دو دنوں میں زمین کو بنایا

ii: منگل کے روز پہاڑوں کو پیدا کیا۔

iii: بدھ کے روز درخت، پانی، سبزہ آبادیوں اور ویرانے پیدا کئے نیز ان چار دنوں میں روزیاں مقرر کیں

iv: جمعرات کے دن سات آسمانوں کو پیدا کیا

v: جمعہ کے دن چاند سورج اور ستارے پیدا کئے ابھی تین ساعت باقی تھیں کہ ان ساعتوں میں درج ذیل چیزیں پیدا کیں

(الف) پہلی ساعت میں اجال کو پیدا کیا

(ب) دوسری ساعت میں ہر اس چیز پر آفت ڈالی جس سے انسان نفع حاصل کرتا ہے

(ج) تیسری ساعت میں آدم کو پیدا کیا اس کو جنت میں سکونت دی شیطان کو سجدہ کا حکم دیا ۔آخری ساعت میں اس کو نکال دیا

مندرجہ بالا حدیث میں چھ دنوں کا ذکر ہے ان کے نام یہ ہیں

اتوار۔ سوموار۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ لیکن ساتواں دن ہفتہ کا ہے اس کا ذکر نہیں کہ ہفتے کے دن کیا بنایا گیا تھا

جب اس بارے میں غور کیا جاتا ہے تو مذکورہ بالا حدیث جس میں کائنات کی مدت (چودہ) ہزار سال بیان کی گئی ہے اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا واضح ہوتا ہے

جس طرح عرش سے نچلا حصہ چھ دنوں میں بنایا گیا ہے اس طرح عرش سے اوپر والا حصہ بھی چھ دنوں میں بنایا گیا تھا

1: اتوار اور سوموار کے دو دنوں میں قلم

2: منگل اور بدھ دو دنوں میں لوح محفوظ

3: جمعرات اور جمعہ کے دو دنوں میں لکھنے والے فرشتے اور حاملان عرش کو بنایا گیا تھا، اس لئے

Marfat.com

کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حدیث میں اشیاء کی تخلیق کی ترتیب کے مطابق قلم ۔لوح اور فرشتے عرش سے پہلے بنائے گئے تھے۔لہٰذا یہ بات سامنے آتی ہے کہ عرش کو ہفتہ کے دنوں میں بنایا گیا تھا جو کائنات سے اوپر اور نیچے والے دنوں کی تخلیق سے بقایا تھے

خلاصہ

کائنات کا وہ حصہ جو عرش سے اوپر ہے اسے علماء نے ''عالم امر'' اور نیچے والے حصے کو ''عالم خلق'' کہالہٰذا کائنات کی تخلیق یوں ہوگی

عالم امر کی تخلیق چھ دنوں میں	=	6
عرش عظیم کی تخلیق دو دنوں میں	=	2
عالم خلق کی تخلیق چھ دنوں میں	=	6
کل میزان (14) دنوں میں	=	14

اس طرح حضور ﷺ کی حدیث کے مطابق کائنات چودہ (14) دنوں میں پیدا کی گئی جو ہمارے چودہ ہزار سال کے برابر ہیں۔(14)

13: شاگرد:استاد سے) ہمیں یہ بتایا جائے کہ کائنات میں عرش کی کیا حیثیت ہے؟

استاد: (شاگرد سے) کائنات ایک وسیع وعریض ملک ہے جس کا خالق اور حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے اس ملک کے نظام کو چلانے کیلئے عرش کو صدر مقام بنایا گیا ہے عرش کی حیثیت پریزیڈنٹ ہاؤس جیسی ہے جس طرح کسی ملک کا بادشاہ اپنے محل میں میں رہتا ہے اس طرح عرش بھی اللہ تعالیٰ کے استواء کا مقام ہے اور عرش سے ملحقہ علاقہ جس میں کائنات کے نظام کو چلانے کیلئے کام کرنے والا عملہ کام کرتا ہے لہٰذا وہ دفتر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو رحمٰن ہے اس کے استواء (حکومت) کا مقام عرش ہے۔پوری کائنات پر نافذ ہونوالے احکام اس مقام سے جاری ہوتے ہیں۔

14: شاگرد (استاد سے) قلم اور لوح کی حیثیت کیا ہے؟

Marfat.com

استاد (شاگرد سے) کائنات کے پیدا کرنے سے جو کچھ پہلے ہو چکا تھا اور جو کچھ کائنات کی تخلیق کے دوران ان واقعات وحالات پیش آنے والے ہیں ان کے ریکارڈ کو محفوظ رکھنے کیلئے قلم سے لکھنے والوں نے لوح میں لکھ دیا اور لوح محفوظ میں حالات وواقعات تفصیل کے ساتھ محفوظ ہیں اور قرآن کریم اس کا خلاصہ ہے۔

15: شاگرد (استاد سے) ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ عالم امر تو پوری کائنات کا ریکارڈ آفس ہے اور عرش عظیم مرکزی حکومت کا صدر مقام ہے تو عالم خلق کی کیا حیثیت ہے؟

استاد: (شاگرد سے) عالم خلق کا نچلا حصہ کرہ ارض ہے جس پر ہم نوع انسان آباد ہیں عالم خلق میں جس قدر وسائل ہیں وہ تمام کے تمام نوع انسانی کی تخلیق اور اس کی فلاح و بہبود کیلئے وقف ہیں ایک طرف انسان مخدوم کائنات ہے تو دوسری طرف کائنات کا کم ترین فرد ہے عالم خلق ملک کائنات کی رعایہ کا علاقہ ہے

16: شاگرد (استاد سے) جناب سوال نمبر 12 میں عالم خالق یعنی عرش کی سطح سے لے کر زمین تک کے حصہ کی تخلیق کی جو ترتیب بیان کی گئی اس کی مزید وضاحت کی جائے

استاد: (شاگرد سے) عالم خلق کی پیدائش کا آغاز کائنات کے سب سے نچلے کنارہ کرہ ارض سے کیا گیا پھر بتدریج بلندی کی طرف بڑھتے ہوئے آسمانوں کو پیدا کیا گیا تھا مگر سب سے آخری دن کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو عرش پر پیدا کیا گیا جس کے قالب کو عنصر خاک سے اٹھایا گیا جس کا اصل مقام اسفل سافلین (کرہ ارض) تھا پھر اس میں روح کو پھونکا گیا جو عالم اعلیٰ کا مکین تھا ان دونوں یعنی روح قالب کو عرش عظیم پر باہم واصل کر کے قالب آدم کو زندہ کر دیا یعنی آدم علیہ السلام کا وجود کائنات کے مرکزی مقام عرش پر خلق کیا گیا تھا نیز حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے کائنات سے براہ راست پیدا کیا گیا تھا

کرہ ارض کی تخلیق کس طرح ہوئی کی وضاحت:

پہلے دو دنوں یعنی اتوار اور سوموار کو زمین کو اسی طرح بنایا گیا کہ جس جگہ خانہ کعبہ ہے اس جگہ پر

Marfat.com

پانی کی سطح پر زمین کا پیڑا (خمیر) رکھا گیا۔ پھر ایسے پھیلا دیا گیا جس طرح آٹے کے پیڑے کو پھیلا کر روٹی پکائی جاتی ہے اسی طرح زمین کو پھیلا دیا گیا تھا چونکہ زمین پانی پر تیر رہی تھی اس کے وزن کو توازن میں رکھنے کیلئے اس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن زمین پر پہاڑوں کو بنایا تا کہ زمین ہچکولے نہ کھائے جس طرح ناخدا اپنی کشتی کو توازن میں رکھنے کیلئے اس میں وزن رکھ دیتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑوں کو بنا دیا جب زمین متوازن ہوگئی تو اس کی آبادی کی خاطر اس پر پانی کو پیدا کیا یعنی دریاؤں اور ندی نالوں کو جاری کر دیا اور اس کام کا آغاز بدھ کے دن کیا گیا۔ جب کرہ ارض پر پانی جاری ہو گیا تو پھر درختوں کو پیدا کیا جس سے چھوٹے بڑے جنگلات پیدا ہو گئے پھر زمین پر دریاؤں اور ندی نالوں سے کھیتوں کو سیراب کیا گیا جس سے فصلیں لہلہانے لگیں۔ جن مقامات پر پانی نہ پہنچا وہ صحرا اور ویرانے بن گئے ان چار یعنی اتوار ' سوموار' منگل' بدھ کے دنوں میں مخلوق کی تمام انواع کیلئے روزیاں مقرر کیں یعنی ہر نوح کیلئے اس کی غذا کیلئے موزوں خوراک کو مقرر کیا جیسے درندوں کیلئے گوشت' چرندوں کیلئے چارہ پرندوں کیلئے دانہ جوان کے مناسب ہے اور انسانوں کیلئے مناسب روزیاں مقرر کیں جس سے زمین کو سجا دیا گیا ۔پھر اس نظام کو جاری و ساری رکھنے کیلئے آسمانوں کو بنا دیا چنانچہ جمعرات کے دن سات آسمانوں کو بنا دیا اس میں بسنے والے فرشوں کو بنایا۔

ایک طرف سے آسمانوں کی تخلیق سے زمین کے کاروبار زندگی کو جاری رکھنا ہے تو دوسری طرف ہر آسمان پر اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام کے صدر دفتر ہیں اور وہ اپنی امتوں کے امور کے نگران ہیں اور اپنی امت کے تمام امور کو سرانجام دینے میں مصروف ہیں جس سے آسمان آباد ہیں ان آسمانوں کو سجانے کیلئے جمعہ کے دن جو کائنات کی تکمیل کا آخری دن تھا اس دن چاند سورج اور ستاروں کو پیدا کیا گیا جونہی چاند سورج اور ستارے پیدا کیئے گئے دن اور رات پیدا ہو گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے دن بنائے۔

القرآن: وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو بھی نورانی بنایا اور اس کی

Marfat.com

چال کیلئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں بنائی۔ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو اہل دانش ہیں (15)

القرآن: وہی ہے عرش سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے (ہر شے اس کے تابع ہے) پھر امر اس کے پاس پہنچ جائیگا ایک ایسے دن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کا ہوگا (16)

القرآن: (یہ وقت ہوگا جب) فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف عروج کریں گے (اور عذاب) اس دن (ہوگا) جس کا اندازہ (دنیا کے) پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ ص (17)

مندرجہ بالا تین آیات میں کائنات کے تین دن بیان کئے گئے ہیں

1: ایک چوبیس گھنٹے کے برابر 2: دوسرا ایک ہزار سال کے برابر 3: تیسرا پچاس ہزار سال کے برابر

مندرجہ بالا تین دنوں میں دنیا یعنی ہمارے دنوں کو وقت کی پیمائش کے بنیادی پیمانے شمار کیا گیا ہے جن سے وقت کو شمار کر کے ماہ و سال کا عرصہ شمار کیا جاتا ہے نیز مذکورہ بالا آیات میں پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے چاند کو منزلیں مقرر فرمانے کا ذکر کیا ہے جس سے فاصلوں کی پیمائش بھی حاصل ہوتی ہے۔ گویا چاند اور سورج کی منزلیں فاصلوں کے پیمانے ہیں لہذا کائنات میں وقت اور فاصلوں کی پیمائش کے پیمانے ہمارے شب و روز ہی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم اور تربیت دے کر مکمل بنا دیا تو پھر اس کو اپنا نائب بنانے کی تیاری شروع کر دی

خلیفہ کی تعریف

خلیفہ نائب قائم مقام احکام کے اجزاء اور دیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے اللہ کی طرف سے اسے شان حکومت عطاء ہوتی ہے اور باطنی قوتوں سے نوازا جاتا ہے متصل ملائکہ مشتمل خلائق ہوتا ہے اس لئے حضرت آدم کو تمام موجودات کا نمونہ اور عالم روحانی اور عالم جسمانی کا مجموعہ بنایا (18)

Marfat.com

حضرت آدم کو خلیفہ بنانے کیلئے جو اقدام کئے گئے وہ درج ذیل ہیں

i: حضرت آدم علیہ اسلام کو خلیفہ بنانے کیلئے عرش پر ایک تقریب منعقد کرائی گئی جس میں تمام فرشتوں اور جنات کو دعوت دی گئی نیز تمام انبیاء بھی اس تقریب میں شامل تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے عالین کے نام سے قرآن میں ذکر کیا ہے

ii: جب تقریب اپنے وقت مقرر پر قائم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی موجودگی میں فرشتوں اور جنوں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اطاعت اور وفاداری کا حلف دینے اور عہد دینے کیلئے سجدہ کا حکم دیا جس کا معنی اور مفہوم یہ تھا کہ آج کے بعد فرشتے اور جنات حضرت آدم علیہ السلام کے تابع حکم ہوں گے لیکن شیطان کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے قبل فرشتوں اور جنوں کا سردار تھا عالم بالا اور عالم اسفل میں اسکی حکومت تھی اور یہ علاقہ اسکا حلقہ سلطنت تھا اس سے دست بردار ہو جانا ہرگز منظور نہ تھا اس لئے اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شیطان کو معزول کر کے اسکے تمام اختیارات چھین لئے اس کو اپنے دربار سے نکال دیا تو اس نے آدم علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کا عہد اسی مجلس میں برملا کیا اور اس دشمنی کو جاری رکھنے کی خاطر اپنی زندگی کو قیامت تک اللہ تعالیٰ سے مانگ لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی اس خواہش کو پورا کر کے فرمایا تجھ پر قیادت تک اللہ کی لعنت واجب قرار کر دی گئی چنانچہ اس روز سے شیطان حزب مخالف کا قائد ہے اور حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد قائد حزب اقتدار ہے۔ اسطرح آدم اور اولاد آدم اور شیطان کے درمیان اسی روز سے جنگ جاری ہے

iii: تقریب میں تمام حاضرین کی موجودگی میں سب باتیں طے پا گئیں جس سے حاضرین اس معاہدے کے بطور گواہ بھی ہیں یہ معاہدہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنوں سے حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں کرایا اور خود بھی اس کا گواہ ہے چاند سورج، اور ستاروں کی تخلیق سے آسمانوں اور زمین کے نظام میں ایک مضبوط رابطہ پیدا ہو گیا نیز چاند سورج کی تخلیق اور ان کی منازلیں مقرر

Marfat.com

کرنے سے موسموں کی تبدیلی واقع ہوگئی

جب زمین و آسمان کی تخلیق پر غور کیا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین ایک بادبان کشتی ہے لیکن قرآن اس کو ایک لال ٹین بلکہ ایک فانوس بلکہ اس کو ایک چمکتے ہوئے موتی کی مانند ستارہ بیان کرتا ہے (19)

نوٹ: جب زمین کو اور آسمان کو بادبان کشتی تصور کرلیا جائے تو پھر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کشتی نہ ہو تو بادباں کہاں؟ نیز جس طرح زمین پانی پر کھڑی ہے اس طرح عرش پانی پر رکھا ہوا ہے جس کا قرآن میں یوں ذکر ہے۔ **کان عرشه علی الماء** نیز یہ بحث بھی اپنے موقع پر آئے گی کہ عرش کو پانی پر کس لئے رکھا گیا ہے

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انسان کیلئے کائنات میں جتنے وسائل درکار تھے ان کو انسان کی تخلیق سے پہلے مہیا کر دیا گیا بلکہ آخرت کیلئے دوزخ اور جنت کو بھی پیدا کر دیا گیا تھا پھر انسان کی آزمائش اور تادیب کے لئے موت اور اس کیلئے نفع دینے والی اشیاء کیلئے آفات کو پیدا کیا گیا تا کہ اگر وہ سرکشی کا مرتکب ہو تو اس کو راہ راست پر لایا جا سکے۔ اور پھر سرکشی سے باز نہ آئے تو عالم آخرت میں سزا دینے کیلئے دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام وسائل کی تخلیق کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا

1: حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کو عنصر خاک سے بنایا۔

2: عنصر خاک کو کرہ ارض سے عالم بالا میں لے جایا گیا۔

3: عالم بالا میں قالب کو بنایا گیا بعض روایات کے مطابق قالب کا قد 60 ہاتھ لمبا تھا (بخاری)

4: قالب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اپنی محبت سے بنایا

5: جب آدم علیہ السلام کے قالب میں روح پھونک دی گئی تو پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء

Marfat.com

کا علم سکھایایا علم سکھانے سے مراد ان کو علم کے مطابق عملی تربیت بھی دی گئی (20)

6: یہ تمام کاروائی عرش پر مکمل کی گئی جو کائنات یعنی عالم اجسام کا مرکزی مقام ہے

7: عرش اللہ تعالیٰ کے استواء کا مقام ہے جو احکم الحاکمین ہے

8: جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت سے سرفراز فرمادیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جس مشن کی خاطر پیدا کیا اور تعلیم و تربیت دی تھی اور ان کو نائب بنانے کی غرض یہ تھی کہ ان کو زمین پر بھیجا جائے تاکہ وہ اسے آباد کریں نیز عالم آخرت میں جنت اور دوزخ کی آبادی کا کام بھی ان کے سپرد تھا لہذا تربیت کے لئے ان کو جنت میں قیام کا حکم دیا گیا اور ان کے ہمراہ ان کی بیوی حضرت حوا کو بھی ۔ چنانچہ جب آپ نے جنت میں قیام کیا تو انہیں خبردار کیا گیا کہ تم دونوں مخصوص درخت کے قریب بھی نہ جانا ۔ متنبہ اس لئے کیا گیا تھا کہ ممنوعہ درخت درحقیقت موت کا درخت تھا اگر حضرت آدم علیہ السلام اس درخت کے پھل کو نہ کھاتے تو ان پر موت کبھی وارد نہ ہوتی لہذا حکمت الٰہی اس میں تھی کہ وہ موت کا پھل ضرور کھائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرمادیا تھا۔ لہذا وہ شیطان جس نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے عداوت کا عہد کر رکھا ہے اس نے چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا دونوں کسی نا کسی طرح پھل کھا لیں تو ان پر موت وارد ہو جائے گی نیز حکم خداوندی کی خلاف ورزی بھی ہو جائیگی ۔ اس بنیاد پر شیطان لعین نے اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کر ان دونوں کو پھل کھانے پر راغب کر دیا اور ترغیب یہ دی کہ آپ دونوں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں رہو گے لیکن اس کے مقاصد کچھ اور ہی تھے کہ پھل کھانے سے دونوں مر جائیں گے ۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ پاک ہو جائے گا اور وہ بارگاہ خداوندی میں پہنچ کر کہہ سکے گا کہ اے رب ! جس آدم کو تو نے میرے خلاف پیدا کیا تھا وہ تو مر گیا اب میرے بارے میں کیا حکم ہے ؟ لیکن شیطان مردود کو یہ موقع نہ ملا اس پھل کے کھانے نے منشاء الٰہی اور مصلحت الٰہی کا ظہور ہو گیا کہ دونوں میاں بیوی کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں جن کو ڈھانپنے کیلئے دونوں نے درختوں کے پتوں کو اپنے گرد لپیٹ لیا

Marfat.com

جب انہوں نے پھل کھالیا تو ان کے جسم پھل کھانے سے اتنے کثیف اور بوجھل ہو گئے کہ وہ جنت میں ٹھہرنے کے قابل نہ رہے تھے لہذا مجبوراً ان کو کرہ ارض پر بھیجنے کیلئے جنت سے نکلنا پڑا ۔ یہ مرحلہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کے وجود کی تکمیل کا حصہ تھا۔ اگر وہ پھل نہ کھاتے تو کرہ ارض پر زندگی گزارنے کے حامل وجود کے مالک نہ ہوتے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں رہتے لیکن ایسا کیسے ہوسکتا تھا کہ ان کی تخلیق کی غرض ہی کرہ ارض پر آ کر خلافت الٰہی کو سرانجام دینا تھا۔ یعنی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر بنایا تھا تا کہ حقِ نیابت ادا کر سکے۔

9۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے رخصت کیا جا رہا تھا اس وقت درج ذیل امور واقع ہونا چاہ رہے تھے

تکمیل انسان وکائنات اور یوم جمعہ

(الف) حضرت آدم علیہ السلام کا دائیاں پاؤں آخر میں جنت میں اس وقت نکلا تھا

(ب) جب جمعہ کے دن سورج غروب ہوا چاہتا تھا۔ ایک طرف حضرت آدم علیہ السلام کا پاؤں جنت سے باہر نکلنا تو دوسری طرف سورج کا غروب ہوجانا بیک وقت دونوں کام مکمل ہو گئے تھے یعنی جمعہ کے دن اور آدم علیہ السلام کے وجود کی تکمیل ہوگی۔

(ج) جونہی آدم علیہ السلام کا قدم جنت سے باہر نکلا اور سورج غروب ہوا تو اسی لمحہ کائنات کی تخلیق کا کام مکمل ہوگیا۔ جس کی مثال گھڑی کی تین سوئیاں جو بارہ بجے ایک ہی نقطہ پر اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ یعنی تینوں کام مکمل ہو گئے تھے

مندرجہ بالا مراحل سے گزرنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کامل اور مکمل وجود کے ساتھ جمعہ کی شام کو جنت سے رخصت کئے گئے تو اسی رات ان کو کرہ ارض پر پہنچا دیا گیا عالم بالا میں جمعہ کا دن ختم ہوا تھا اگلے روز عالم دنیا میں ہفتے کے دن سے نوع انسان کی تاریخ کا آغاز ہوا تھا اور جمعہ کے دن ختم ہوجائیگا۔ اس لئے کہ کائنات کی زندگی ہو یا انسان کی زندگی سات دنوں کے دائرہ میں محوِ گردش ہے لہذا اسی اصول کے تحت قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی جب حضرت آدمؑ اس دنیا میں تشریف لائے تو یہاں کا دن تو چوبیس گھنٹہ کا تھا لیکن وہ دن جو عالم بالا میں تھا وہ ایک دن

Marfat.com

ہمارے ایک ہزار سال کے برابر تھا جس کے آخری لمحے میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تمام مراحل مکمل کر دیے گئے' عالم بالا کے ایک دن کو ہزار سال کا اس لئے کہا گیا ہے کہ اوپر درج آیت میں عالم بالا میں ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر کہا گیا ہے۔

17: شاگرد (استاد سے) مندرجہ بالا عبارت میں جو الجھنیں پائی جاتی ہیں ان کا حل بتا دیا جائے۔ الجھنیں درج ذیل ہیں

الجھن نمبر 1:

سوال نمبر (9) میں ہمیں یہ بتایا گیا کہ کائنات کی تخلیق بلندی سے شروع ہو کر پستی پر جا کر مکمل ہو گئی تھی۔ لیکن جواب 17 میں عالم خلق کی تخلیق کا آغاز کائنات کے سب سے نچلے کنارہ سے کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

الجھن نمبر 2:

جب کائنات کی تخلیق کے بعد چاند اور سورج کو پیدا کیا گیا تو صاف واضح اور ظاہر ہے کہ کائنات کو تاریک اور اندھیری فضا میں پیدا کیا گیا جب ایسا ہے تو پھر کائنات کی عمر کو ماہ و سال میں کس طرح شمار کر سکتے ہیں۔

1: پہلی الجھن کا حل:

زیر قلم نصاب کے حصہ دوم میں مذکورہ بالا الجھن کا حل بیان ہوگا نیز اس کا حل مؤلف کی تالیف ''سفر تخلیق'' کے صفحہ 183 پر درج ہے لیکن یہاں اس کے بیان کرنے کا موقع نہیں

2: دوسری الجھن کا حل:

کائنات کی زندگی کو کس طرح شمار کر سکتے ہیں؟ جبکہ اس وقت شب و روز نہ تھے بلکہ تاریک فضا تھی اس کا حل یہ ہے کہ جس دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا در حقیقت وہی پہلا دن تھا پہلے دن کو اس دن کی طوالت کے برابر تصور کر لیا گیا ہے جس سے کائنات کی زندگی کو شمار کر چکے

Marfat.com

ہیں اور انسان کی تخلیق کے دن سے قیامت تک کے عرصہ کو شب و روز کے پیمانوں سے شمار کر کے انسانی تاریخ کو ضبط کیا جاتا ہے اس طرح کائنات کی عمر کی پیمائش کے دو طریقے واضح ہوتے ہیں جو یہ ہیں

1: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر کائنات کی تخلیق کے آغاز تک کے عرصہ کو شمار کرنے کیلئے کو دنوں الٹے رخ شمار کرنا ہوگا۔ جیسے جمعہ' جمعرات' بدھ' منگل' سوموار' اتوار اور ہفتہ

2: حضرت آدم علیہ السلام جب کرہ ارض پر تشریف لائے تو اس روز سے کائنات کی حیات کو ماہ و سال میں شمار کرنے کیلئے سیدھے رخ پر شمار کرنا ہوگا جیسے ہفتہ' اتوار' سوموار' بدھ' جمعرات اور جمعہ

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا دن جمعہ کا دن تھا مگر وہ دن عالم بالا کا دن تھا جو ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے اس لئے جب حضرت علیہ السلام کرہ ارض تشریف لائے تو پہلا دن ہفتہ کا تھا اس لئے قیامت تک کائنات کی حیات کا چوبیس گھنٹے کے دنوں میں شمار کر کے ماہ سال کا حساب لگایا جائے گا (جاری ہے)

Marfat.com

حواشی

(1) سورۃ نجم آیت نمبر 2

(2) سورۃ التین میں کرہ ارض کو اسفل سافلین قرار دیا گیا ہے کائنات کا سب سے نچلا اور آخری کنارہ۔اور سورۃ التین میں انسان سے مراد صرف اور صرف حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کی تخلیق کیلئے ان کے قالب کے عناصر کو زمین سے اٹھایا پھر ان کے وجود کی تخلیق عرش عظیم پر کی گئی اور تخلیق بھی سب سے حسین سانچہ میں کی گئی۔پھر آدم السلام کو اس جگہ پر واپس کر دیا گیا. (ثم ردنہ) جہاں سے آپ کا وجود اُٹھایا گیا تھا اور وہ جگہ اسفل سافلین یعنی کرہ ارض ہے۔سورۃ التین میں اسفل سافلین سے مراد دوزخ ہرگز ہرگز نہیں ہے۔(سورۃ والتین آیت نمبر 5) دوزخ کا معنی کسی اور موقع پر بیان ہوگا (مؤلف حبیبی عظیمی)

(3) سورۃ نجم آیت نمبر = 7

(4) سورۃ نور آیت نمبر = 35

(5) ایضاً

(6) سورۃ نجم آیت نمبر = 9

(7) سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر = 33

(8) سورۃ ھود، آیت نمبر = 7

(9) حضرت خواجہ محبوب عالم عرش کے بارے میں یوں لکھتے ہیں کہ:۔عرش ایک نوری حجاب ہے جو عالم امر اور عالم خلق کے درمیان نیم دائرہ نیچے کا عالم خلق میں داخل ہے اور اسی عالم خلق کو عالم امکان بھی کہتے ہیں اور نیم دائرہ اوپر کا عالم امر میں ہے۔اصول لطائف عالم امر کے اوپر کے نیم دائرہ عرش میں ہیں اور اصول لطائف عالم خلق نیم دائرہ میں داخل ہیں جن کی صورت یہ ہے (خیر الخیر معروف مرغوب السلوک ص 40 خواجہ محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ) شکل دائرہ

Marfat.com

(10) ایضاً

(11) رسالہ نشر الطیب، مولانا اشرف علی تھانوی۔ راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(12) سورۃ سجدہ آیت نمبر 4-5

(13) سورۃ سجدہ آیت نمبر 4-5

(14) اشرف علی تھانوی نشر الطیب (راوی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(15) سورۃ یونس آیت نمبر 5

(16) سورۃ سجدہ آیت نمبر 5

(17) ترجمہ: قبوص القرآن حامد حسن بلگرامی چانسلر بہاولپور یونیورسٹی) (المعارج آیت نمبر 4

(18) فیوض القرآن سورۃ البقرہ کے حاشیہ میں خلیفہ کا تعریف لکھی ہوئی ہے۔

(19) سورۃ نور آیت نمبر 34

(20) سورہ سجدہ آیت نمبر 9

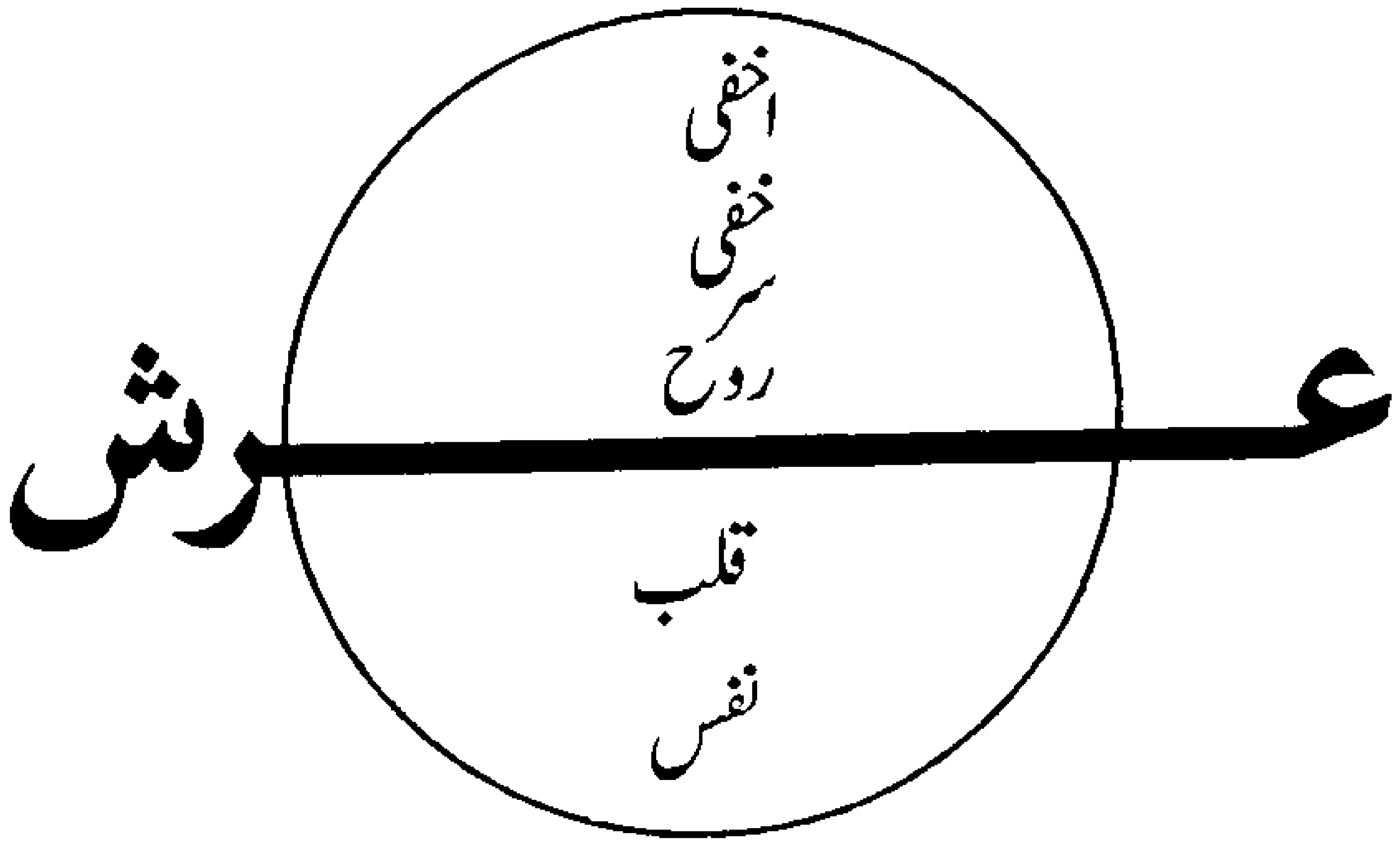

Marfat.com

مفتی محمد شفیع رضوی

سابق مرکزی چیئرمین پاکستان علماء کونسل

قلعہ دیدار مصطفےٰ ضلع گوجرانوالہ
فون 055-47130376
موبائل 0333-8215342

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

...... تقریظ ......

ایک اور نئی تصنیف اسرار تخلیق آدم علیہ السلام سورۃ والتین کے آئینہ میں مجھے عطا فرما کر اپنی کرم فرمائیوں میں مزید اضافہ فرمایا حضرت حبیبی صاحب کی تصنیفات قرآن وسنت اور فکر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور جدید سائنسی علوم سے مملو ومزین ہوتی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے الہامی والقائی وتخلیقی مندرجات قاری کیلئے نئے فہم وفکر کی راہیں کھول دیتے ہیں چنانچہ ایک جگہ ان کے قلم حقیقت رقم سے بے ساختہ یہ الفاظ صفحہ قرطاس پر نمودار ہوگئے۔ ''عالم حیرت میں یہ آواز سنائی دی جو قلب کے کانوں نے سنی کہ اپنی زیست کے سامان کو قرآن میں تلاش کرو قرآن کریم نے میری رہنمائی اس طرح فرمائی جیسے گم شدہ بچہ اپنے والدین اور گھر سے بچھڑ کر دور چلا جائے جو حال اس بچے کا ہوتا ہے اس سے کون واقف نہیں تو پھر کوئی اس کی انگلی پکڑے اسے اس کے گھر پہنچا دے ایسا کچھ مجھ سے بیت رہا ہے سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم مجھ سے ہمکلام ہوا حروف والفاظ اپنے اندر کے پوشیدہ رازوں سے مطلع کرنے لگے۔

(ملاحظہ ہو ''اسرار تخلیق آدم علیہ السلام'' 1 (مفتی محمد شفیع)

اور ان پوشید رازوں سے مطلع ہونے پر گواہی کتاب ہذا میں موضوعات۔ معراج آدم علیہ السلام۔ 2

عرش اور حضرت آدم علیہ السلام کا باہمی تعلق۔ 3

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کا سفر ترجعون۔ 4

احسن تقویم کا باطنی رخ 5

اوراسی طرح کے نہایت معلومات افزا مضامین حضرت مصنف مدظلہ کے تحقیقاتی حسن ذوق کے آئینہ دار ہیں محاورات زبان میں بھی حضرت خود موجد کا درجہ رکھتے ہیں۔

ہمارے ہاں کسی بزرگ یا شیخ طریقت کی وفات پر عموماً۔ وفات حسرت آیات۔ وصال مبارک اور جہان فانی سے کوچ کے الفاظ مروج و مستعمل ہیں لیکن حبیبی صاحب نے اپنے شیخ طریقت حضور قبلہ عالم مرشد کریم حضرت مولانا سید محمد ﷺ حبیب اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پاک پر تذکرہ جن الفاظ میں کیا دنیائے ادب میں ایک نئی تخلیق ہے ملاحظہ ہو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ مرشد کریم حضرت قبلہ مولانا وسیدنا سید محمد حبیب اللہ قدس سرہ۔

۵۔ اکتوبر 1961 دن کے گیارہ بجے کے قریب روز روشن میں نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ایسا معلوم ہوا کہ روشن دن سیارہ رات میں بدل گیا۔ 6

محاورہ ادب اور حسن عقیدت کا ایسا شاہکار کہاں ملے گا؟

تحریر کے علاوہ زبان و بیان اور حسن اخلاق میں یہ تاثیر کہ ان سے ایک ملاقات دوسری ملاقات کیلئے بیتاب کر دیتی ہے حقیقت ہے کہ

اثر لبھانے کا پیارے تیرے بیان ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

کے آپ مکمل مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے زور قلم و بیان میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(احقر مفتی محمد شفیع رضوی)

Marfat.com

کتاب اسرار تخلیق آدم علیہ السلام کے متعلق خواہش پیدا ہوئی کہ ایک مختصر تائیدی مضمون لکھ کر ثواب میں شامل ہو جاؤں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

تعاونوا علی البر و التقویٰ.

حبیبی صاحب قبلہ معراج آدم علیہ السلام کے تحت رقمطراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عرش عظیم پر جب سیدنا آدم علیہ السلام کے قالب میں اپنی طرف سے روح کو پھونکا۔ سبحان اللہ و بحمدہ ماشاء اللہ کتنی تحقیقی و علمی بات مختصر الفاظ میں بیان فرما دی۔

حدیث پاک میں ہے عن انس ان رسول اللہ ﷺ قال لما صور اللّٰہ آدم فی الجنۃ ترکہ ماشاء اللّٰہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ ینظر ماھو فلماراہ اجوف عرف انہ خلق خلقا لا یتمالک. 7

عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال لماصور اللّٰہ آدم فی الجنۃ و ترکہ ماشاء اللّٰہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ و ینظر ماھو فلماراہ اجوف عرف انہ خلق خلقالم یتمالک . 8

حدثنا عبداللّٰہ حد ثنی ابی ثنا عفان ثنا حماد انا ثابت عن انس ان رسول اللّٰ ﷺ قال لماخلق اللّٰہ عزوجل آدم صورہ ثم ترکہ فی الجنۃ ماشاء اللّٰہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطبف بہ فلماراہ اجوف عرف انہ خلق لا یتمالک 9

لماصور اللّٰہ تبارک و تعالیٰ آدم فی الجنۃ ترکہ ماشاء اللّٰہ ان یترکہ فجعل ابلیس یطیف بہ ینظر الیہ فلماراہ اجوف عرف انہ، خلق لایتمالک. 10

Marfat.com

عن انس ان رسول ﷺ قال لما صور الله آدم فی الجنة ترکه ماشاء الله ان یترکه فجعل ابلیس یطیف به ینظر ماهو فلمار اه اجوف عرف انه، خلق خلقا لا یتمالک . 11

یہ چاروں احادیث اس بات پر گواہ ہیں کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق جنت میں ہی ہوئی انہیں وہاں جنت میں ہی رکھا گیا اور پھر وہاں سے ہی آدم علیہ السلام کا ھبوط (اترنا) ہوا۔

پانچویں حدیث پاک جو کہ مشکوٰۃ شریف سے درج کی گئی اس حدیث کی شرح میں مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ میں حدیث مذکور کے الفاظ لما صور اللہ آدم کی شرح میں درج ہے هذا لا ینافی ماورد فی الروایات من انه تعالیٰ خلق آدم من تراب قبضه من وجه الارض و خمره حصیٰ صارطینا و ترکه حتی صارصلصالا وکان ملقی بین مکة و طائف ببطن نعمان لجواز ان یکون قدترک فی الا رضی حتیٰ استعد للصورة الانسانیة ثم نقل الی الجنة و صور هناک ولادلا له لقوله تعالیٰ اسکن انت وزوجک الجنة علی انه ادخل الجنة بعد مانفخ فیه الروح کیف وقد تظافرت الروایات علی ان حواء خلقت من آدم فی الجنة وهی احد المامورین بالسکنی. 12

ترجمہ: حضرت آدم علیہ السلام کی صورت کا جنت میں بنایا جانا یہ ان روایات سے نہیں ٹکراتا نہ ہی ان روایات کی نفی کرتا ہے جن روایات میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے مٹھی بھر مٹی لیکر آدم علیہ السلام کو بنایا اس مٹی کا خمیر کیا گیا یہاں تک کہ وہ گارا بن گئی اور اسے چھوڑے رکھا یہاں تک کہ وہ بجتی مٹی بن گئی اور وہ مکہ شریف اور

Marfat.com

طائف کے درمیان وادی نعمان مین رکھی گئی۔

اس لئے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس مٹی کو زمین میں وادی نعمان میں اس لئے رکھا گیا ہو کہ یہ آدم علیہ السلام کی انسانی صورت بنانے کیلئے تیار ہو جائے پھر اسے جنت میں منتقل کر دیا جائے اور وہاں آدم علیہ السلام کی صورت بنائی جائے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان (اسکن انت وزوجک الجنة) میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام میں روح پہلے پھونک دی گئی اور بعد میں جنت میں داخل کیا گیا حالانکہ اس بات پر واضح روایات گواہ ہیں کہ حضرت حواء علیھا السلام کو بھی جنت میں ہی آدم علیہ السلام سے ہی بنایا گیا اور جن دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا گیا ان میں ایک یہ حضرت حوا علیھا السلام تھیں۔

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف میں درج اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے چند درجے ہیں اولاً ان کا پتلا زمین پر یعنی مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان میں بنایا اور سکھایا گیا پھر وہ سوکھا ہوا پتلا جنت میں رکھا گیا وہیں ہی روح پھونکی گئی وہاں ہی فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا وہاں ہی حوا پیدا ہوئیں پھر وہاں سے زمین پر بھیجا گیا یہاں اس دوسرے ٹھکانہ کا بیان ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا مقام نعمان میں بنایا گیا۔ 13

لما خلق اللہ آدم خلق من ضلعه الایسر حواء وھو فی الجنة

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بنایا تو ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء علیھا السلام کو بنایا اور آدم علیہ السلام اس وقت جنت میں ہی تھے۔ 14

تفسیر خازن میں ہے آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے مٹی کو آسمانوں پر لیجایا

Marfat.com

گیا۔ ثم جعل جسد او القاه علی باب الجنة۔ ترجمہ: پھر اس مٹی سے آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا اور اسے جنت کے دروازہ پر رکھ دیا گیا۔ تفسیر خازن (ص 100) اس بات میں اہل اسلام میں سے کسی کو ذرا بھر بھی اختلاف نہیں کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے حضرت عزرائیل علیہ السلام مختلف مقامات سے مٹی حاصل کر کے آسمانوں پر لے گئے تھے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پر اترے مختلف مقامات سے مٹی حاصل کی (وصعد بها الی السماء) اور اس مٹی کو لیکر آسمانوں کی طرف چڑھ گئے۔ [15]

اور تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام اس خاک کو آسمان پر لے گئے اور دروازہ بہشت پر تودہ (ڈھیر) کر دیا۔ [16]

اور ''قصص الانبیاء'' میں ہے پس عزرائیل علیہ السلام نے ہاتھ نکال کر ایک مٹھی خاک اسی سرزمین سے لیکر عالم بالا پر چلے گئے قصص الانبیاء کے مطابق (ص ۱۲) جب آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے مٹی کو آسمانوں پر لے جانا ثابت ہوا اور جنت کے دروازہ پر اس مٹی کا رکھا جانا بھی ثابت ہوا اور احادیث مبارکہ جو قبل ازیں نقل کی جا چکی ہیں کہ (صور الله آدم فی الجنة آدم علیه السلام) آدم علیہ السلام کی صورت جنت میں اللہ تعالیٰ نے بنائی تو آدم علیہ السلام کے آسمانوں پر جنت میں بنائے جانے میں کوئی اختلاف نہ رہا و هو المقصود۔

چنانچہ تفسیر روح البیان کے ترجمہ فیض الرحمٰن میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جنت میں ہوئی تھی اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جنت عدن میں پیدا کیے گئے پھر وہاں سے نکالے گئے۔ [17]

یہ بات ہی خلاف عقل ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کیلئے مٹی کو آسمانوں پر

Marfat.com

لیجایا گیا پھر زمین پر لایا گیا پھر روح پھونکی گئی اور پھر اسے دوبارہ آسمانوں پر جنت میں لے جایا گیا اور پھر آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو زمین پر بھیجا گیا۔

جن لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق زمین پر ہی ہوئی تھی ان کے شبہ کا جواب دیتے ہوئے علامہ ابن القیم الجوزی نے حادی الاروح الی بالا دالا فراح میں لکھا اس کتاب کا ترجمہ حافظ عبدالقدوس صاحب قارن نے جنت کے نظارے کے نام سے کیا ہے۔ بہر حال یہ دلیل کہ رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین سے پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔ لیکن تمہارے لئے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی خلقت کی تکمیل بھی اسی زمین پر کی؟ حالانکہ بعض آثار میں آیا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے القاہ علی باب الجنة ار بعین صباحا اس یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے دروازے پر چالیس دن تک ڈالے رکھا۔ [18]

پھر اس کے بعد لکھتے ہیں بے شک آدم علیہ السلام ن فرشتوں کے ساتھ آسمان پر تھے کیونکہ انہوں نے ان کو ان ناموں کی خبر دی تھی رنہ تو یہ لازم آئے گا کہ وہ فرشتے سارے کے سارے زمین پر اترے تھے حالانکہ وہ نہیں اترے تھے۔ [19]

اور صاحب تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء لکھتے ہیں۔ فسجد الملئکة کلهم احمعون پس سب فرشتوں نے جمع ہو کر سجدہ کیا اس آیت سے صاف ہو گیا کہ تخصص ملائکة سفلیین کی غلط ہے۔ [20]

مصنف تفریح الاذکیا رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بالکل واضح ہے وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر ہی تخلیق کیا گیا اور زمین پر ہی انہیں سجدہ کرایا گیا اور اس میں صرف زمین والے فرشتے ہی شامل ہوئے تھے تو یہ

Marfat.com

قرآن حکیم کی اس آیۃ مبارکہ کے خلاف ہے کیونکہ کلھم اجمعون میں زمین و آسمان کے تمام ملائکہ مراد ہیں لہٰذا زمین میں تخلیق وسجدہ کا نظریہ درست نہیں۔ منتخب کنزالاعمال میں ہے۔ وعجنہ، بماء من ماء الجنۃ یعنی آدم علیہ السلام کے خمیر کی مٹی جسے آسمانوں پر لے جایا گیا تھا اسے جنت کے پانی کے ساتھ گوندھا گیا۔

اس روائت سے بھی ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام کی مٹی اگرچہ زمین سے حاصل کی گئی تھی مگر تکمیل کا مرحلہ آسمان و جنت میں ہی ہوا اور ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کا آدم علیہ السلام کے خمیر کیلئے مٹی کو آسمانوں پر لیکر جانے میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں ہے۔ تاریخ طبری میں ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کا حکم دیا پس وہ آسمان کی طرف بلند کی گئی اور لیس دار مٹی سے آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ [21]

اور ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنھما سے۔۔۔ پھر ملک الموت اس مٹی کو لیکر آسمان کی طرف چڑھے اور اسے پانی سے تر کیا یہاں تک کہ وہ لیس دار مٹی بن گئی۔

[22]

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رب تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی لانے کا حکم دیا تو وہ آسمان کی طرف بلند کی گئی اور آدم علیہ السلام کو (طین لازب) لیس دار مٹی سے پیدا کیا گیا تاریخ طبری۔ [23]

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش

حضرت حواء علیہا السلام کی پیدائش بھی جنت میں ہی ہوئی تھی کہ جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو اکیلے تھے تو اِن کے پاس کوئی ایسا شخص نہ تھا جس سے ان کو اس سے مجالست ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری فرمادی تو ان کی بائیں چھوٹی

Marfat.com

پسلی سے ان کی بیوی حضرت حوا علیھا السلام کو پیدا فرمایا۔ 24

اور بقول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حواء علیھا السلام جنت میں ہی پیدا ہوئیں۔ 25

تاریخ طبری مین ہے وہ (آدم علیہ السلام) جب جنت میں تھے ایک رات سوئے جب بیدار ہوئے تو اپنے سرہانے ایک عورت کھڑے دیکھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا۔ ملائکہ کو جب خبر ہوئی تو وہ دیکھنے کیلئے آئے اور کہا اے آدم اس کا نام کیا ہے۔ انہوں نے کہا حواء۔ (ا) 26

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت آدم و حواء علیہا السلام دونوں کی تخلیق جنت میں ہی ہوئی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جنت کہاں ہے۔

جنت کہاں ہے؟

تفسیر روح المعانی میں ہے **والا کثرون علیٰ انھا فوق السموات اسبع تحت العرش** ۔ ترجمہ: اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنھم کا نظریہ یہی ہے کہ جنت سات آسمانوں سے اوپر عرش کے نیچے ہے اور یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ 27

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا جنت کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سات آسمانوں سے اوپر۔ 28

علماء اہلحدیث میں سے علامہ وحید الزمان صاحب (انڈیا) نے **ھدیۃ المھدی** میں لکھا **والا صح ان الجنۃ فی السماء فوق سبع سموٰات و فوقھا عرش الرحمان** ۔ ترجمہ: اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جنت سات آسمانوں سے اوپر ہے اور اس

Marfat.com

کے اوپر رحمان کا عرش ہے۔ [29]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں عند سدرة المنتهى عندها جنة الماوى اور اس کے پاس جنة الماوی ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سدرة المنتہیٰ آسمان پر ہے۔ [30]

نوٹ: چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو اور تمام اشیاء کے ناموں کا علم سکھا دیا تھا۔ ان ناموں میں ایک نام حضرت حواء السلام علیہا کا بھی یقیناً ہوگا۔

اور تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے قيل هى الجنة التى آوىٰ اليه آدم عليه السلام الىٰ ان اخرج منها۔ ترجمہ کہا گیا ہے جنت الماویٰ وہ جنت ہے جس جنت میں آدم علیہ السلام ٹھہرے تھے اور جنت سے نکالے جانے تک آپ اسی میں قیام پذیر رہے۔ [30 الف]

عارف ربانی امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امـا ارضهـا فتنتهـى الى سدرة المنتهى لقوله تعالىٰ عندسدرة الـمـنتهى عندها جنة الماوى و سدرة المنتهى فوق السموات السبع على ماجاء فى الا حاديث۔

ترجمہ: جنت الماوی کی زمین سـدرة الـمـنتهـى پر ختم ہوتی ہے اللہ کے فرمان عنـدسـدرة الـمنتهى عندها جنة الماوىٰ کے مطابق اور سدره المنتهى سات آسمانوں سے اوپر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ [31]

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

جنت الماویٰ جنت کا ایک درجہ ہے جہاں آدم علیہ السلام کا قیام تھا۔ [32]

اور اہل تشیع حضرات کی تفسیر مجمع البیان میں ہے وقيل هى الـجنة التى آوىٰ اليه آدم (عليه السلام)

Marfat.com

ترجمہ: جنت الماویٰ وہی جنت ہے جہاں آدم علیہ السلام کا قیام رہا۔ [33]

عن عبادہ بن الصامت ان رسول اللہ ﷺ قال فی الجنة مائة درجة مابین کل درجتین کما بین السماء والارض والفردوس اعلاھادرجة و منھا تفجر انھار الجنة و من فوقھا یکون العرش فاذا سالتم اللہ فاسئلوہ الفردوس.

ترجمہ: حضرت عبادہ صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو منزلیں ہیں ہر دو منزلوں کے درمیان فاصلہ ایسا ہے جیسے آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور فردوس اعلیٰ درجہ ہے جس سے جنت کی چاروں نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہوتا ہے تو تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو۔ [34]

عرش کیا ہے اور کہاں ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید السموات السماء التی فیه العرش و سید الارضین التی انتم علیھا.

ترجمہ: آسمانوں کا سردار وہ آسمان ہے جس میں عرش ہے اور زمینوں کی سردار وہ زمین ہے جس پر تم ہو۔ [35]

بخاری شریف میں ہے اذا سالتم اللہ فاسئلوہ الفردوس فانه اوسط الجنة واعلی الجنة اراہ قال و فوقه عرش الرحمن

ترجمہ: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو بے شک وہ جنت کا اوسط و اعلیٰ ہے۔ [36]

Marfat.com

اس کے اوپر عرش رحمان ہے اور اسی حدیث شریف کے حاشیہ بخاری ہے (المراد بالاوسط الافضل) کہ اوسط سے مراد افضل جنت ہے۔

علامہ ابن القیم الجوزی نے لکھا ہے۔ صالح بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ درجہ جنت کا سب سے حسین درجہ کیوں ہے؟ پھر فرمایا کہ اس لئے کہ اس کا چھت رب العالمین کا عرش ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت میں تمہاری رہائشگاہوں کے چھت کا نور رب تعالیٰ کے عرش کا نور ہوگا۔ [37]

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں جنت گنبد نما ہے۔ اس کا سب سے اعلیٰ اور وسیع اور عمدہ درجہ فردوس ہے اور اس کا چھت عرش ہے۔ [38]

عارف کامل حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علیھا یوضع العرش یوم القیامۃ۔ اسی فردوس پر قیامت کے دن عرش رکھا جائے گا حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرش الٰہی تو جنت کی چھت ہے۔ [39]

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ عرش جنت کی چھت ہے اور امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے عن ابن عباس ان الجنۃ فی جوف الکرسی۔ کہ جنت تو اللہ تعالیٰ کی کرسی کے جوف یعنی درمیان ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں یہی لکھتے ہیں۔

کیا اسفل سے مراد کرہ ارض ہے یا دوزخ؟ ایسا واضح ہوتا ہے کہ عالم اجسام میں اسفل سے مراد کرہ ارض اور عالم آخرت میں اسفل سے مراد دوزخ ملاحظہ ہو اسرار

Marfat.com

تخلیق آدم علیہ السلام (ص ۱۳۲ سطر ۱-۲)

حضرت قبلہ حبیبی صاحب نے اس مسئلہ اسفل سافلین کو اس آسان پیرایہ میں حل فرمایا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ متقدمین رحمھم اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا وہ انکا اپنا صواب خیال تھا اور متاخرین نے تن آسانی سے کام لیتے ہوئے اپنی کسی نئی سوچ سے کام لینا خلاف ادب سمجھتے ہوئے اسی پہ اکتفا کرلیا۔

حالانکہ متقدمین حضرات نے بھی جو کچھ لکھا وہ اس بات سے خالی تھا کہ اس آیۂ کریمہ کے شان نزول میں حضور ﷺ نے یہ فرمایا فلاں فلاں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اس کے شان نزول میں یہ یہ احادیث بیان فرمائیں تفاسیر کا ذخیرہ ان باتوں کے بیان سے بالکل خالی ہے تفاسیر میں اس آیت کے متعلق جو کچھ ملتا ہے مختصراً کچھ عرض کر دیا جاتا ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے لقد خلقنا الا نسان هوا لكافر الوليدين مغيره ويقال كلده بن اسيد فى احسن تقويم يقول فى اعدل الخلق و لهذا كان القسم

ترجمہ: لقد خلقنا الانسان میں انسان سے مراد ولید بن مغیرہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد کلدہ بن اسید ہے فی احسن تقویم میں اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کا اعتدال پر ہونا بیان فرماتا ہے اسی لیے پہلے قسم بیان فرمائی گئی۔

ثم رددناه فى الآخرة اسفل سافلين يعنى النار ويقال لقد خلقنا الانسان يعنى ولد آدم فى احسن تقويم فى احسن صورة اذ انكا م شبابه، ثم رددناه اسفل سافلين النى ارزل العمر فلايكتب لم، بعد ذالك حسنة الاماقد عمل فى شبابه وقوته.

Marfat.com

ترجمہ: ثم رددناہ پھر ہم نے اسے لوٹا دیا سے مراد ہے آخرت میں اور اسفل سافلین سے مراد ہے دوزخ اسکے بعد خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں۔

ویقال لقد خلقنا الانسان یعنی ولد آدم فی احسن تقویم فی احسن صورۃ اذا تکامل شبابہ.

ترجمہ: یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان سے مراد آدم علیہ السلام کی اولاد ہے فی احسن تقویم سے مراد فی احسن صورۃ ہے جب انسان کی جوانی مکمل ہوتی ہے۔

ثم رددناہ اسفل سافلین پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو نیچی سے نیچی حالت کی طرف سے مراد بہت حقیر عمر یعنی بڑھاپے کی طرف پس اس کے بعد اس کیلئے ایسے ہی نیک اعمال لکھے جائینگے جیسے اور جتنے نیک اعمال وہ اپنی جوانی اور طاقت کی عمر میں کیا کرتا ہے۔ [40]

اور تفسیر جلالین میں ہے اسفل سافلین سے کنایہ مراد عن الھرم والضعف۔ یعنی بڑھاپا اور کمزوری مراد ہے۔ [41]

اور تفسیر صاوی علی الجلالین میں ہے ولہ اسفل سافلین السافلون ھم الصغار والزمنی والاطفال فاشیخ الکبیر اسفل من ھؤلاء۔ یعنی اسفل سافلین سے مراد وہ چھوٹے بچے لڑکے اور اپاہج مراد ہیں اور بوڑھا بزرگ ان سے کمزوری وناتوانی میں اسفل یعنی سب سے نچلی حالت میں ہے۔ [42]

اسفل سافلین کی تفسیر میں مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ نے تحریر فرمایا یعنی بڑھاپے کی طرف جبکہ بدن ضعیف اعضاء ناکارہ عقل، ناقص پشت خم، بال سفید ہوجاتے ہیں۔ جلد میں جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ اپنی ضروریات انجام دینے میں عاجز ہوجاتا ہے۔ یا یہ معنی ہیں کہ جب اس نے اچھی شکل وصورت کی شکر گزاری

Marfat.com

نہ کی اور نافرمانی پر جما رہا اور ایمان نہ لایا تو جہنم کے اسفل ترین درکات کو ہم نے اس کا ٹھکانہ کر دیا۔ 43

آپ ان تمام تفاسیر کا بغور مطالعہ فرمائیں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائیگی کہ مفسیرین کرام علیھم الرحمۃ والرضوان اپنی ہی پیش کردہ کسی ایک تفسیر پر خود بھی مطمئن نہیں اس لئے سب تفاسیر والوں نے اسفل سافلین سے یا تو بچے اور بوڑھے کمزور مراد لیے ہیں اور یا پھر اس سے اہل نار یعنی دوزخی مراد لیے ہیں یعنی یہ سب بزرگان دین مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین اسفل سافلین کی تفسیر پر کوئی حتمی فیصلہ یا نتیجہ نہیں دے سکے کیونکہ فرمان رسول ﷺ سے اس بارہ میں ان کو کوئی بات نہ پہنچی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی تو اس سے بچے مراد لیے اور کبھی بوڑھے اور کبھی اپاہج اور پھر بوڑھوں کیلئے بغیر عمل کے ثواب اور وہ بھی باہمت جوانی کے دنوں کی عبادت کی طرح کا ثواب اور کبھی اس سے مراد جہنمی کیلئے۔ آپ ہی ذرا غور فرمائیں کیا کثیر ثواب والا شیخ کبیر اور جہنمی شخص دونوں برابر ہو سکتے ہیں ھذا بعد المشرقین کیا ایک ہی شخص بہت ثواب والا جنتی اور ایمان نہ لانے والا جہنمی برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں لا یستویان۔

اور لقد حلقنا الانسان فی احسن تقویم کی جو تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد ولیدن بن مغیرہ کافر یا کلدہ بن اسید مراد ہے اگر اسے پیش نظر رکھا جائے تو شیخ کبیر بوڑھے اجر و ثواب والے مومن و جنتی والی تفسیر ختم ہو جاتی ہے۔ جو خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بیان فرمودہ ہے اور اگر بوڑھے مومن کثیر ثواب والی تفسیر کو پیش نظر رکھا جائے تو ولید بن مغیرہ کافر مراد لینے والی تفسیر بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ان دونوں تفسیروں میں جو تفاوت ہے وہ ہر عاقل محسوس کر سکتا

Marfat.com

ہے۔ لہٰذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور مفسر قرآن جیسی شخصیت کسی ایک معنی و مراد پر حتمی حکم نہیں فرماتے اور نہ ہی دیگر بعد میں آنے والے مفسرین کرام رحمھم اللہ تعالیٰ غالباً اسی لیے مصنف صاحب زید مجدہ نے کتاب اسرار تخلیق آدم علیہ السلام میں تحریر فرمایا۔

اسفل سافلین سے مراد کونسی جگہ ہے؟ یہ ایسا اشکال ہے جس کو دور کرنے کیلئے امت مسلمہ کے علماء کرام اور مفسرین صدیوں سے مصروف ہیں اور کوئی حتمی فیصلہ کیے بغیر روایات کو بیان کرنے کے بعد لکھ دیا جاتا ہے اللہ عالم بالصواب جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم مفسرین نے اپنی پوری کوشش کرنے کے بعد لکھا ہے اور پورے وثوق اور اعتماد سے لکھا ہے۔ لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہیں کر پائے کہ اسفل سافلین سے کیا مراد ہے۔ (اسرار تخلیق آدم علیہ السلام) ص ۱۳۱

حضرت حبیبی صاحب نے بہت سے قرآنی آیات سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ ہر جگہ اسفل سے مراد دوزخ نہیں بلکہ کسی بھی اعلیٰ یعنی بلندی والی جگہ سے نچلی جگہ کو اسفل کہا جا سکتا ہے اور اس کے بے شمار شواہد قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

صاحب علم الکتاب حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ جہات ستہ کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ اوپر اور نیچے والی (دونوں) سمتیں حقیقی اور باقی چار اضافی ہیں۔ جو اضافات کے ادل بدل سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ 44الف

گویا صاحب علم الکتاب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اعلیٰ و اسفل یعنی اوپر اور نیچے اصل میں دو سمتیں ہی ہیں اور دوسری جگہ لکھتے ہیں جیسے اوپر اور نیچے کے وہ بھی حقیقی سمتیں ہیں ان میں اختلاف نہیں ہوتا (علم الکتاب ج ۲/ ۳۳۸) 44ب

اس کلام سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اعلیٰ و اسفل سے مراد فقط دو سمتیں

Marfat.com

بلندی و پستی ہیں نہ ہر بلندی جنت اور نہ ہر پستی دوزخ اسکے بعد حضرت میر درد رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

لہٰذا ایں جہتیں عمدہ راحق تعالیٰ بیان فرمودہ گفتہ لقد خلقناً الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین۔

ترجمہ: لہٰذا ان دو عمدہ جہتوں (اعلیٰ و اسفل) کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا اور فرمایا لقد خلقا الانسان فی احسن تقویم ثم ددناہ اسفل سافلین۔ [45]

اس کے بعد لقد خلقنا الانسان میں مذکور انسان کے متعلق فرماتے ہیں

۔ترجمہ حاصل کلام یہ کہ جو کچھ بھی ہے انسان حضرت رحمان خداوند تعالیٰ کا ائینہ دار ہے جس طرح عالم اجسام میں فلک الافلاک خداوند رحمان کا عرش ہے جس سے برتر کوئی جسم نہیں حقائق کے مراتب میں حقیقت انسانی عرش رحمانی ہے۔جس سے برتر کوئی حقیقت نہیں اور اسفل سافلین کے متعلق فرماتے ہیں۔ و اسفل السافلین هو العنصر الذی اقرب من نطفة المرکز اعنی الارض۔

ترجمہ: اور اسفل سافلین سے مراد وہ عنصر ہے جو نطفۂ مرکز کے بہت زیادہ قریب ہے اور نطفہ مرکز میں زمین ہی مراد لیتا ہوں۔ [46]

پھر فرماتے ہیں خلق الانسان علی صورتة و جعله خلیفة فی الارض فهو باعتبار تجردنفسه خلق فی احسن تقویم و بلحاظ تعلق نفسه بالبدن و نصر فانه فیه اسفل سافلین۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا اور اسے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا پس وہ اپنے نفس کے تجرد کے لحاظ سے فی احسن تقویم بنایا گیا اور بدن کے ساتھ نفس کے تعلق کے اعتبار اور اس میں تصرفات کے لحاظ سے وہ اسفل

Marfat.com

سافلین ہے۔

47

حضرت میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انہیں خلق اللہ آدم علی صورتہ کا مصداق بنایا اور انہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور وہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اپنے نفس یعنی روح کے تجرد کے لحاظ سے احسن تقویم بنائے گئے اور بدن اور روح کے مجموعے اور روح کے بدن میں تصرفات کیلئے اسفل سافلین بنائے گئے۔

رئیس الاتقیاء شمس العارفین حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جاننا چاہئے کہ اس عزیز الحکیم نے فطرت انسان کو اپنی فطرت پر اور عین حکمت پر مبنی رکھا جس کے منازل و مدارج میں عجیب کیفیات کی وسعت ہے۔ یعنی عالم موجودات میں اسباب ظاہری خورش و پوشش (کھانے پینے اور پہنے) اور مکان وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اس مقام میں جسے ذات پاک نے اسفل سافلین فرمایا ہے۔

48

حضرت راس الاتقیاء رحمۃ اللہ علیہ یہ بات واضح فرما رہے ہیں کہ اسفل سافلین اور فی احسن تقویم سے مراد انسان حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ مستقر و متاع الی حین کے مصداق بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں باقی لوگ ان کی معرفت قرار و متاع سے مستفید ہوئے مذکورہ بالا شواہد پیش کرنے سے ہماری اصل غرض یہ ہے کہ ہر اسفل دوزخ نہیں جیسا کہ مصنف اسرار تخلیق آدم علیہ السلام حبیبی صاحب مدظلہ نے لکھا کہ عالم اجسام میں اسفل سے مراد کرہ ارض اور عالم آخرت میں اسفل سے مراد دوزخ۔ اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص ۱۳۲

کیا خوب لکھا میرے خیال میں ان حقائق سے اختلاف ممکن نہیں اللھم

Marfat.com

زدفزد اور تفسیر مجمع البیان میں ہے (واھبوط والنزول و الوقوع نظائر والتحرک من علو الی سفل)

ترجمہ: ھبوط اور نزول اور وقع کے الفاظ معنی کے لحاظ سے ہم مثل ہیں اور ان کا معنی ہے بلندی سے اسفل یعنی نیچے کی طرف حرکت۔ اس سے تھوڑا آگے لکھتے ہیں والھبوط کالحدور وھو الموضع الذی یھبطک من اعلیٰ الیٰ اسفل۔ یعنی ھبوط کے معنی حدور کے معنی کی طرح ہی ہیں اور وہ اس جگہ کو کہتے ہیں جو تجھے اعلیٰ سے اسفل کی طرف اتار دے۔ [49]

اور جب ھبوط نزول اور اسفل کے ایک ہی معنی ہیں اور اھبطوا کے الفاظ قرآن حکیم میں حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ہیں اور آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے بھی تھے یہ بات بھی قرآن پاک سے ثابت ہے تو اسفل سافلین سے حضرت آدم علیہ السلام کا زمیں پر اترنا مراد لینا قرآن پاک کے مفہوم سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

اسفل سے جہنم مراد لے لینے کی کوئی واضح وجہ تو ہمیں نظر نہیں آتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی ایک آیت کے حصہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار سے یہ شبہ ہو گیا کہ ہر اسفل جہنم ہی ہے حالانکہ اس جگہ اسفل کو جہنم کے ساتھ من النار کے الفاظ نے خاص کر دیا ہے قرآن حکیم میں لفظ نار دنیاوی اور اخروی آگ دونوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے بہت شواہد قرآن حکیم میں موجود ہیں مگر صرف لفظ اسفل سے ہر جگہ جہنم مراد لے لینا یہ بات قرآن و حدیث کے مفاہیم کے قطعاً خلاف ہے اور اس کے حق میں قرآن و حدیث سے کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں کی جاسکتی آیئے تھوڑی دیر کیلئے صاحب تفسیر روح المعانی رحمۃ اللہ علیہ اس

Marfat.com

آیہ کریم کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النارای فی الطبقة السفلی منها و هو قعرها ولها طبقات سبع تسمی الاولی کمافیل جهنم، والثانیة لظی، والثالثة الحطمه، والرابعة السعیر و الخامسته سقر، والسادسة الجهیم، والسابعة الهاویة۔

ترجمہ: فی الدرک الاسفل من النار سے مراد جہنم کا سب سے نچلا طبقہ مراد ہے اور وہ اس کا پیندا و گہرائی ہے اور جہنم کے سات طبقے ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پہلے طبقہ کا نا جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم اور ساتواں ھاویہ ہے اور پھر لکھتے ہیں و تسمیة تلک الطبقات درکات یکونها متدارکة متتابعة بعضها تحت بعض۔ یعنی ان طبقات کے نام درکات رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ گہرے اور نیچے تہ بہ تہ ہیں ان کے بعض طبقے بعض کے نیچے ہیں۔ [50]

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں خیال رہے کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں پہلا طبقہ جہنم، دوسرا لظی، تیسرا حطمہ، چوتھا سعیر، پانچواں سقر، چھٹا جحیم، ساتواں ھاویہ، پھر آپ فرماتے ہیں دوزخ کے تمام طبقوں میں نچلا طبقہ ھاویہ زیادہ خطرناک ہے۔ [51]

تفسیر روح المعانی اور تفسیر نعیمی سے یہ بات واضح ہوئی کہ دوزخ کے سات طبقات ہیں اور وہ اوپر نیچے ہیں اور سب نچلا طبقہ ھاویہ ہے اور یہ ہی اسفل ہے۔ جب سب سے نچلا طبقہ جس کا نام ھاویہ ہے اسے بروئے قرآن حکیم اسفل قرار دیا گیا تو ظاہر ہے کہ جب ہم اعلیٰ و اسفل دو سمتوں کے لحاظ سے غور کریں گے تو ھاویہ جو کہ اسفل ہے اس سے اوپر والے چھ طبقات ھاویہ سے بلحاظ سمت اعلیٰ (اوپر) ہوئے تو معلوم ہوا

Marfat.com

کہ دوزخ کے طبقات میں بھی اعلیٰ واسفل دونوں سمتیں موجود ہیں تو ہماری یہ بات اور زیادہ مضبوط ہوگئی کہ ہر اعلیٰ جنت نہیں اور ہر اسفل دوزخ نہیں فھو المراد۔

درک اور درجہ میں کیا فرق:

حکیم الامت حضرت قبلہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی میں لکھا درک اور درجے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں فرق یہ ہے کہ اوپر سے نیچے کی طرف ترتیب کے لحاظ سے درک کہا جاتا ہے اور نیچے سے اوپر کی طرف ترتیب کے لحاظ سے درجہ کہتے ہیں جنت کے درجات ہیں اور دوزخ کے درکات۔ [52]

اور تفسیر روح المعانی میں ہے **الدرک کا لدرج الا انه یقال باعتبار الهبوط و الدرج باعتبار الصعود.**

ترجمہ: درک درج کی طرح ہے مگر درک نیچے اترنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے اور درج باعتبار صعود یعنی اوپر جانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ [53]

معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ میں بلحاظ طبقات اور درجات کے اعلیٰ و اسفل موجود ہیں۔

جنت کے درجات:

عن عبارہ بن الصامت ان رسول اللہ ﷺ قال فی الجنة مائة درجة مابین کل درجتین کما بین السماء والارض و الفردوس اعلاها درجة و منها تفجر انهار اجنة الا ربعة و من فوقها یکون العرش فاذا سالتم اللہ فاسلوہ الفردوس۔ [54]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان فاصلہ ایسا ہے جیسے آسمان و

Marfat.com

زمین کے درمیان اور فردوس اعلیٰ درجہ ہے جس سے جنت کی چاروں نہریں پھوٹتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہوتا ہے تم جب بھی اللہ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو۔

اوپر بیان کی گئی حضور ﷺ کی حدیث مبارک سے یہ بات بالکل واضح طور پر ثابت و معلوم ہوگئی کہ جنت کے سو درجے ہیں اور سب سے بلند و اعلیٰ درجہ فردوس ہے جس کیلئے مذکورہ حدیث پاک میں بھی والفردوس کیلئے اعلیٰ درجہ کے الفاظ موجود ہیں تو جو درجے فردوس سے نیچے ہیں ان کو بھی بہ نسبت فردوس اسفل ہی کہا جائیگا تو گویا جنت کے درجات اور دوزخ کے طبقات جو ہیں ان دونوں میں بھی اعلیٰ و اسفل موجود ہیں نہ جنت کا ہر اسفل درجہ دوزخ ہے اور نہ دوزخ کا ہر اعلیٰ درجہ جنت ہے کیوں کہ اعلیٰ و اسفل دو سمتیں ہیں اور ہر اونچائی اور نیچائی کیلئے استعمال ہوتی ہیں بذات خود ان کا جنت و دوزخ سے کوئی تعلق نہیں اور ہر جگہ اعلیٰ سے مراد جنت اور اسفل سے مراد دوزخ لینا نقلی اور شرعی طور پر کسی طرح بھی درست نہیں اور ایسے دلائل کا دستیاب ہونا کہ اسفل سے مراد ہر جگہ صرف اور صرف دوزخ ہی ہے ناممکنات میں سے ہے۔

احادیث رسول اکرم ﷺ اور لفظ اسفل:

☆ مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ وہ بطحا میں ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بادل گزرا لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو رسول ﷺ نے فرمایا تم اس کا نام کیا رکھتے ہو لوگوں نے عرض کیا ''سحاب'' فرمایا اور مزن بھی عرض کیا ''مزن'' بھی فرمایا اور ''عنان'' بھی فرض کیا عنان بھی فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نہیں جانتے فرمایا ان کے درمیان فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا ہے اور جو آسمان کے اوپر ہے وہ

Marfat.com

بھی ایسا ہی ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنائے پھر ساتوں آسمان کے اوپر ایک دریا ہے۔ بین اعلاو اسفله کما بین سماء الی سماء جس کے اوپر والے اور اسفل یعنی نیچے والے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک الیٰ آخرالحدیث۔ [55]

غور فرمائیں کہ حضور ﷺ نے دریا کے ایک حصہ کو اعلا اور دوسرے حصہ کو اسفل فرمایا کون کہہ سکتا ہے کہ دریا کے جس حصہ کو اسفل فرمایا گیا وہ حصہ دوزخ ہے۔

عن عائشه ان النبی ﷺ لما جاء الیٰ مکة دخلها من اعلاها وخرج من اسفلها۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اروایت ہے کہ نبی ﷺ جب مکہ کی طرف آئے تو مکہ شریف کے اعلا یعنی بلندی کی طرف سے داخل ہوئے اور جب خاج ہوئے تو اسفل یعنی نچلی طرف سے نکلے۔ [56]

یقیناً مکہ پاک کا وہ حصہ وعلاقہ جسے اسفل فرمایا گیا وہ د زخ کا حصہ نہیں ہے بلکہ فضائل مکہ شریف سے کتب حدیث مملو ہیں علماء امت اس سے اچھی طرح باخر ہیں۔

☆ بخاری شریف میں باب المساجد التی علی طرق المدینه والمواضیع التی صلی فیها النبی ﷺ میں ایک طویل حدیث کا وہ حصہ جو مضمون ہٰذا سے تعلق رکھتا ہے۔ باترجمہ عرض خدمت ہے وھو ھذا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم ﷺ ذی طوی میں اترا کرتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے تھے اور وہاں ہی صبح کی نماز پڑھتے جبکہ مکہ مکرمہ آتے۔ رسول اللہ ﷺ کا وہ مصلیٰ سخت ٹیلے پر تھا اس مسجد میں نہ تھا جو وہاں بتائی گئی ہے۔

ولکن اسفل من ذالک علی اکمته غلیظة لیکن اس سے نیچے سخت ٹیلہ پر تھا

Marfat.com

ور عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم ﷺ اس پہاڑ کے دونوں کناروں کی طرف متوجہ ہوتے جو کعبہ کی طرف اس کے اور اونچے پہاڑ کے درمیان ہے۔ عبداللہ بن اس مسجد کو وہاں بنائی گئی ہے۔ مسجد کے بائیں طرف جو ایک ٹیلے کے کنارے پر ہے۔ و مصلی النبی ﷺ اسفل منہ علی الالکمۃ اسوداء اور نبی کریم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے کالے ٹیلے پر ہے۔ (ابوداؤد شریف ۸۸/ ج۱) 57

مذکورہ بالا حدیث پاک میں حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ کو اسفل کہا گیا ہے جہاں اسفل کا معنی دوزخ مراد لینا خود اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

☆ **عن سالم بن عبداللہ بن عمر عن ابیہ ان لنبی ﷺ اری وھو فی معرسہ بذی الحلیفۃ فی بطن الوادی فقیل لہ انک ببطحاء مبارکۃ فقال موسیٰ (بن عقبہ) وقد اناخ بنا سالم با لمناخ الذی کان عبداللہ ینیخ بہ یتحری معرس رسول اللہ ﷺ و ھو اسفل من المسجد الذی ببطن الوادی الی اخر الحدیث**

ترجمہ: حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رات کو مکہ جاتے ہوئے ذوالحلیفہ میں نالے کے نشیب میں آرام فرماتے آپ سے خواب میں کہا گیا کہ آپ برکت والے میدان میں ہیں موسیٰ بن عقبہ نے کہا سالم نے ہمارے ساتھ وہیں اونٹ بٹھایا جہاں عبداللہ بن عمر بٹھایا کرتے تھے وہ اسی جگہ کا قصد کرتے تھے جہاں پر رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہوتے تھے۔ اس مسجد کے نیچے جو نالے کے نشیب میں تھی۔ 58

☆ **عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال اذا نظر احد کم الیٰ من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الیٰ من ھو اسفل منہ**

Marfat.com

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس شخص کو دیکھے جسے اس پر مال وخلق میں فضیلت دی گئی ہو تو وہ شخص اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے اسفل یعنی نیچے ہے۔ 59

☆ عن عدی بن ثابت الانصاری حد ثنی رجل انه کان مع عمار بن یاسر بالمدائن فاقیمت الصلوة فتقدم عمار و قام علیٰ دکان یصیلی والناس اسفل منه فتقدم جذیفة فاخذ علی یدیه فاتبعه عمار حتی انزله حذیفة فلمافرغ عمار من صلاته قال له حذیفة الم تسمع رسول الله ﷺ یقول اذاام الرجل القوم فلایقم فی مکان ارفع من مقامهم. 60

ترجمہ: عدی بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ وہ مدائن شہر میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز کی تیاری کی گئی تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک دکان پر کھڑے ہوکر نماز پڑھانے لگے اور لوگ ان سے اسفل یعنی نیچے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کے دونوں ہاتھوں کے اوپر سے پکڑا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی اتباع کی یہاں تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو دکان سے نیچے اتار دیا جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے جب کوئی آدمی لوگوں کی امامت کرائے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو ان کی جگہ سے بلند ہو۔

یہاں صحابی رسول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مقتدیوں کو اسفل کہا گیا جن میں حضرت حذیفہ یمانی رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت موجود تھی کون کہہ سکتا ہے کہ یہ پاک سیرت صحابہ رضی اللہ عنھم کی جماعت بھی صرف ان پر لفظ اسفل استعمال ہونے

Marfat.com

کی وجہ سے معاذ اللہ سب دوزخی ہو گئے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں لفظ اسفل کو اس دنیا کی ظاہر زمین ہی کیلئے استعمال فرمایا چنانچہ بخاری شریف میں جہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے درمیان زمین کو پانی پلانے میں جھگڑے کا ذکر ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں جو اس کیلئے باب باندھا ہے باب شرب الاعلیٰ قبل الاسفل۔ [61]

یہاں اس باب میں صرف اعلیٰ و اسفل کے الفاظ ہیں حتیٰ کہ ارض یعنی زمین کا ذکر تک نہیں مگر باب کے ذیل میں احدیث میں جس جھگڑے کا ذکر ہے۔ وہ زمین کو پانی پلانے کا ہی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب مطلقاً لفظ اسفل ذکر کیا جائے تو اس اسفل سے مراد یہ اس دنیا کی زمین ہی ہے نہ کہ دوزخ۔

بخاری شریف میں ہے عن عبداللہ بن عمران رجلاقال یا رسول ﷺ مایلبس المحرم من اثیاب قال رسول ﷺ لا یلبس القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس والا الخفاف الا احد لا یجد نعلین فلیلبس خفیف و لیقطعھما اسفل من الکعبین الیٰ آخر الحدیث

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ احرام والا آدمی کیا پہنے کپڑوں میں سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہ قمیض پہنے نہ عمامہ نہ سلوار نہ ٹوپی اور نہ موزے مگر وہ شخص جو جوتے نہ رکھتا ہو وہ موزے پہن لے اور اسے چاہئے کہ وہ اپنے دونوں موزوں کو گٹوں سے اسفل یعنی نیچے تک کاٹ لے۔ [62]

Marfat.com

مشکوۃ شریف ۲۳۵ بلوغ المرام مترجم ۱۳۴ منجا المسلم ۴۶۲ مسک الختام شرح بلوغ المرام ۴۹۵/ ج ۲

مذکورہ حوالہ جات میں گٹوں سے نیچے کو اسفل فرمایا ذرا غور فرمائیں حالت احرام میں حج کرنے والا شخص ہو اور اس کے گٹوں سے نیچے تک دوزخ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے ہم تفاسیر قرآن اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ نہ ہر اسفل دوزخ اور نہ ہر اعلیٰ جنت۔ اعلیٰ و اسفل صرف دو سمتیں ہیں یہ زمین سے لیکر آسمانوں کی گنتی تک پہاڑ سے نچلی زمین تک انسان کے سر سے گٹوں تک گویا کہ ہر چیز کا اعلیٰ و اسفل ہے لیکن دنیاوی چیزوں پر اسفل کا لفظ دوزخ کیلئے نہیں ثم رددناہ اسفل سافلین سے دوزخ مراد لینا مسئلہ اتفاقی نہیں بلکہ جس انسان (حضرت آدم علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا اور ملائکہ کے سامنے انہیں زمین پر خلافت عطا کرنے اور بسانے کا وعدہ و اعلان فرمایا تھا ان کا زمین پر اترنا اسفل سافلین کا زیادہ قرین قیاس مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

مفتی محمد شفیع رضوی

حواشی

1. سرار تخلیق آدم علیہ السلام ص10
2. اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص10 سطر 20/21
3. اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص81 سطر 10-9-8
4. اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص60-61 سطر 2-1 ,21-19
5. اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص140 سطر 4 تا 14

Marfat.com

6 اسرار تخلیق آدم علیہ السلام ص9 سطر 16-21

7 مسلم شریف ج ۲/ ۳۳۵

8 مسند امام احمد بن جنبل ج ۳/ ۲۲۹

9 مسند امام احمد ج ۳/ ۳۵۴

10 منتخت کنز العمال ج ۲/ ۴۵۲

11 مشکوٰۃ شریف مطبع قدیمی کراچی ۵۰۶

12 مشکوٰۃ شریف حاشیہ ۷ ص ۵۰۶

13 مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔ ج ۷/ ۴۳۰

14 نزھۃ المجالس عربی مطبوعہ قاہرہ از حضرت علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ ۳۸۳

15 تفسیر خازن 100

16 تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء ج ا ص ۲۰

17 کذا فی کشف الظنون فیوض الرحمٰن پ ۸ ص ۱۰۲

18 کتاب جنت کے نظارے ترجمہ حادی الارواح ہے۔ عمر اکادمی نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ نے اسے شائع کیا ہے۔ ص ۱۷

19 کتاب جنت کے نظارے ترجمہ حادی الارواح ص ۱۷

20 تفریح الاذکیا۔ ج ۱/ ۸۷

21 منتخب کنز الاعمال مطبوعہ بیروت۔ ج ۲/ ۴۵۱

(ii) تاریخ طبری مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ج ۱/ ۹۱

22 تاریخ طبری ج ۱/ ۹۲

Marfat.com

23 تاریخ طبری ج ۱/۹۳

24 تفسیر خازن ص ۱۰۶

25 فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان ص ۲۴۳

26 ملخصا از تاریخ طبری جلد اول ۹۹/۱۰۰ تفسیر نعیمی ج/۲۵۱

27 تفسیر روح المعانی ناشر مکتبہ رشیدیہ لاہور ج ۴/ ۵۷

28 ترجمہ حادی الارواح جنت کے نظارے از علامہ ابن القیم الجوزی ص ۹۱

29 ہدیۃ المھدی ج ۱/۷۳

30 حادی الارواح و ترجمہ جنت کے نظارے ص ۹۱

نوٹ: جنت کی زمین کا ذکر کیا گیا ہے وہ زمین کیسی ہو گی؟

30 الف تفسیر صاوی علی الجلالین ج ۴/۱۳۱

31 الیواقیت والجواہر ج ۲/۱۸۳

32 نور العرفان تفسیری حاشیہ سورہ النجم ص ۸۴۰

33 مجمع البیان ج ۹/۱۷۵

34 (i) ترمذی شریف باب ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ ۳۶۲

(ii) بخاری شریف ج ۱/۳۹۱، ج ۲/۱۱۰۴

35 تفسیر عزیزی پ/۱۵۳

36 بخاری شریف ج ۱/۳۹۱

37 تفسیر عزیزی پ ۱/۱۵۳

36 بخاری شریف ج/۳۹۱

Marfat.com

37 ترجمہ: حاوی الارواح جنت کے نظارے ص ۱۰۹

38 ص۹۳ (جنت کی عمارت کی ایک خصوصیت بیان کی گئی ہے کہ وہ گنبد نما ہے۔

39 مراۃ المناجح ج ۷/ ۳۸۹

40 تفسیر ابن عباس ۳۹۲ مطبوعہ تاج کتب خانہ مرادن

41 تفسیر جلدلین مع تفسیر صادی ۸۳۱۵ ج ۴

42 تفسیر صادی علی الجلالین مطبوعہ مصر ۸۳۱۵ ج ۴

43 تفسیر خزائن العرفان از مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: اعلحضرت مولانہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ تاج کمپنی ۸۷۱

44 (الف) علم الکتاب اردو ص100 ج۔1

(ب) ۳۳۸/ ج ۲ علم الکتاب

45 علم الکتاب فارسی و عربی ۴۲۴

46 علم الکتب فارسی و عربی ۴۲۲

47 علم الکتاب عربی و فارسی ۴۲۹

48 الانسان فی لقرآن ۱۰۰

49 تفسیر مجمع البیان ۸۶/ ج ۱ مطبوعہ بیروت لبنان از شیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی شیعہ

50 تفسیر روح المعانی پارہ ۵۔ ۱۷۷

51 تفسیر نعیمی پارہ ۵۔ ۵۰۹/ ۵۱۲

52 تفسیر نعیمی پ ۵۔ ۵۰۹

53 تفسیر روح المعانی پ ۵۔ ۱۷۷

Marfat.com

54. ترمذی شریف باب ماجاء فی صفة درجات الجنة ۳۶۳، مشکوة شریف باب صفة الجنته و اهلها۔

55. مشکوٰة شریف ۵۰۹ ابوداؤد شریف ۲۹۳/ ج ۲ منتخب کنز العمال بر مسند امام احمد ۴۵۹/ ج ۲

56. (i) بخاری شریف ۲۱۴/ ج ۱، مشکوة شریف ۲۲۶

(ii) بلوغ المرام مترجمہ ۱۳۹، سبل السلام (تلخیص اردو) ۲۱۳ مسک الختام شرح بلوغ المرام از علامہ نواب صدیق الحسن بھوپالوی من اکابر علماء اہلحدیث ۲/۵۳۸

(ii) بخاری شریف ۱۷/ ج ۱ ترجمہ حدیث ھذا التفہیم البخاری از شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے درج کیا گیا ہے۔ تفہیم البخاری ۸۳۹/ ۸۴۰ جلد اول

57. (i) مسند امام احمد بن حنبل ۱۸۷ ج ۲

(ii) نسائی شریف ۲۳/ ۱

58. بخاری شریف ۳۱۴/ ج ۱، ۲۰۸/ ج ۱

59. بخاری شریف ۲۶۰/ ج ۲ مسلم شریف ۴۱۵/ ج ۲

60. ابوداؤد شریف ۸۸/ ج ۱

61. بخاری شریف ۳۱۸/ ج ۱

62. بخاری شریف ۲۰۹/ ج ۱، ۲۴۸/ ج ۱، ابن ماجہ شریف ۲۱۰ مسند امام احمد ۳/ ج ۲ دار قطنی ۲۲۹/ ج ۲ ابوداؤد شریف ۲۵۳/ ج ۲

Marfat.com

تسمیہ : بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

ترجمہ: اللہ کے نام سے ابتداء جو رحمٰن و رحیم ہے۔

حمد: الحمد اللہ رب العالمین

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

رحمت: وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین

ترجمہ: ہم نے تجھے مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے اور حضور ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔

تسمیہ کا تعارف:

۱) اللہ: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام

۲) الرحمٰن: اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام

۳) الرحیم: اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام

وضاحت:

اللہ: جو خالق ہے تمام مخلوقات جو ظاہر اور باطن رکھتی ہیں۔

الرحمٰن: باطن کی تربیت پر متصرف ہے۔ باطن انسان کا ہو یا کائنات کا۔

الرحیم: ظاہر کی تربیت پر متصرف ہے۔ ظاہر انسان کا ہو یا کائنات کا۔

الرحمٰن اور الرحیم اللہ کے دو ہاتھ ہیں۔

حمد کی وضاحت:

عربی زبان میں لفظ ''حمد'' جو مصدر ہے میں سے حضور ﷺ چار اسماء مبارک مشتق ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱: احمد ۲: محمد ۳: حامد ۴: محمود ﷺ

جب الحمدللہ کے الفاظ ذہن سے زبان پر اترتے ہیں تو لفظ ''حمد'' زبان پر آنے سے پہلے حضور ﷺ کا تصور جسم و جان پر چھا جاتا ہے۔ جو مجسم محمد ہے۔ نیز حمد کے حروف (ح۔م۔د) کے اعداد کا مجموعہ (8+40+4) = 52 جن کا قلبی عدد 7 = 2+5 ہے۔ کائنات جو حمد کا مظہر ہے اس کے پرت بھی سات ہیں اور انسان کی باڈی کے پرت بھی سات ہیں۔ گویا انسان ہو یا کائنات دونوں حمد کا مظہر ہیں۔

رب العالمین کی تشریح:

لفظ رب اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، جس کے معنی پرورش کرنے والا ہے، اس صفاتی نام سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام الرحمٰن اور الرحیم وارد ہو چکے ہیں جو باطن اور ظاہر کی تربیت پر متصرف ہیں، یہاں ان دونوں کی صفت کا مظہر صفاتی نام رب وارد ہے، دونوں میں واضح فرق اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے زمانہ شیر گی میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے دائیں پستان سے دودھ پیا تھا۔ چونکہ دایاں پستان درحقیقت الرحمٰن کی نہر کا مظہر اور بائیاں پستان الرحیم کی نہر کا مظہر ہے اس لئے حضورؐ نے الرحمٰن کی نہر سے دودھ پیا تھا۔

والدہ کے دو پستان اللہ تعالیٰ کی دو نہریں ہیں، دایاں الرحمٰن کی نہر اور بائیاں الرحیم کی نہر۔ الرحمٰن قرآن کریم کے علوم سکھانے پر متصرف ہے اور الرحیم ظاہر کی تخلیق پر متصرف ہے۔

وما ارسلنک کی تشریح:

اور نہیں بھیجا آپ کو: لفظ بھیجنا کا معنی ہے کسی چیز کو یا وجود کو ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کر دینا۔

Marfat.com

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کس مقام سے منتقل کر کے کسی دوسرے مقام پر بھیجا تھا۔ جب اس نقطہ نظر سے تفکر کیا جاتا ہے تو یہ راز تو جلد سامنے آ جاتا ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجا تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کو نے زمین کو رونق افروز کرنے والی ہستی حضرت محمد ﷺ پر اتارا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ کرہ ارض پر رسول اللہؐ کو کس مقام سے بھیجا گیا تھا۔ عالم تو دنیا مشہور چار مستحقین، مشرق، مغرب، شمال، جنوب۔ لیکن دو سمتیں مزید ہیں اوپر اور نیچے، اس طرح کل چھ سمتیں ہیں لیکن یہ آخری دو سمتیں ہی درحقیقت اصلی ہیں۔ باقی چار سمتیں ان دو سمتوں کے طلال ہیں، جن کے بارے میں قرآن کریم میں تخلیق کے کن فیکون اور تحلیل کے لئے الیہ ترجعون دو رخ بیان کیے ہیں۔ پس کن فیکون کے سفر کا رخ بلندی سے پستی کی جانب اور الیہ ترجعون کا سفر پستی سے بلندی کی طرف ہے۔ جس کی تائید اس بات سے ہو جاتی ہے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ترجمہ: ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم سب نے اسی طرف لوٹ جانا ہے۔

جب اللہ کی طرف لوٹ جانے پر تفکر کیا جاتا ہے تو یہ بات تصور جوحتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بلند مقام پر استویٰ فرما ہے۔ چونکہ وہ سب سے بلند مقام پر استوا فرما ہے اس لئے ہمارا واپس جانے کا معنی اور مفہوم یہی ہے کہ ہم پستی (زمین) سے صعود کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی نادیدہ مقام جانے والے ہیں اور ہم پہلے اسی نادیدہ مقام سے یہاں زمین پر لائے گئے تھے۔

اسی طرح اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کی دو سمتیں ہی حقیقی اور اصلی ہیں۔ باقی سمتیں اس وقت پیدا ہوئیں جب وہ وجود جسے بلندی کی جانب بھیجا گیا وہ مقام خانہ کعبہ ہے، جو زمین کا مرکزی نقطہ ہے۔ چاروں سمتیں مشرق، مغرب، شمال، جنوب،

Marfat.com

سمتیں اصلی اور حقیقی اور مشرق ومغرب وشمال اور جنوب کی چاروں سمتیں ظلال ہیں سایہ ہیں ان دوسمتوں کے، ان چار سمتوں میں جنوب اور مشرق افضل ہیں دیگر دونوں سے۔

وہ اس لئے کہ قرآن کریم میں اصحاب یمین کو اہل جنت اور اصحاب شمال کو اہل جہنم قرار دیا ہے۔ اس لئے جنوب افضل ہے شمال سے، اور قرآن کریم میں جب دوسری سمتوں کا ذکر آیا ہے تو پہلے مشرق کا اس کے بعد مغرب کا ذکر آتا ہے۔ لہٰذا مشرق برتر ہے مغرب سے۔

اوپر کی عبارت میں ثابت ہو چکا ہے اصلی حقیقی دوسمتیں جو سب سے پہلے ظہور میں لائی گئی تھیں اور یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ سب سے بلند مقام پر استوا فرما ہے اور حضور ﷺ سب سے نچلے مقام پر استراحت فرما ہیں۔

تو اس طرح سب سے بلند مقام کا نام: حرم ناز

سب سے نچلے مقام کا نام: حرم نیاز

تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے حرم ناز سے آپ ﷺ کو حرم نیاز میں بھیجا تھا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ان دونوں مقامات کے درمیان کیا کیا واضح ہے۔ جس کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا۔

موجودات تین درجات پر ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ 2: اس کی صفاتیں، صفات اور اسما 3: مخلوقات

(۱) اللہ تعالیٰ کا حرم ناز ہے جس کے نتیجے

(۲) **غیر مخلوق:** اللہ تعالیٰ کی شانوں کے جہاں اور ان کے نیچے اللہ کی صفتوں کے جہاں اور ان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے اسماء وافعا[illegible] جہاں میں پھر ان

Marfat.com

کے نیچے دس مخلوق کائنات ہے جس کے تین دائرے ہیں پہلا دائرہ جو سب سے اوپر ہے جسے عالم ارواح کے نام موسوم کیا گیا ہے۔ اس کا ایک دن عالم دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے، عالم ارواح کے نیچے کائنات کا دائرہ دوئم ہے جسے عالم اجساد کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا ایک دن عالم دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر اس کے نیچے عالم دنیا ہے جو کائنات کا تیسرا دائرہ ہے۔ جس کا مرکزی مقام کرہ ارض ہے اور کرہ ارض کا مرکزی مقام خانہ کعبہ ہے، اور خانہ کعبہ میں حضور ﷺ کی ولادت (آمد) ہوئی۔ اس طرح سب سے اوپر اللہ تعالیٰ اور سب سے نیچے حضور ﷺ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام جہاں کے لئے مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے، تمام جہانوں سے جو اللہ کے سوا ہیں ان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ صرف دو جہانوں کے لئے نہیں، ہاں اس نقطہ نظر سے کہ عالم غیر مخلوق اور عالم مخلوق دو جہانوں کے لئے مجسم رحمت ہیں۔ حبیبی عظیمی

Marfat.com

تصانیف ۱۔ اسرارِ حبیب (حالات زندگی مولانا سید محمد حبیب اللہ) (مسودہ)

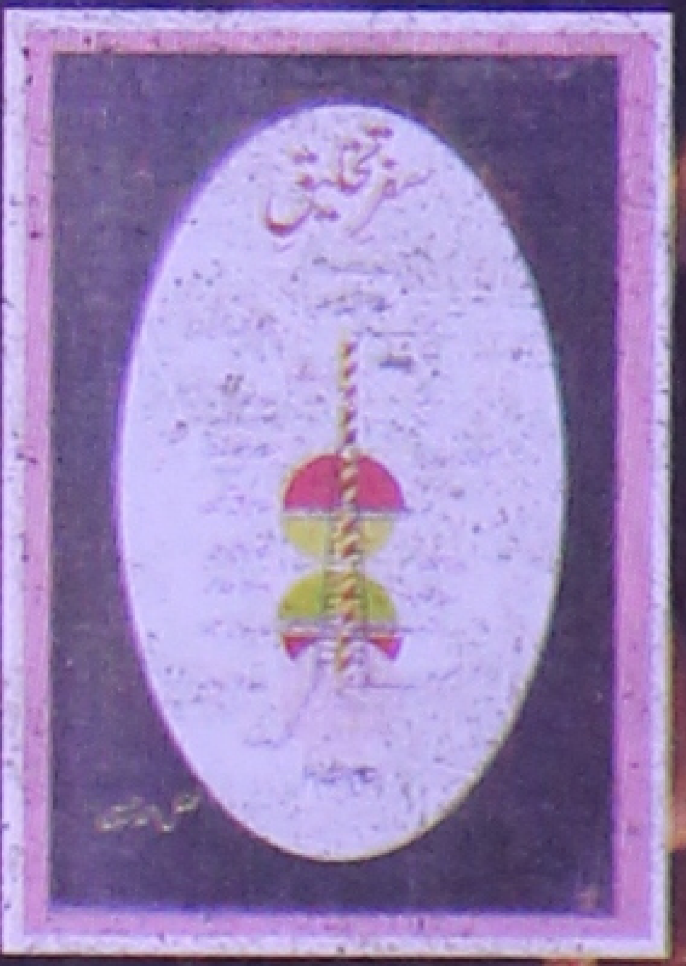

زیرِ اہتمام: (نور علٰے نور فاؤنڈیشن)

فضل پلازہ بالمقابل مسجد گلزار مدینہ رام تلائی روڈ گجرات موبائل 0322-6414463